گونگی چیخ
اشتیاق احمد

ٹریفک

"جمشید.... فوراً ایوان صدر پہنچو"۔ صدر کی گونجتی آواز نے ان کے کان کو ہلا ڈالا.... جب کہ وہ اس قدر تیز آواز میں بولنے کے عادی نہیں تھے۔

"خیر تو ہے سر؟" وہ گھبرا گئے

"پتا نہیں.... محمود، فاروق اور فرزانہ کو بھی لے آنا"۔

یہ کہتے ہی انہوں نے فون بند کر دیا۔

"چلو بھئی.... آ گیا بلاوا صدر صاحب کا"۔

"لل.... لیکن ابا جان.... ابھی تو ہمیں اجرام خیری والے کیس سے فارغ ہوئے چند گھنٹے بھی نہیں ہوئے"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"تو کیا ہوا.... آخر ہمیں اپنا کام کرنا ہے"۔

"آپ اسے رہنے دیں ابا جان.... مجھے اور فرزانہ کو ساتھ لے چلیں"۔ محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ بھی نہیں ہو سکتا، صدر صاحب نے تم تینوں کو ساتھ لانے کے لیے کہا ہے"۔

"اوہ.... تب تو مجبوری ہے.... ویسے پتا نہیں آج کل ہمارے صدر کو ہو کیا گیا ہے.... ہم پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہیں' جب دیکھو.... بس ہمیں بلایا جا رہا ہے"۔

"چلو یہ تو اچھا ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرا دیئے۔

"لیکن"۔ بیگم نے پرزور لہجے میں کہا۔

"یہ لیکن کافی خوفناک ہے"۔ انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"آپ کو شام کی چائے پیے بغیر نہیں جانے دوں گی.... چاہے کچھ ہو جائے"۔

"ارے باپ رے.... کیا بات کرتی ہو بیگم شام تو ابھی دور ہے.... کم از کم آدھے گھنٹے کے بعد ہماری چائے کا وقت ہو گا.... اور صدر صاحب نے فوراً" کا لفظ بولا ہے' فوراً" کا لفظ وہ صرف اس وقت بولتے ہیں.... جب واقعی انہیں فوری ضرورت ہو"۔

"تب پھر آج آپ چائے آدھا گھنٹا پہلے پی لیں"۔

"اچھا خیر.... آج یہ بھی سہی"۔ انسپکٹر جمشید نے ہار مان کر کہا۔

اور چائے پیتے ہی وہ گھر سے نکل گئے.... صدر صاحب نے انہیں دیکھتے ہی ناخوشگوار انداز میں اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔

"میرے حساب سے جمشید.... تمہیں دس منٹ پہلے یہاں پہنچنا چاہیے تھا.... کیا راستے میں ٹریفک جام تھی"۔

"جی نہیں.... گھر کی ٹریفک جام تھی"۔ وہ مسکرائے۔

"گھر کی ٹریفک؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"جی وہ بیگم صاحبہ اڑ گئیں کہ چائے پیے بغیر نہیں جا سکتے.... آپ کو جو کچھ کہنا ہے.... مہربانی فرما کر ان سے کہہ لیں"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہ نہیں.... میں ان سے کوئی بات نہیں کہہ سکتا.... وہ تو مجھے بھی جھاڑ پلا دیں گی"۔

"تب پھر آج آپ ہماری خواہش پوری کر دیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"کک.... کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"ایک عدد جھاڑ پی لیں"۔ فاروق نے کہا۔

"فاروق.... کیا بدتمیزی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے اسے ڈانٹا۔

"نہیں بھئی.... انہیں کچھ نہ کہو.... یہ بہت پیارے بچے ہیں"۔ صدر صاحب ہنسے۔

"کیا کہہ رہے ہیں سر.... یہ بہت خطرناک بچے ہیں"۔

"دشمنوں کے لیے.... نہ کہ اپنوں کے لیے.... کیوں بھئی؟" انہوں نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

"اب ابا جان کے سامنے ہم اپنے بارے میں کیا عرض کریں' جانے دیں سر"۔

"لیکن میں آج جھاڑ ضرور وصول کروں گا"۔

یہ کہہ کر انہوں نے ان کے گھر کے نمبر ملائے اور انسپکٹر جمشید، فاروق کو گھورنے لگے۔

"رہنے دیں سر.... یہ مجھے گھور رہے ہیں"۔

"خبردار جمشید.... اگر تم نے اسے گھورا"۔ وہ تیز آواز میں بولے۔

"سمجھوں گا تمہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے فاروق کو دھمکی دی۔

"اب تو بالکل رہنے دیں سر.... اباجان نے مجھے دھمکی دے ڈالی ہے"۔

"خبردار جمشید.... اگر تم نے اسے کوئی دھمکی دی.... ارے یہ کیا.... گھنٹی بج رہی ہے اور.... ریسیور نہیں اٹھا رہیں بھابی"۔ انہوں نے چونک کر کہا۔

"ادھر ادھر ہوں گی.... ابھی آ جائیں گی"۔

عین اس وقت ریسیور اٹھا لیا گیا۔

"اوہ بھابی.... یہ میں ہوں صدر"۔

"بھابی نہیں بھابا"۔ دوسری طرف سے مردانہ آواز سنائی دی۔

"کیا مطلب.... یہ کون بدتمیز ہے؟"

"ریسیور انسپکٹر جمشید کو دو"۔ اس نے اور بھی بدتمیزی سے کہا۔

صدر صاحب بوکھلا اٹھے.... اور گھبراہٹ کے عالم میں ریسیور انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا دیا۔

"او کے بچے.... اگر تم نے وہ کام اپنے ہاتھ میں لیا.... جس کے لیے صدر کے بچے نے تمہیں بلایا ہے.... تو جس آسانی سے تیرے گھر میں داخل ہو گیا.... اس آسانی سے میں تمہاری اس جورو کا گلا گھونٹ دوں گا.... یہ پہلی اور آخری وارننگ ہے.... صدر کو صاف صاف کہہ دو.... تم یہ کام نہیں کر سکتے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا.... یہ الفاظ سب نے سنے تھے، اس لیے کہ صدر صاحب نے بٹن دبا دیا تھا۔

"آپ محسوس نہ کریں.... اور یہ بتائیں.... کام کیا ہے؟"

"نہیں جمشید.... میں اتنا خودغرض نہیں.... پہلے اپنے گھر کی خبر لو.... دیکھو اسے"۔

"وہ اب گھر میں نہیں ہو گا.... جا چکا ہے"۔

"تب پھر فون کرو"۔

انسپکٹر جمشید نے فون کیا، دوسری طرف سے فوراً بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

"وہ اندر کیسے داخل ہو گیا بھئی؟"

اس نے گھنٹی بالکل آپ کے انداز میں بجائی تھی.... میں نے خیال کیا.... آپ کسی ضرورت کے تحت لوٹ آئے ہیں.... لہٰذا بات کیے بغیر دروازہ کھول دیا"۔ انہوں نے بتایا۔

"کیا اب وہ جا چکا ہے؟"

"ہاں!" وہ بولیں۔

"اب اس طرح دروازہ ہرگز نہ کھولنا.... اس کا حلیہ بتاؤ"۔

"اس کا رنگ پکا تھا.... آنکھیں بڑی بڑی اور خوفناک' سیاہ رنگ کی تھیں.... ہاتھ بھدے سے تھے.... خاص بات یہ کہ چہرہ بالکل گول تھا.... اور ناک کی نوک پر سرخ رنگ کا دانا سا تھا"۔

"اچھی بات ہے.... پوری طرح ہوشیار رہو"۔

اب انہوں نے اکرام کو فون کیا۔

"یہ حلیہ کس کا ہے بھئی؟" انہوں نے حلیہ بتا کر پوچھا۔

"راٹو کا.... بہت بدتمیز انسان ہے"۔

"اور یہ راٹو ہے کون؟"

انشارجہ کا رہنے والا ایک غنڈا.... اب ہمارے ملک کا شہری بن چکا ہے.... جوئے کے اڈے چلاتا ہے.... اس نے بہت خوفناک قسم کے غنڈے پال رکھے ہیں.... ہوٹل فانو کا اسی کا ہے"۔

"اسے پکڑ لاؤ اکرام.... اور کمرۂ امتحان میں پہنچا دو.... میں وہیں آ رہا ہوں"۔

"او کے سر"۔ اکرام نے کہا۔

اب وہ صدر کی طرف مڑے۔

"آپ اپنا کام بتائیں"۔

"وہ میرا ذاتی کام نہیں ہے جمشید.... کام خالص سرکاری نوعیت

کا ہے"۔

"اچھی بات ہے.... جیسا بھی ہے.... بس آپ بتائیں"۔

"انشارجہ سے ایک وفد آ رہا ہے.... وہ ہمارے ملک میں کچھ دن گزارے گا.... یہ پہلا وفد ہے جو ہمارے ملک سے مستقل دوستی کا جائزہ لینے کے لیے آ رہا ہے.... لیکن انشارجہ میں بھی اس وفد کو دھمکی دی گئی ہے کہ پاک لینڈ سے کسی قیمت پر دوستی نہ کی جائے.... اگر اس قسم کی کوشش کی گئی.... تو وہ اس وفد کو جان سے مار ڈالیں گے.... اور وار بھی ہمارے ملک میں کریں گے"۔

"یہ کون لوگ ہیں.... جنہوں نے انہیں دھمکی دی ہے؟"

"ہو گی حکومت مخالف کوئی جماعت.... یا پاک لینڈ کی شدید دشمن کوئی جماعت"۔

"اچھی بات ہے.... آپ نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟"

"جب انہوں نے یہ صورت حال بیان کی تو میرا ذہن فوراً تم لوگوں کی طرف پھر گیا.... ان حالات میں میں تمہیں نہیں بلاؤں گا تو کسے بلاؤں گا؟"

"ہوں.... ہم سمجھ گئے.... وفد کب آ رہا ہے"۔

"صرف ایک گھنٹے بعد ان کا جہاز ایئرپورٹ پر اترے گا.... استقبال کے لیے مجھے اور میرے وزیروں کو جانا ہو گا.... تم ساتھ چلو گے"۔

معاملے میں غلطی کا ایک فیصد بھی امکان نہیں"۔

"جی نہیں"۔ اس نے کہا۔

"کیا دو سو میں سے ایک کا بھی امکان نہیں"۔ سرکاری وکیل نے جھلا کر کہا۔

"نہیں.... بالکل نہیں"۔

"ارے تو کیا ایک ہزار میں ایک کا بھی امکان نہیں"۔ وکیل نے جل کر کہا۔

"اوہ ہاں.... شاید اتنا امکان تو ہو سکتا ہے"۔ گواہ نے چونک کر کہا۔

"آپ نے سنا جناب والا.... امکان ہے"۔

"آپ گواہ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"جی ہاں! چند ایک سوالات"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اجازت ہے"۔

"ڈاکٹر صاحب.... جب آپ نے مسٹر پیٹر ڈوئی کے کاغذات پر خون کا گروپ لکھا.... اس وقت آپ کے پاس اور کتنے ایسے کاغذات موجود تھے.... جن پر دوسروں کا گروپ لکھنا تھا"۔

"م.... مجھے یاد نہیں"۔ ڈاکٹر بولا۔

"یہ قتل کا مقدمہ ہے.... ایک انسان کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے.... آپ مہربانی فرما کر یاد کر کے بتائیں"۔

ڈاکٹر نے چند لمحے کے لئے سوچا.... پھر اس نے کہا۔

"اس روز شاید میں نے صرف اسی سرٹی فکیٹ پر خون کا گروپ درج کیا تھا"۔

"تب تو پھر اس میں غلطی کا کوئی امکان کیسے ہو گیا"۔

"وہ تو میں نے عام کیسوں کے بارے میں کہا ہے کہ ہزار میں سے ایک غلطی کا امکان ہے"۔

عدالت میں قہقہہ لگا.... سرکاری وکیل کا رنگ اڑ گیا۔

"شکریہ ڈاکٹر صاحب.... مجھے آپ سے اور کچھ نہیں پوچھنا"۔

"لیکن میں ایک دو سوال کروں گا.... ڈاکٹر صاحب.... آپ نے کہا تھا کہ ہزار میں سے ایک غلطی کا امکان ہو سکتا ہے.... تو کیا اس وقت آپ کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ آپ سے مسٹر پیٹر ڈوئی کے سلسلے میں یہ بات پوچھی جا رہی ہے"۔

"یہ بات ذہن میں تھی"۔

"تب پھر آپ نے اب یہ کیسے کہہ دیا کہ یہ بات آپ نے عام کیسوں کے سلسلے میں کہی ہے"۔

"اس لئے کہ یہ بات مجھے بعد میں یاد آئی.... اس روز میں نے صرف پیٹر ڈوئی کا سرٹی فکیٹ تیار کیا تھا"۔

"اچھا شکریہ.... آپ جا سکتے ہیں"۔ سرکاری وکیل نے منہ بنایا.... پھر جج کی طرف مڑا۔

"ان شاء اللہ نہیں سنا سکے گی"۔

"آخر یہ کیسے ہو گیا.... پیٹر ڈوئی کے خون کا گروپ او نیگیٹو تھا.... فرش اور خنجر پر جو خون ملا .. اس کا گروپ بی پازیٹو.... یہ کیسے ہو گیا"۔

"اسی کو تو دیکھنا ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"خیر.... آپ نہیں بتانا چاہتے.... نہ بتائیں"۔

"ان کے ہاں ایسی غلطی کا امکان ہرگز نہیں ہے.... پہلے تو ہمیں یہ بات ثابت کرنا ہے"۔

"انکل کامران مرزا اور شوکی برادرز پر حیرت ہے"۔

"کوئی وجہ تو ضرور ہو گی"۔ وہ مسکرائے۔

"ارے.... وہ...." فرزانہ نے چونک کر کہنا چاہا۔

"بس بس.... اس ارے اوہ کو اپنے پاس رکھو.... دیواروں کے کان ہوتے ہیں"۔

"ہاں جمشید.... عدالت میں کس چیز کی ضرورت ہو گی تمہیں.... ہم جا کر لے آتے ہیں"۔

انہوں نے کاغذ پر کچھ لکھ کر انہیں دیا.... انہوں نے کاغذ جیب میں رکھ لیا.... کافی دیر وہ ادھر ادھر کی اور کچھ ضروری باتوں میں مصروف رہے' پھر ملاقات کا وقت ختم ہونے پر اٹھ کھڑے ہوئے اور بازار چلے گئے.... انہوں نے انسپکٹر جمشید کے بتائے ہوئے کام کی طرف بھی

خاصی توجہ دی۔

دوسرے دن پھر عدالت میں اتنا ہی ہجوم تھا.... گویا تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی.... ڈاکٹر عدالت میں موجود تھا.... اس سے سوالات شروع ہوئے.... پہلے سرکاری وکیل نے سوالات کئے۔

"پیٹر ڈوئی کے کاغذات آپ نے تیار کئے تھے"۔

"جی ہاں" اس نے کہا۔

"ان کے خون کا گروپ سرٹی فیکیٹ میں درج کرنے میں آپ سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی تھی"۔

"جی نہیں.... آج تک ایسا نہیں ہو سکا.... وہاں غلطی کا کوئی امکان نہیں"۔

"کیوں امکان نہیں.... کیا ایسا نہیں ہو سکتا.... کہ کسی دوسرے کے خون کا گروپ آپ نے ان کے سرٹی فیکیٹ میں لکھ دیا ہو"۔

"جی نہیں.... ایسا ممکن نہیں"۔

"آپ خوب سوچ کر جواب دیں.... میرا خیال ہے...."

"جناب والا.... سرکاری وکیل اپنا خیال گواہ کے ذہن میں سمانے کی کوشش کر رہے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے اعتراض کیا۔

"آپ اپنا خیال نہ بتائیں.... براہ راست سوالات کریں"۔ جج صاحب بولے۔

"اچھی بات ہے.... آپ خوب سوچ کر جواب دیں' کیا اس

دو گھنٹے بعد عدالت پھر لگی.... متعلقہ آدمی عدالت میں موجود تھا۔

"مسٹر پیٹر ڈوئی کے کاغذات آپ نے تیار کیے تھے؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"ہاں جناب"۔ وہ بولا۔

"ان کے خون کا اور نیگیٹو گروپ آپ نے درج کیا تھا؟"

"جی ہاں"۔

"آپ نے یہ گروپ کیسے درج کیا تھا؟"

"ڈاکٹری سرٹی فیکیٹ سے"۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں"؟" انسپکٹر جمشید نے سرکاری وکیل کی طرف دیکھا۔

"تب یہ غلطی ڈاکٹر سے ہوئی تھی"۔

"انہیں بھی بلایا جائے"۔

"اوہو.... اس طرح عدالت کا وقت ضائع ہو گا"۔

"میں آپ کو پھر یاد دلاؤں گا کہ یہ قتل کا مقدمہ ہے اور اس میں مجھے پھانسی کی سزا ہو سکتی ہے.... ذرا متعلقہ ڈاکٹر کو بلانا ہو گا"۔

"آپ کیا کہتے ہیں جج صاحب؟"

"ٹھیک ہے.... ڈاکٹر کو بھی بلایا جائے"۔ جج نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"لیکن ڈاکٹر کے آنے تک عدالت کا وقت ختم ہو جائے گا"۔

"تب عدالت اب کل لگے گی"۔

"ایک اجازت میں بھی چاہتا ہوں جناب والا"۔ انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"ہاں کہیے"۔

"حوالات میں میرے ساتھیوں کو مجھ سے ملاقات کی اجازت دی جائے.... کیونکہ اپنا وکیل میں خود ہوں.... اگر مجھے کسی چیز کی عدالت میں ضرورت ہو گی تو ظاہر ہے میں اپنے ساتھیوں سے منگوا سکوں گا"۔

"ٹھیک ہے.... متعلقہ آفیسر انہیں ملاقات کرنے دیں"۔

"شکریہ سر"۔

اور عدالت برخاست ہو گئی، انہیں حوالات میں لایا گیا.... وہاں ان کے سب ساتھی آ گئے۔

"انسپکٹر کامران مرزا کی کوئی خبر؟"

"نہیں.... وہ نظر نہیں آئے.... نہ ان کی طرف سے کوئی پیغام آیا.... نہ ہم ان سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہو سکے"۔

"ہوں اچھا.... خیر"۔

"آپ کا کیا خیال ہے.... کیا آپ یہ مقدمہ جیت جائیں گے.... اور عدالت آپ کو سزا نہیں سنا سکے گی جب کہ یہ لوگ آپ کو سزا سنانے پر تلے ہوئے ہیں"۔

"یہ کیا ہے مسٹر سرکاری وکیل؟"

"مسٹر پیٹر ڈوئی کے کاغذات کی تیاری میں غلطی ہوئی تھی سر.... اس بات کی وضاحت مقدمہ قتل کے کاغذات میں وضاحت سے موجود ہے"۔

"وہ وضاحت پیش کریں"۔

اب سرکاری وکیل نے اپنے کاغذات ان کے سامنے رکھے.... جج نے ان کا مطالعہ بھی دو تین منٹ تک کیا.... پھر بولے۔

"تب تو بات صاف ہو گئی.... کاغذات کی تیاری میں واقعی غلطی ہوئی تھی.... مسٹر انسپکٹر جمشید کیا آپ گواہ سے کوئی اور سوا کرنا چاہتے ہیں؟"

"ابھی میرا یہ سوا ختم نہیں ہوا.... کاغذات کی تیاری میں غلطی نہیں ہوئی تھی"۔

"کیا مطلب.... یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

اور عدالت میں یک دم سنسنی پھیل گئی۔

○☆○

مسکراہٹ

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے.... پھر جج نے پوچھا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"جس وقت یہ کاغذات تیار کئے گئے.... خون کا گروپ لکھا گیا.... اس وقت کے متعلقہ آدمی کو پیش کیا جائے.... تاکہ ہم جان سکیں.... غلطی کا امکان ہے یا نہیں"۔

"اس طرح وقت ضائع ہو گیا"۔ سرکاری وکیل نے منہ بنایا۔

"یہ قتل کا مقدمہ ہے جس میں مجھے پھانسی کی سزا سنائی جا سکتی ہے.... اور آپ کو وقت ضائع ہونے کی پڑی ہے.... میرا مطالبہ ہے.... متعلقہ آدمی کو پیش کیا جائے"۔

"جج صاحب آپ کیا کہتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے.... اسے پیش کیا جائے.... عدالت کی کارروائی دو گھنٹے کے لئے ملتوی کی جاتی ہے.... ٹھیک دو گھنٹے بعد متعلقہ آدمی عدالت میں موجود ہو"۔

"او کے سر"۔

"آپ تو کسی گواہ پر جرح کر ہی نہیں رہے"۔ سرکاری وکیل نے منہ بنایا۔

"میں جس گواہ پر جرح کرنا چاہوں گا' کروں گا"۔

"آپ کو جرح کی اجازت ہے"۔ جج نے کہا۔

"شکریہ جناب والا.... میں گواہ سے پوچھنا چاہتا ہوں.... کیا فرش پر پایا جانے والا خون اور خنجر پر پایا جانے والا خون ایک ہی انسان کا تھا؟"

"اسی سوال کا تو میں نے ابھی ابھی جواب دیا ہے"۔ گواہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"آپ دوبارہ جواب دیں"۔

"ہاں! وہ خون ایک ہی تھا"۔

"شکریہ! کیا وہ خون مسٹر پیٹر ڈوئی کا ہی تھا"۔

"تو اور کس کا ہوتا.... کیا لاش وہاں کالے کوے کی موجود تھی کہ خون پیٹر ڈوئی کا نہ ہوتا.... جب لاش پیٹر ڈوئی کی تھی تو خون بھی اسی کا تھا"۔

"آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ خون مسٹر پیٹر ڈوئی کا تھا"۔

"آپ عجیب انسان ہیں.... کمرے میں لاش موجود تھی.... اس کا گلا کٹا ہوا تھا.... آپ کے کمرے سے خون آلود خنجر ملا.... اس خون کا میں نے تجزیہ کیا.... پھر فرش پر پائے جانے والے خون کا تجزیہ کیا....

دونوں خون بالکل ایک انسان کے ثابت ہوئے' لہٰذا ثابت ہوا' خون پیٹر ڈوئی کا تھا"۔

"ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوئی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔ جج نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میں ان سے پوچھتا ہوں.... وہ خون کون سے گروپ کا تھا"۔

"بی پازیٹو" گواہ نے کہا۔

"اور مسٹر پیٹر ڈوئی کے خون کا گروپ کیا ہے؟"

"اس سوال کا مجھ سے تعلق نہیں.... دوسرے یہ کہ ظاہر ہے.... بی پازیٹو ہی گروپ تھا ان کا"۔

"لیکن ہمارے ہاں ان کے جو کاغذات جمع کروائے گئے.... ان کاغذات میں مسٹر پیٹر ڈوئی کے خون کا گروپ او نیگٹو درج ہے"۔

"کیا مطلب.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"پروفیسر صاحب.... کاغذات عدالت کے سامنے رکھے جائیں"۔ انسپکٹر جمشید مشینی انداز میں بولے۔

"بہت بہتر"۔ پروفیسر داؤد اٹھے.... اور انہوں نے کاغذات جج کے سامنے رکھ دیے۔

"جج نے دو تین منٹ تک ان کاغذات کا مطالعہ کیا.... اب وہ وکیل سرکار کی طرف مڑے۔

کارروائی شروع کر سکے"۔

"میں اگر بیان سنا کر یہ کہوں کہ یہ مقدمہ سماعت کے قابل ہی نہیں ہے تو کیا آپ اس کی سماعت روک دیں گے سر؟"

"سرکاری وکیل کے بیان سے یہ بات سامنے آ چکی ہے.... کہ مقدمہ بہت مضبوط ہے"۔

"تب پھر مجھے ابتدائی بیان دینے کی ضرورت نہیں میں بیانات پر جرح کروں گا"۔

"ٹھیک ہے.... یہ آپ کی مرضی ہے.... آپ کس طرح اپنا کیس لیتے ہیں.... عدالت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں.... ویسے آپ کو معلوم ہونا چاہیے.... اس مقدمے کی کارروائی ٹی وی کیمروں کے ذریعے دنیا کے بڑے بڑے تمام ملکوں میں دیکھی اور سنی جا رہی ہے.... لہٰذا آپ کو خوب سوچ سمجھ کر اپنا مقدمہ لڑنا ہو گا.... سننے والوں میں وکیل حضرات بھی ہیں اور جج صاحبان بھی"۔

"جی ہاں! میں یہ بات جانتا ہوں"۔

"بہت خوب!" یہ کہہ کر جج صاحب سرکاری وکیل کی طرف مڑے۔

"آپ اپنے گواہ پیش کریں"۔

"جناب والا! میں سب سے پہلے ماہرین کو پیش کروں گا.... جنہوں نے لاش کا معائنہ کیا.... نقشے بنائے.... نشانات لیے، خنجر تلاش

کیا، وغیرہ وغیرہ"۔

"ٹھیک ہے"۔ جج نے سر ہلایا۔

اس نے باری باری گواہوں کو پیش کیا، وہ اپنے بیانات دیتے رہے کہ کیسے انہیں جائے واردات پر بلایا گیا، وہاں انہوں نے پیٹر ڈوئی کی لاش دیکھی جس کی گردن کٹی ہوئی تھی.... انسپکٹر جمشید سے ہر مرتبہ پوچھا گیا۔

"کیا آپ گواہ سے سوالات کرنا چاہتے ہیں؟"

وہ ہر بار انکار میں سر ہلا کر کہتے رہے۔

"جی نہیں.... کوئی ضرورت نہیں"۔

پھر خون کا تجزیہ کرنے والا ماہر عدالت کے کٹہرے میں بلایا گیا.... سرکاری وکیل نے اس سے سوالات شروع کیے۔

"آپ نے خنجر پر پائے جانے والے خون کا تجزیہ کیا؟"

"جی ہاں بالکل کیا تھا؟"

"کیا وہ خون وہی تھا جو کمرۂ واردات کے فرش سے ملا تھا؟"

"جی ہاں بالکل وہی خون تھا.... اسی خنجر سے واردات کی گئی تھی"۔

"شکریہ.... آپ جا سکتے ہیں"۔ سرکاری وکیل نے کہا۔

"ایک منٹ جناب.... کیا آپ مجھے اس گواہ پر جرح کرنے کی اجازت نہیں دیں گے"۔

عدالت میں پہنچ گئے' اس لئے کہ وہ جانتے تھے.... آج عدالت میں اس قدر رش ہو گا کہ کیا کبھی ہوا ہو گا.... اور واقعی جب وہ وہاں پہنچے.... تو صرف چند کرسیاں کمرۂ عدالت میں خالی مل سکیں.... اگر وہ چند منٹ اور لیٹ ہو جاتے تو پھر انہیں بھی کھڑے رہنا پڑتا.... جلد ہی خالی کرسیاں بھی پر ہو گئیں.... اگرچہ ابھی عدالت کا وقت ہونے میں کافی وقت تھا.... انسپکٹر جمشید کو بھی ابھی وہاں نہیں لایا گیا تھا.... خدا خدا کر کے عدالت کا وقت ہوا اور انسپکٹر جمشید کو ہتھکڑیاں پہنائے ہوئے کمرۂ عدالت میں لا کر کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا.... پھر جج صاحب تشریف لائے تو سب لوگ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔

جج صاحب کے بیٹھنے پر سب لوگ بیٹھ گئے.... انہوں نے ہتھوڑا بجایا' پھر بولے۔

"سرکاری وکیل اور ملزم کے وکیل حاضر ہیں؟"

"میں حاضر ہوں جناب والا.... ملزم اپنی وکالت خود کرے گا"۔

"کیا مطلب؟" جج صاحب نے چونک کر کہا۔

"اس کا کہنا ہے کہ یہ اپنی وکالت خود کرے گا"۔

"کیا ملزم وکیل بھی ہے؟" جج نے حیران ہو کر کہا۔

"ملزم کا کہنا یہی ہے کہ وہ خود ایک وکیل ہے"۔

"تب تو ٹھیک ہے"۔ یہ کہہ کر جج ان کی طرف مڑا۔

"آپ اپنا وکالت نامہ پیش کریں"۔

"خان رحمان.... عدالت کو میرا وکالت نامہ دے دیں"۔ وہ بولے۔

خان رحمان اٹھے اور آگے بڑھ کر وکالت نامہ جج کے سامنے رکھ دیا.... اس نے غور سے اس کو پڑھا اور پھر سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے.... کوئی اعتراض نہیں.... کارروائی شروع کی جائے"۔

پھر کاغذی کارروائی مکمل کی گئی.... الزام سنایا گیا کہ کس طرح انشارجہ کا وفد جو نو آدمیوں پر مشتمل تھا' پاک لینڈ گیا تھا.... وفد کو پاک لینڈ کی حکومت سے چند انتہائی اہم معاہدے کرنا تھے.... لیکن ادھر انشارجہ میں بھی حکومت مخالف پارٹی یہ چاہتی تھی کہ ایسا کوئی وفد پاک لینڈ نہ جائے.... یہ پارٹی پاک لینڈ سے کسی بھی قسم کے مذاکرات نہ کرے.... اگر حکومت باز نہ آئی تو وہ اس وفد کو اپنا کام کرنے کے قابل نہیں چھوڑیں گے.... یہ ان کے ارادے تھے.... ان حالات میں وفد پاک لینڈ گیا۔

اس کے بعد سرکاری وکیل نے وہاں پیش آنے والے تمام واقعات پوری تفصیل سے سنائے.... پیٹر ڈوئی کا قتل.... مخبر کا انسپکٹر جمشید کی الماری سے ملنا.... اور اس کے بعد کی تفصیلات بھی سنا ڈالیں.... پھر وہ خاموش ہو گیا۔

"وکیل صفائی اپنا ابتدائی بیان پیش کریں تاکہ عدالت اپنی

"کیا ہوا ابا جان؟"

"میرے دوست..... میرے بھائی"۔ خان رحمان تڑپ کر ان پر جھکے۔

"جمشید"۔ پروفیسر داؤد چلائے۔

"گھبراؤ نہیں..... مجھ پر بے آواز پستول سے فائر کیا گیا تھا' اگر میں خود کو گرا نہ دیتا تو گولی مجھے لگ گئی تھی..... اب بھی وہ میری قمیض سے چھو کر گزری ہے..... یہ دیکھو"۔ انہوں نے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔

"اف مالک..... کیا یہ لوگ چاہتے ہیں' آپ زندہ سلامت عدالت تک پہنچ ہی نہ سکیں"۔ محمود نے کانپ کر کہا۔

"ایسا ہی لگتا ہے"۔

"گویا ان کا پروگرام یہ ہے کہ انہیں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ان کی عدالت میں انصاف نہیں کیا گیا"۔ پروفیسر بولے۔

"مطلب یہ کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے"۔

"مجھے تو ایک اور فکر کھائے جا رہی ہے"۔ فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ لوگ آپ کے دلائل نہیں سنیں گے..... کوئی بات نہیں مانیں گے..... اور زبردستی موت کی سزا سنا دیں گے..... اس وقت ہم کیا کریں گے..... کیا کچھ کر سکیں گے؟"

"اللہ مالک ہے..... یہ سوچ کر خود کو پریشان نہ کرو..... جب ایسا ہو گا..... تب دیکھ لیں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں اور کیا نہیں کر سکتے"۔ انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

اس وقت تک ان کے کپڑوں پر کوئی ایسی جگہ نہیں بچی تھی جس جگہ انڈے اور ٹماٹر کا داغ نہ لگا ہو..... اس حالت میں انہیں ایک پولیس گاڑی تک لایا گیا اور وہ اس میں داخل ہو گئے..... ان کے ساتھی اس جگہ اپنی کار میں بیٹھے اور ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے..... یہاں تک کہ وہ حوالات میں لے جائے گئے..... یہاں سے انہوں نے اپنے ہوٹل کا رخ کیا..... حوالات کے اندر انہیں جانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

انسپکٹر جمشید نے انہیں وکیل کرنے کی بھی اجازت نہیں دی تھی..... ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنی وکالت خود کریں گے..... ورنہ اس شہر میں ایک سے بڑھ کر ایک وکیل موجود تھے..... جن کی فیس ادا کرنا بھی آسان کام نہیں تھا..... لیکن بہرحال فیس تو وہ آسانی سے ادا کر سکتے تھے' اگر انسپکٹر جمشید اس کی اجازت دیتے..... اور یہ بات بھی نہیں تھی کہ..... وہاں صرف غیر مسلم وکیل ہی مل سکتے تھے..... نہیں..... مسلمان وکیل بھی موجود تھے..... خان رحمان اور پروفیسر داؤد اس بات کے حق میں تھے کہ انہیں وکیل کرنا چاہیے..... لیکن انسپکٹر جمشید نے انہیں ایسا کرنے کی قطعاً اجازت نہ دی..... اور پھر دوسرے دن وہ صبح سویرے

"اپنے اوپر قابو رکھو.... حوصلہ رکھو"۔ وہ بولے۔

"لیکن ایسا منظر تو کبھی دیکھا نہ سنا.... یوں لگتا ہے.... جیسے حکومت نے اپنے عوام کو خود ایسا کرنے کا اشارہ دیا ہے"۔

"یقیناً ایسا ہی ہے.... پوری دنیا کے اخباری نمائندے.... ٹی وی رپورٹر اور ریڈیو کے کارندے.... سب کے سب اس وقت تصاویر لینے میں مصروف ہیں.... ضرور یہ سب پہلے سے طے ہے.... لیکن تم فکر نہ کرو"۔

"جی بہت اچھا.... اگر آپ کہتے ہیں تو نہیں کرتا فکر"۔ اس نے مسمسی صورت بنائی۔

"ارے! یہ کیا"۔ ایسے میں فرزانہ کی خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"کیا ہوا؟"

"وہ اس طرف دیکھئے.... ایک شخص نے پستول نما کوئی چیز لی ہے.... اور اس سے آپ کا نشانہ لے رہا ہے.... ارے یہ کیا ہوا" فرزانہ کانپ گئی۔

"اب کیا ہوا؟" انہوں نے بوکھلا کر سرگوشی کی۔

انڈوں اور ٹماٹروں کی بارش کی وجہ سے پولیس والے ان سے کافی دور گھیرا ڈالے ہوئے تھے.... اس لئے وہ بات چیت کرنے کے قابل تھے۔

"وہ شخص جو نشانہ لے رہا تھا.... اچانک تڑ سے گرا اور ساکت ہو گیا.... آس پاس کے لوگ اسے اب حیرت زدہ انداز میں دیکھ رہے ہیں.... وہ.... اس طرف"۔ اس نے منہ سے اشارہ کیا۔

انڈوں اور ٹماٹروں کی بارش جاری تھی.... اس بارش میں انہوں نے اس سمت کا جائزہ لیا.... ادھر واقعی کچھ لوگ جمع نظر آئے اور وہ زمین کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"اس کا مطلب ہے.... مجھے مقدمہ چلانے سے پہلے ہی ختم کرنے کا پروگرام تھا تاکہ نہ رہے بانس' نہ بجے بانسری.... لیکن کسی مہربان نے یہ منصوبہ ناکام بنا دیا"۔ انسپکٹر جمشید نے دبی آواز میں کہا۔

"لیکن اباجان.... یہ ضروری نہیں کہ اس بھرے مجمعے میں بس ایک ہی آدمی کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی ہو.... ایسے یہاں اور آدمی بھی ہو سکتے ہیں"۔ فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"ہاں بالکل! لیکن میرے نامعلوم ہمدرد انہیں بھی دیکھ لیں گے ان شاء اللہ"

"تو ہم آپ کو اپنے دائرے کے درمیان کیوں نہ لے لیں؟"

"اس طرح تمام انڈے اور ٹماٹر تم پر پڑیں گے اور یہ مجھے پسند نہیں.... یہ لوگ صرف مجھے نشانہ بنانا چاہتے ہیں.... بنانے دو.... پہلے مجھے یہ احساس نہیں تھا کہ...."

عین اس لمحے وہ تڑ سے گرے.... وہ گھبرا گئے۔

استقبال

جونہی وہ ایرپورٹ کی عمارت سے باہر لائے گئے.... ان کے ساتھی ان کی طرف لپکے.... وہ ان سے پہلے انشارجہ پہنچ چکے تھے اور شہر کے ایک مسلمان ہوٹل میں کمرے بھی حاصل کر چکے تھے.... ادھر انسپکٹر جمشید باہر لوگوں کا ہجوم دیکھ کر حیرت زدہ تھے۔

"یہ اتنے لوگ یہاں کیوں جمع ہیں خان رحمان؟"

"اس کیس کی انشارجہ نے بہت دھوم مچائی ہے.... ہر کوئی تمہیں دیکھنا چاہتا ہے اور جمشید"۔ وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"اور جمشید کیا؟" وہ بولے۔

"تمہارے خلاف نعرے بھی لگائے جائیں گے.... اور گندے انڈے، سڑے ہوئے ٹماٹر بھی پھینکے جائیں گے.... ہم نے لوگوں کے ہاتھوں میں ایسی چیزیں دیکھی ہیں"۔

"کوئی پروا نہیں.... ارے ہاں.... انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز آپ لوگوں کے ساتھ نظر نہیں آ رہے"۔

"وہ نہیں پہنچ سکے.... کوئی رکاوٹ پیش آئی ہو گی.... ان کی

طرف سے کوئی پیغام بھی نہیں مل رہا.... ان کے موبائل تک بند ہیں"۔

"اوہ نہیں"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"ہاں جمشید.... لیکن تم فکر نہ کرو.... اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"میں فکرمند نہیں ہوں پروفیسر صاحب.... اور وہ لوگ بھی پہنچیں گے ضرور"۔ وہ مسکرائے۔

ایسے میں پولیس والوں نے انہیں بے دردی سے گھسیٹ لیا.... محمود، فاروق اور فرزانہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے.... ان آنسوؤں کو انہوں نے دیکھ لیا۔

"خبردار.... آنکھوں میں آنسو نہ آئیں.... قوم کے خادم رویا نہیں کرتے"۔ انہوں نے سرد آواز منہ سے نکالی۔

اور انہوں نے فوراً آنکھیں خشک کر لیں.... اب انسپکٹر جمشید آگے بڑھے.... جونہی وہ عام سڑک پر آئے.... ان پر ٹماٹروں اور انڈوں کی بارش ہو گئی.... کچھ نے جوتے بھی پھینکے.... پولیس نے ایسا کرنے والوں کو کچھ نہ کہا.... الٹا مسکراتے رہے.... جلد ہی ان کا پورا جسم لتھڑ گیا۔

"انکل! ابا جان کا کہنا ہے، کہ ہم ہرگز نہ روئیں.... اور میرا بے اختیار رونے کو جی چاہ رہا ہے"۔ فرزانہ بولی۔

ٹھہرا کر موت کی سزا سنانا ہے.... اس بنیاد پر ہمارے ملک میں ہنگامے ہونے لگے ہیں.... حکومت کو دھمکیاں مل رہی ہیں.... لیکن میں آپ لوگوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ انشارجہ مجھے موت کی سزا نہیں سنا سکے گا.... وہ مجھ پر قتل کا الزام ہرگز ثابت نہیں کر سکے گا۔

آپ اس موقعے پر یہ کہنا چاہ رہے ہوں گے کہ وہاں تو بس فرضی سی کارروائی ہو گی.... وہاں کون سا صحیح بیانات یا ثبوت پیش کیے جائیں گے.... میں جانتا ہوں.... ایسا ہی ہو گا.... لیکن اس فرضی عدالت میں بھی ان شاء اللہ خود کو بے گناہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور باعزت اپنے وطن لوٹوں گا.... لہٰذا آپ سب کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... آپ لوگ تو بس مزے لے لے کر اس عدالت کی کارروائی دیکھیں.... سنا ہے ٹی وی پر عدالتی کارروائی ساری دنیا کو دکھائی جائے گی تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ناانصافی ہوئی ہے.... لہٰذا آپ ٹی وی پر ایک حیران کن ترین کارروائی دیکھیں گے.... ایسی کارروائی شاید آپ لوگوں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھی ہو گی.... ان الفاظ کے ساتھ ہی میں یہ کہنا چاہوں گا کہ کوئی ایک شخص بھی ملک میں کوئی ہنگامہ نہ کرے.... توڑ پھوڑ نہ کرے۔

ہنگامے اور توڑ پھوڑ مسئلے کا کوئی حل نہیں ہیں.... اس سے تو ملک کو صرف اور صرف نقصان ہوتا ہے.... اور یہ نقصان مدتوں پورے نہیں ہوتے.... یہی وجہ ہے کہ ہمارا ملک آج تک صحیح طور پر اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکا.... اب جو بھی ہنگامہ کرے گا.... میں اسے انشارجہ کا ایجنٹ خیال کروں گا.... آپ صرف اور صرف عدالت کی کارروائی دیکھیے گا.... آپ کو بہت مزا آئے گا.... ان شاء اللہ.... اچھا اللہ حافظ.... آپ میرے لیے دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مہم میں کامیابی عطا فرمائے.... اور میں دشمنوں کے دانت کھٹے کر سکوں.... خدا حافظ!"

ان الفاظ کے فوراً بعد سکرین پر ملک کا جھنڈا لہرانے لگا.... دوسرے دن انہیں جب انشارجہ کی طرف روانہ کیا گیا.... تو کسی نے بھی کوئی ہنگامہ نہ کیا.... پورے ملک میں سکون رہا.... اور اس طرح انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی اپنے ملک سے روانہ کیے گئے.... انشارجہ کے ایئرپورٹ پر ان کے لیے ایک حیران کن منظر تھا۔

○☆○

قوموں پر ایسا وقت بھی آتا ہے۔۔۔ جب قومی ہیروز کو بیڑیاں پہنا کر قتل گاہ کی طرف لے جایا جاتا ہے۔۔۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔۔۔ ہماری قوم کے بہت بڑے اور نامور ہیروز کے ساتھ ایسا کیا گیا اور ایسا صرف اور صرف، غداری کی بنیاد پر ہوا۔۔۔ ہمارے ملک میں بھی اگر غدار نہ ہوں تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

میں خود کو ہیرو نہیں کہہ رہا۔۔۔ نہ میں ہیرو ہوں۔۔۔ میں تو قوم کا ایک خادم ہوں۔۔۔ صرف اور صرف ایک خادم۔۔۔ وہ بھی چھوٹا سا۔۔۔ مجھ پر ایک جھوٹا مقدمہ بنایا گیا ہے' ایک سازش کے تحت۔۔۔ اس سازش میں انشارجہ کا ہاتھ ہے۔۔۔ لیکن مدد انہوں نے ہمارے مقامی آدمیوں کی بھی لی ہے۔۔۔ اصل مجرم وہ ہیں۔۔۔ اصل مجرموں کو سزا ملے گی۔۔۔ اور انشارجہ بھی مجھے اس کیس میں سزا نہیں سنا سکے گا۔۔۔ اسے منہ کی کھانا پڑے گی۔۔۔ میرے ہم وطنو! آپ کو اس بات کا ڈر ہے کہ جب بھی انشارجہ نے اس طرح ہمارے ملک سے کسی کو گرفتار کرایا۔۔۔ ان کی عدالت میں اسے صرف اور صرف پھانسی کی سزا سنائی گئی۔۔۔ کچھ ہی عرصہ پہلے دو ایسی مثالیں موجود ہیں۔۔۔ پہلے ایک شخص کے بارے میں ان لوگوں نے مطالبہ کیا کہ وہ ہمارا مجرم ہے۔۔۔

اس نے ہمارے کچھ آدمیوں کو قتل کیا ہے۔۔۔ لہٰذا اس کو ہمارے حوالے کیا جائے۔۔۔ نہ کیا گیا تو ہم یہ کر دیں گے' وہ کر دیں گے۔۔۔ چنانچہ اس بے چارے کو ان کے حوالے کر دیا گیا' اور وہاں عدالت میں فرضی سی کارروائی کے بعد اسے موت کی سزا سنا دی گئی۔۔۔ پھر دوسرا آدمی ان لوگوں کی پولیس نے خود ہمارے ملک میں آ کر گرفتار کیا۔۔۔ نہ جانے کن لوگوں نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت دی۔۔۔ بہرحال۔۔۔ اس غریب کو گرفتار کر لیا گیا۔۔۔ اور پھر اسے بھی پھانسی کی سزا سنا دی گئی۔۔۔ اب یہی کھیل میرے ساتھ کھیلا گیا۔۔۔ اس لیے کہ میرا وجود انہیں بہت کھٹکتا ہے۔۔۔ میں اور میرے ساتھی ان کے منصوبوں کو' ان کی سازشوں کو ناکام بناتے رہتے ہیں۔۔۔ وہ ہمارے ملک میں ہمیشہ سازشوں کے بیج بونے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور ہم ان بیجوں کو پھوٹنے سے پہلے ہی نکال کر جلا دیتے ہیں۔۔۔ بس یہ شکایت ہے ان کو ہم سے۔۔۔ لہٰذا انہوں نے ایک منصوبہ بنایا۔۔۔ ایک جال بنا۔۔۔ اور مجھے اس جال میں کس دیا گیا۔۔۔ اس کی بنیاد پر اب ان کا مطالبہ ہے کہ مجھے ان کے حوالے کر دیا جائے۔۔۔ ان کا پروگرام اپنی عدالت میں مجھ پر مقدمہ چلانا ہے۔۔۔ اور مجھے اپنے وفد کے سربراہ کے قتل کا ذمہ دار

بجی.... انہوں نے بٹن دبایا تو شوکی کی آواز سنائی دی.... وہ مسکرا دیے.... شوکی کہہ رہا تھا۔

"ہم اس حال میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتے.... ہم بھی انشارجہ جائیں گے"۔

"اوہ شوکی.... اچھا ٹھیک ہے"۔ وہ ہنسے۔

"ہم آج ہی ادھر آنے کے لیے روانہ ہو رہے ہیں"۔

"ٹھیک ہے شوکی.... شکریہ"۔

"ہائیں انکل.... یہ کوئی شکریے کی بات ہے"۔

"اوہ سوری"۔ وہ مسکرائے۔

اور پھر ان کے ٹی وی سٹیشن کی طرف روانہ ہونے کا وقت ہو گیا.... گھر سے نکل کر ٹی وی سٹیشن پہنچ گئے، عملہ ان کے استقبال کے لیے تیار تھا.... انہیں ایک ہال میں لایا گیا.... کرسیوں پر بٹھایا گیا.... پروگرام مینجر نے ان سے کہا۔

"جونہی سات بجیں گے.... اناؤنسر اعلان کرے گی اور اس کے فوراً بعد آپ کی تقریر شروع ہو گی.... کیا آپ تیار ہیں؟"

"ہاں بالکل"۔

"کیا آپ نے تقریر لکھ لی ہے؟"

"نہیں"۔ وہ بولے۔

"کیا مطلب.... کیا آپ زبانی تقریر کریں گے؟" اس نے حیران

ہو کر کہا۔

"ہاں بالکل"۔

"ذہن میں تقریر تیار کر لی ہے"۔

"نہیں.... ذہن میں بھی نہیں تیار کی"۔

"کیا!!!" پروگرام مینجر چلا اٹھا۔

اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"کیوں.... کیا ہوا؟"

"اس طرح تو گڑبڑ ہو جائے گی.... وقت کا بھی حساب رکھنا پڑتا ہے"۔

"آپ نے مجھے کتنا وقت دیا ہے؟"

"پندرہ منٹ"۔

"بہت ہیں.... میں پندرہویں منٹ کے آخری سیکنڈ میں اپنی تقریر ختم کر دوں گا"۔

"یہ.... یہ کیسے ہو گا"۔ وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں"۔ وہ مسکرائے۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

اور پھر سات بج گئے.... پہلے اعلان کیا گیا.... پھر کیمرے ان پر فٹ ہو گئے.... اور ان کے ہونٹ ہلنے لگے۔

"عزیز ہم وطنو السلام علیکم!

ہمارے عوام ہیں"۔

"بالکل ٹھیک سر۔

اس کے بعد ٹی وی' ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے اعلان کیا گیا کہ شام سات بجے انسپکٹر جمشید تقریر کریں گے۔

سات بجے شام ملک کے زیادہ تر لوگ ٹی وی کے سامنے بیٹھ گئے... اس معاملے نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا تھا... انشارجہ کا اس سے زیادہ خوفناک مطالبہ آج تک ان کے سامنے نہیں آیا تھا... وہ اس وقت گھر میں تھے... ایسے میں محمود نے کہا۔

"ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ ٹی وی پر کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میں نے خود بھی نہیں سوچا... جب وہاں پہنچوں گا... اس وقت بات شروع کروں گا"۔

"ارے ارے... یہ کیا... جمشید... بھئی تم پہلے سے تقریر تیار کر لو"۔ خان رحمان گھبرا گئے۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں"۔

ایسے میں فون کی گھنٹی بجی... انسپکٹر جمشید نے بٹن دبایا تو دوسری طرف سے انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

"یہ ہم نے کیا خبریں پڑھی اور سنی ہیں بھئی"؟

"ایسا بھی ہوتا ہے"۔

"پھر کیا پروگرام ہے؟"

"عوام کو کیوں مشکل میں ڈالا جائے... ہم وہاں عدالت کا سامنا کریں گے"۔

"ایسے کئی کیس دیکھنے میں آئے ہیں... وہ دلائل سنے بغیر موت کی سزا سنا دیتے ہیں"۔

"موت کا ایک دن مقرر ہے... اگر میری موت اسی طرح لکھی ہے تو میں اسے کس طرح ٹال سکتا ہوں"۔ انہوں نے کہا۔

"تب پھر ہم بھی وہاں آپ کے ساتھ ہوں گے"۔

"یہ زیادہ مناسب رہے گا"۔

"اور ہم انشارجہ کو سبق سکھا دیں گے"۔

"فی الحال تو وہ ہمیں سبق سکھانے کے چکر میں ہے... اس وقت تک میں یہی سمجھا ہوں کہ یہ اتفاقی واقعہ نہیں ہے... سوچ سمجھ کر یہ کام کیا گیا ہے... مطلب یہ کہ سارا منصوبہ مجھے الجھانے کے لیے بنایا گیا تھا... پیٹر ڈوئی کو قتل کرنے کا پلان پہلے سے بنا لیا گیا تھا"۔

"اب یہی محسوس ہوتا ہے... خیر... ہم وہاں آپ لوگوں کے ساتھ چلیں گے... اور اس طرف آنے کے لیے آج ہی روانہ ہو رہے ہیں"۔

"بہت خوب! مزا رہے گا"۔ وہ ہنسے۔

اور پھر انہوں نے فون بند کر دیا... اسی وقت فون کی گھنٹی پھر

"خیر.... یہ بعد کی بات ہے"۔

"ٹھیک ہے جمشید.... میں ان سے بات کرتا ہوں"۔

فون بند ہو گیا.... وہ ان کی طرف مڑے۔

"یہ معاملہ اس کروٹ بیٹھے گا.... ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے"۔ فرزانہ بڑبڑائی۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔ وہ مسکرائے۔

دوسرے دن کے اخبارات میں اور زیادہ سنسنی پھیلائی گئی تھی.... ان میں انشارجہ کا مطالبہ بڑی بڑی سرخیوں کی شکل میں شائع کیا گیا تھا.... اس سے اگلے دن کے اخبارات میں عوام نے اس بات پر غم و غصے کا اظہار کیا تھا اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ انسپکٹر جمشید کو انشارجہ کے حوالے ہرگز نہ کیا جائے.... عوام اپنی جانیں دینا پسند کریں گے.... انہیں انشارجہ کے حوالے کرنا پسند نہیں کریں گے اور اگر حکومت نے عوام کا مطالبہ نہ مانا تو وہ سڑکوں پر نکل آئیں گے.... اس طرح امن و امان کی حالت بگڑ جائے گی اور اس کی ذمے داری حکومت پر ہو گی.... یہ تمام بیانات اور زیادہ پریشان کن تھے.... چنانچہ صدر کا فون پھر انہیں موصول ہوا.... وہ کہہ رہے تھے۔

"جمشید.... حالات اور بگڑ گئے ہیں.... اب میں کیا کروں.... ایک طرف انشارجہ اور اس کے ساتھ پچیس کے قریب ملک ہیں.... جن کا دعویٰ ہے کہ انسپکٹر جمشید کو انشارجہ کے حوالے کیا جائے.... دوسری

طرف ملک کے عوام ہیں.... وہ کسی صورت میں یہ برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ تمہیں انشارجہ کے حوالے کیا جائے.... اور انہوں نے دھمکیوں پر دھمکیاں دی ہیں.... کہ وہ سڑکوں پر آ جائیں گے.... اور حکومت کا پہیہ جام کر دیں گے.... اب تم بتاؤ جمشید.... میں کیا کروں"۔

"آپ جو فرمائیں.... میں کرنے کے لیے تیار ہوں"۔

"کسی طرح عوام کو ٹھنڈا کر دو جمشید.... اور وہ تمہاری خاطر سڑکوں پر نہ آئیں.... یہ تمہارا ہمارے ملک پر بہت بڑا احسان ہو گا"۔

"اچھی بات ہے.... ٹی وی کے ذریعے ان سے بات کرنے کی اجازت دی جائے"۔

"ٹھیک ہے.... اس کا انتظام ہو جائے گا"۔

"اور عوام کا جائز مطالبہ مان لیا جائے"۔

"جائز مطالبہ.... کیا مطلب جمشید.... کون سا مطالبہ؟" صدر نے چونک کر پوچھا۔

"میری تقریر سن کر وہ سڑکوں پر ہنگامہ کرنے سے ضرور رک جائیں گے.... لیکن وہ کوئی مطالبہ ضرور کریں گے.... لہٰذا ان کا کوئی جائز مطالبہ ضرور مان لیا جائے.... تاکہ ان کا غصہ دب جائے"۔

"اچھی بات ہے.... ان کا کوئی ایسا مطالبہ سامنے آیا تو اس پر ہمدردانہ غور ہو گا.... بلکہ ماننے کی پوری کوشش کی جائے گی.... آخر وہ

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"مہربانی فرما کر اس بات کی وضاحت کر دیں"۔

"مجھ پر کئی ملکوں کا دباؤ ہے.... ان کا کہنا ہے.... اگر میں نے انسپکٹر جمشید کو انشارجہ کے حوالے نہ کیا.... تو وہ سب ہمارے ملک سے تعلق ختم کر لیں گے.... اس پر بھی حکومت نہ مانی.... تو وہ سب مل کر ہمارے ملک پر فضائی' بری اور بحری حملے کریں گے اور پاک لینڈ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے.... کیا پاک لینڈ کی حکومت ایک انسپکٹر جمشید کو بچانے کے لیے اس قدر ہولناک جنگ قبول کرنا پسند کرے گی"۔

"نن نہیں.... نہیں"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"کیا مطلب جمشید.... تم کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"یہ کہ.... آپ مجھے ان کے حوالے کر دیں.... میں اپنا مقدمہ خود وہاں لڑوں گا"۔

"تم.... تم نہیں جانتے جمشید"۔ صدر صاحب نے غمگین لہجے میں کہا۔

"اور میں کیا نہیں جانتا"۔ وہ بولے۔

"یہ کہ.... اس سے پہلے بھی کئی آدمی حکومت نے انشارجہ کے حوالے کیے ہیں.... جانتے ہو.... ان کے ساتھ وہاں کیا ہوا؟"

"یہی ہوا ہو گا کہ وہاں کی عدالت میں انہیں مجرم ثابت کر

ہو گا.... اور بس"۔

"ہاں! اور مجرم ثابت کرنے کے بعد انہیں پھانسی کی سزا دے دی گئی"۔

"تو کیا ہوا سر.... آپ مجھے ان کے حوالے کر دیں"۔

"جمشید.... وہاں تم انصاف کی کوئی امید نہیں رکھ سکو گے"۔

"کیا وہ مجھے مقدمے کے بغیر سزا سنا دیں گے؟"

"نہیں.... مقدمہ چلے گا.... لیکن جج ان کا' وکیل ان کے' مرضی ان کی.... تم وہاں کیا کر سکو گے"۔

"آپ پریشان نہ ہوں سر.... میں وہاں مقدمہ لڑوں گا.... اپنے لوگوں کو جنگ کی بھٹی میں جلنے نہیں دوں گا.... یہ کیسے ممکن ہے کہ میری وجہ سے ان گنت لوگ مارے جائیں اور ملک پر ایک مشکل وقت آ جائے.... اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ میں اکیلا ہی سب برداشت کروں"۔

"کیا کہا جمشید.... تم اکیلے.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... ہم سب ساتھ جائیں گے"۔ پروفیسر بولے۔

"ہاں ٹھیک ہے.... مقدمے کی کارروائی سننے کے لیے آپ لوگ میرے ساتھ جا سکتے ہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"نہیں.... اگر انشارجہ کی عدالت نے تمہیں سزا سنائی' تو وہی سزا ہم بھی اپنے لیے پسند کریں گے"۔

قوم کا خادم

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں.... فرمایئے.... آپ کون صاحب ہیں؟"

"تم نے اخبارات پڑھے جمشید"۔ دوسری طرف صدر بات کر رہے تھے۔

"جی ہاں دیکھے ہیں"۔

"انشارجہ کے صدر کا فون آیا ہے"۔ وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"تب پھر.... وہ کیا کہتے ہیں؟"

"ان کا کہنا ہے.... ان کے وفد کے سربراہ پیٹر ڈوئی کے قاتل کو ان کے حوالے کیا جائے"۔

"ابھی ہم یہ معلوم نہیں کر سکے کہ قاتل کون ہے؟" انہوں نے منہ بنایا۔

"تم سمجھے نہیں جمشید"۔

"جی! کیا مطلب؟"

"ان کا مطالبہ ہے.... تمہیں ان کے حوالے کیا جائے"۔

"اوہ.... اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

چند لمحے تک خاموشی طاری رہی.... پھر انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"لیکن میں نے پیٹر ڈوئی کو قتل نہیں کیا"۔

"ان کا کہنا ہے.... تم یہ بات ان کے ملک میں عدالت میں ثابت کرو.... وہ وہاں تمہارا جرم ثابت کریں گے"۔

"اوہ! تو ان کا پروگرام یہ ہے"۔

"ہاں"۔ صدر صاحب بولے۔

"آپ کیا کہتے ہیں"۔

"میں تم سے پوچھتا ہوں.... میں ان سے کیا کہوں؟"

"سر! میں نے تو خیر یہ قتل کیا نہیں.... لہٰذا کیوں نہ ہم یہ معاملہ باہمی حل کریں"۔

"انشارجہ کی حکومت کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے"۔

"پھر.... کیا آپ مجھے ان کے حوالے کرنا چاہتے ہیں"۔

"نن نہیں جمشید نہیں.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... لیکن جمشید.... یہ ایسا کرنا پڑے"۔

"کیا فرمایا آپ نے.... ایک طرف آپ فرما رہے ہیں.... یہ کیسے ہو سکتا ہے' دوسری طرف کہہ رہے ہیں' شاید ایسا کرنا پڑے"۔

نہیں بتا رہے کہ وہ آلہ کہاں ہے یا کس سمت میں ہے"۔

"حیرت ہے.... آخر کیوں نہیں بتا رہے' سوال تو یہ ہے"۔

"میں.... میں نہیں جانتا"۔ وہ بوکھلا کر بولے۔

"حیرت ہے.... آج آپ کو ہو کیا گیا ہے"۔

"میں نہیں جانتا.... مجھے کیا ہو گیا ہے.... میں تو بس اتنا جانتا ہوں.... میرے آلات اس آلے کی نشان دہی نہیں کر پا رہے.... جس کے ذریعے ہماری بات چیت سنی جا رہی ہے"۔

"کیا آپ سمت بھی نہیں بتا سکتے.... یعنی کس سمت میں وہ لوگ موجود ہیں.... جہاں بات سنی جا رہی ہے"۔ محمود نے بے چین ہو کر کہا۔

"نہیں.... آلات سمت بھی نہیں بتا رہے"۔

"او کے! آیئے ذرا گھر سے نکل کر دیکھتے ہیں.... گھر سے باہر آپ کے آلات کیا کہتے ہیں"۔

وہ گھر سے نکل آئے.... اور کافی فاصلے پر جا کھڑے ہوئے۔ اب انہوں نے اپنے آلات کا جائزہ لیا.... تو ان کی آنکھیں ارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"اف میرے مالک.... ہماری باتیں اس جگہ سے بھی وہ سن رہے ہیں"۔

عین اس لمحے ان کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی۔

وہ سب چونک اٹھے۔

پھر انسپکٹر جمشید نے فون کو کان سے لگا لیا۔

○☆○

"خون آلود خنجر انسپکٹر جمشید کی الماری میں پایا گیا"۔

"الماری پر تالا لگا ہوا تھا"۔

"وفد کے ارکان کا کہنا ہے یہ قتل انسپکٹر جمشید نے خود کیا ہے"۔

"انسپکٹر جمشید کو اب تک گرفتار نہیں کیا گیا"۔

"آخری اطلاعات آنے تک وفد نے اس عمارت سے کسی اور عمارت میں جانے کا فیصلہ کر لیا تھا"۔

"وفد کو اب انسپکٹر جمشید پر کوئی اعتبار نہیں رہا"۔

یہ اور اس قسم کی اور بے شمار سرخیاں لگائی گئی تھیں.... جن میں تمام تر ذمے داری صرف اور صرف انسپکٹر جمشید پر ڈالی گئی تھی۔ یہ خبریں پڑھ کر وہ سکتے میں آ گئے.... غیر ملکی اخبارات نے تو جو شائع کیا تھا کیا.... ملکی اخبارات بھی کسی طرح پیچھے نہیں رہے تھے.... اور اس بات پر انہیں حیرت تھی۔

"یہ سب کیا ہے جمشید"۔ پروفیسر داؤد نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"بس دیکھتے جائیں.... یہ ہمارے خلاف کوئی سوچا سمجھا منصوبہ ہے.... ایک بات ذہن میں رہے.... ہماری ہر بات کی.... ہمارے پروگرام کی اطلاع وفد کے ارکان کو ہو جاتی ہے.... اب تک میں لے بار یہ بات بری طرح محسوس کی ہے.... کوئی ایسا طریقہ اختیار کر

ہے کہ ہماری ہر بات سے وہ باخبر ہو جاتے ہیں.... یہاں تک کہ اس وقت بھی ہم جو باتیں کر رہے ہیں.... ان تک پہنچ رہی ہیں"۔

"نن.... نہیں.... نہیں"۔ پروفیسر داؤد اچھل پڑے۔

"میرا خیال ہے.... آپ اپنے آلات کے ذریعے چیک کر لیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے.... اچانک ان کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہو گئے۔

"اف میرے مالک.... تمہارا خیال بالکل ٹھیک ہے جمشید.... ہماری باتیں کہیں سنی جا رہی ہیں"۔

"کیا آپ یہاں چھپایا گیا آلہ تلاش کر چکے ہیں"۔

"نہیں.... یہی تو اس معاملے کی سب سے عجیب بات ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"مطلب یہ کہ میں اس آلے کو تلاش نہیں کر سکا"۔

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"میں خود حیران ہوں' یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"آپ آخر کہنا کیا چاہتے ہیں انکل"۔

"یہ کہ میرے آلات یہ تو بتا رہے ہیں کہ یہاں کوئی ایسا آلہ موجود ہے جس کے ذریعے ہماری بات چیت سنی جا رہی ہے.... لیکن یہ

"آپ کے خیال میں پیٹر ڈولی کا قاتل کون ہو سکتا ہے؟"

"ابھی مجھ سے میرا خیال نہ پوچھو.... زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ حملہ آور یہاں کیسے پہنچ گئے.... جب کہ ہم نے اس عمارت کے بارے میں ابھی تک کسی کو بھی نہیں بتایا"۔

"میرے خیال میں تو جمشید.... اب ہمیں بھی شہر چلنا چاہیے.... ہم وہاں جا کر تیل دیکھیں گے، تیل کی دھار دیکھیں گے.... اور ہاں.... وہ جو تم نے اخبارات منگائے تھے.... ان میں کیا دیکھا"۔

"ان میں مجھے ایک تصویر کی تلاش تھی.... لیکن تصویر مل نہیں سکی"۔ ان کے لہجے میں مایوسی نمایاں تھی۔

"آخر کس کی تصویر؟"

"ابھی کچھ نہ پوچھو.... میں بہت الجھن میں ہوں"۔

"تب پھر چلیے.... گھر ہی چلیں"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔

وہ گھر آ گئے.... بیگم جمشید انہیں دیکھ کر کھل اٹھیں.... اور لگیں بہت تیزی سے ان کے سامنے کھانا لگانے.... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید ہنس پڑے اور بولے۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں.... ابھی ہم یہیں ہیں"۔

"کوئی بھروسہ نہیں اس بات کا.... ہو سکتا ہے.... ابھی صدر صاحب کا فون آ جائے اور آپ اٹھ کھڑے ہوں.... اور یہ کھانا یوں ہی

رکھا رہ جائے"۔

"نہیں.... فی الحال ان کا کوئی فون نہیں آئے گا"۔

"کوئی بھروسہ نہیں"۔ وہ پھر بولیں۔

"اچھا خیر"۔

اس بار وہ کھانا کھانے میں کامیاب ہو گئے.... بلکہ دوسرے روز صبح تک کچھ نہ ہوا.... اخبارات آ گئے.... وہ ان کو دیکھنے لگے اور بار بار اچھلنے لگے.... اس قدر خوفناک انداز میں ان کی ناکامیوں کی خبریں شائع کی گئی تھیں کہ انہیں حیرت کے سمندر میں ڈوب ڈوب جانا پڑا.... وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ ان کے خلاف اس قدر طوفان اٹھایا جائے گا.... ملکی اخبارات نے تو جو شائع کیا تھا.... کیا تھا.... غیر ملکی اخبارات نے تو آسمان سر پر اٹھا لیا تھا.... سرخیاں یہ تھیں۔

"انشارجہ وفد کا سربراہ قتل"

"پاک لینڈ مہمان وفد کی حفاظت نہ کر سکا"۔

"یہ ذمے داری انسپکٹر جمشید کو سونپی گئی تھی"۔

"انسپکٹر جمشید جو محکمہ سراغرسانی کی ریڑھ کی ہڈی ہیں.... ان کی حفاظت کرنے میں بری طرح ناکام ہو گئے"۔

"جس عمارت میں انہیں رکھا گیا، وہاں دو بار بم پائے گئے"۔

"اس پر بھی انسپکٹر جمشید کے کان پر جوں نہ رینگی"۔

"اور آخر کار قتل ہو گیا"۔

"خیر... میں وقت آنے پر یہ بات بھی ثابت کر دوں گا.... اس وقت میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے.... آپ صدر صاحب سے بات کر لیں"۔

"ہم ابھی آپ کے سامنے بات کرتے ہیں"۔

اب جوزف شرنام نے صدر کے نمبر ملائے.... ان کی آواز سن کر اس نے کہا۔

"صاحب صدر.... اب ہم یہاں اس عمارت میں نہیں ٹھہر سکتے"۔

"اب کیا ہوا؟"

اس نے جلدی جلدی ساری تفصیل سنا ڈالی۔

"ریسیور انسپکٹر جمشید کو دیں"۔

"بات چیت سب سن رہے ہیں سر"۔

"جمشید میرے یار.... یہ کیسے ہوا؟"

"ابھی تک ہم جان نہیں سکے.... یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے کی بات ہے"۔

"تب پھر اب تم کیا کہتے ہو؟"

"میں ان کی حفاظت اس عمارت میں تو کر سکتا ہوں.... اگر یہ یہاں نہیں ٹھہر سکتے تو پھر حفاظت کا ذمہ بھی میں نہیں لے سکتا"۔

"آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں مسٹر شرنام؟"

"ٹھیک ہے.... آپ ہماری حفاظت کے لیے کسی اور کو مقرر کر دیں"۔

"او کے.... اب ہم آپ کو ایک اور عمارت میں ٹھہرائیں گے.... اور آپ کی حفاظت کے لئے دوسرے لوگ مقرر کریں گے"۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"بہت بہت شکریہ سر"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ سب لوگ وہاں سے چلے گئے.... انہیں لے جانے کے لیے سرکاری گاڑیاں آئی تھیں.... وہ انہیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

"یہ کیا ہوا ابا جان؟" فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ابھی تک میں کچھ سمجھ نہیں سکا.... آؤ پہلے ان چودہ آدمیوں سے بات کرتے ہیں"۔

وہ خفیہ راستے سے اس کمرے میں پہنچے.... جس میں انہیں قید کیا گیا تھا.... یہ دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خوف ہی خوف پھیل گیا کہ وہ سب مردہ پڑے تھے.... آثار بتا رہے تھے.... شاید انہوں نے زہریلے کیپسول پہلے سے منہ میں رکھے ہوئے تھے۔

"افسوس! ہم ان سے بھی کچھ معلوم نہیں کر سکے.... .... اب کل کے اخبارات طوفان اٹھائیں گے.... وفد کے ایک رکن کے قتل کو اچھالا جائے گا.... اور سارا الزام ہمارے سر تھوپا جائے گا"۔

سرخیاں

انہوں نے بغور ان کی طرف دیکھا۔

"کیا کوئی خاص بات ہو گئی؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اس سے زیادہ خاص بات کیا ہو گی کہ ہمارا ایک ساتھی اس عمارت میں قتل ہو چکا ہے.... اور اس سے زیادہ خاص بات کیا ہو گی کہ اس عمارت میں کوئی دو بار بم رکھ چکا ہے اور اس سے زیادہ خاص بات کیا ہو گی کہ اب یہاں حملہ آور خود بھی آ گئے تھے.... جب کہ باہر آپ کی فورس کے آدمی موجود تھے"۔

"اور ہم نے انہیں گرفتار کر لیا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اس سے کیا ہوتا ہے.... وہ اور بھیج دیں گے"۔

"اگر آپ یہاں سے جانا ہی چاہتے ہیں.... تو آپ کو صدر صاحب سے اجازت لینا ہو گی.... اگر وہ اجازت دے دیتے ہیں تو ہم آپ کو جہاں وہ فرمائیں گے.... پہنچا دیں گے.... لیکن میں اس سے پہلے مسٹر شرنام آپ کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا پسند کروں گا"۔

انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ آپ کی اپنی پارٹی میں کوئی غدار ہے"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"میں یہ بات سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں"۔

"غلط.... بالکل غلط.... بلکہ سو فیصد غلط"۔ شرنام نے چیخ کر کہا۔

"آہستہ آواز میں بات کریں.... ہم لوگوں میں سے کوئی بھی بہرہ نہیں ہے"۔

"آپ نے بات ہی ایسی کی ہے"۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں.... دو بار بم اسی غدار نے یہاں رکھے تھے"۔

"واہ کیا بات کہی.... اور ساتھ میں وہ خود بھی مرنا چاہتا تھا"۔ لاری ہنسا.... انداز میں گہرا طنز تھا۔

"یہ بات نہیں.... وہ بم پھٹنے سے پہلے عمارت سے نکل جاتا.... آپ لوگ یہاں پابند تو ہیں نہیں.... کہیں بھی آ جا سکتے ہیں"۔

"ہم یہ بات نہیں مان سکتے.... آپ اس بات کا ثبوت دیں"۔

"ثبوت ہے پیٹر ڈوئی کا قتل.... قاتل باہر سے نہیں آیا"۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں.... جب کہ اب بھی دشمن کے لوگ اندر آ چکے ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... نہیں اڑائیں گے.... ہمیں نہیں معلوم تھا.... یہ عمارت نہیں چکرخانہ ہے"۔ ایک نے بھنا کر کہا۔

پھر نیلا دھبہ دبایا گیا.... اور کمرے کی دیوار میں واقعی دروازہ نمودار ہو گیا.... وہ فوراً اس دروازے سے باہر نکل گئے.... دروازہ خود بخود بند ہو گیا.... اور ایک دوسرا دروازہ کمرے میں کھل گیا.... اس سے انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی نکل کر اندر آ گئے۔

"چلو بھئی.... ان سے تو مل گئی نجات.... اس کیس کے دوران کم از کم یہ تو ہمیں پریشان کر نہیں سکیں گے.... کیونکہ اب وہ جس قیدخانے میں ہیں.... اس سے نکلنے کا راستا تلاش کرنا ان کے بس کا روگ نہیں.... اور ہمیں انہیں وہاں سے نکالنے کی فرصت اس کیس سے فارغ ہونے کے بعد ہی ملے گی"۔

"لیکن ابا جان.... ان کے اور ساتھی باہر موجود ہوں گے.... ہماری خفیہ فورس کے جوان باہر نیند میں ہیں.... ان کا بھی تو کچھ کرنا ہے"۔

"ہاں آؤ.... پہلے باہر چل کر ان کی خبر لے لیں"۔

وہ باہر آئے.... خفیہ جگہوں میں ان کی فورس کے آدمی واقعی نیند میں نظر آئے.... ان کے لیے ڈاکٹر حضرات کی خدمات حاصل کی گئیں.... تاہم ان کے علاوہ اور دشمن کے آدمی وہاں نظر نہیں آئے.... جس کا مطلب ہے.... وہاں وہی چودہ آدمی آئے تھے.... ان میں سے

چھ پہلے اندر گئے تھے، آٹھ بعد میں.... باہر کے حالات معمول پر آنے کے بعد وہ اندر داخل ہوئے تو جوزف شرنام اور اس کے ساتھی ان کے راستے میں آ گئے.... اس نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اب ہم اس عمارت میں نہیں رہیں گے جناب.... ہمارے لیے کسی دوسری عمارت کا انتظام کیا جائے.... ورنہ ہمیں ابھی اور اسی وقت واپس انشارجہ بھیج دیا جائے.... کیونکہ...." وہ کہتے کہتے رک گیا.... اس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف تھا۔

○☆○

"ہم آپ کے قبضے میں نہیں.... آپ ہمارے قبضے میں ہیں.... یقین نہیں تو ابھی پتا چل جائے گا"۔

"اچھی بات ہے.... پہلے تو پھر یہ طے ہو جانا چاہیے.... کہ کون کس کے قبضے میں ہے"۔

عین اس وقت کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا۔

"ارے! یہ کیا ہوا؟" ایک نقاب پوش چیخا۔

جواب میں کوئی کچھ نہ بولا.... وہ لگے ادھر ادھر ہاتھ چلانے.... دیواروں کو ٹٹولتے ہوئے وہ کمرے کے دروازے تک پہنچ گئے۔

"دروازہ اندر سے بند ہے.... انسپکٹر جمشید.... یہ سب کیا ہے"۔

اب بھی انہیں کوئی جواب نہ ملا.... آخر تین منٹ بعد کمرے میں روشنی ہو گئی.... اور انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"اب بتاؤ دوستو.... تم ہمارے قبضے میں ہو یا ہم تمہارے"۔

انہیں چکر آ گیا.... لگے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے.... کیونکہ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا.... جب کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی اب کمرے میں نہیں تھے.... ان میں سے ایک نے اندر سے دروازے کو کھول دیا.... لیکن دروازہ نہ کھلا.... وہ باہر سے بھی بند تھا۔

"تم کہاں ہو انسپکٹر جمشید.... یہ کیا مذاق ہے؟"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا.... تم نے کہا تھا کہ اس بات کا فیصلہ ہو جانا چاہیے کہ کون کس کے قبضے میں ہے.... سو اب

فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے"۔

"ٹھیک ہے.... ہم مان لیتے ہیں.... اس وقت ہم تمہارے قبضے میں ہیں"۔

"لہٰذا اب یہ بتاؤ.... یہ سب کیا چکر ہے.... ایک وفد جو دوستی کے لیے آیا تھا.... اس کے آتے ہی یہ کیا چکر شروع ہو گیا"۔

"ہم پاک لینڈ سے دوستی کے سخت خلاف ہیں.... جب کہ حکومت دوستی کرنا چاہتی ہے.... لہٰذا ہماری جماعت نے پروگرام بنایا کہ اس وفد کو کام نہیں کرنے دیں گے"۔

"اس صورت میں تمہیں چاہیے تھا.... وفد کو وہیں اپنے ملک میں روکتے.... تب تو یہ تمہاری بہادری سمجھی جاتی.... اب جب کہ وفد یہاں آ گیا ہے اور اس کی ذمے داری ہمارے کندھوں پر آ گئی.... تو تم لگے روڑے اٹکانے.... کیا یہ کوئی اچھی بات ہے"۔

"بات اچھی ہے یا بری.... ہمیں اپنا کام کرنا ہے"۔

"تب پھر اب کرو کام"۔

"آخر ہم اس کمرے سے کس طرح نکلیں گے"۔

"اس کمرے کی دیوار میں.... میرا مطلب ہے سامنے والی دیوار میں.... ایک نیلے رنگ کا دھبہ دکھائی دے گا.... تم اس دھبے کو دبا دو.... مسئلہ حل ہو جائے گا اور ہاں میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں.... ہمارے پھڈے میں ٹانگ نہ اڑاؤ"۔

پھر کھولیں گے.... پھر ہم تہ خانے کا دروازہ کھولیں گے"۔

"تت.... تم.... تم بہت ضدی ہو"۔ ان میں سے ایک نے بھنا کر کہا۔

"کیا کیا جائے.... مجبوری ہے"۔

"او کے.... کھول دو انہیں.... دیکھتے ہیں.... یہ کھل جانے پر ہمارا کیا بگاڑ لیتے ہیں.... پستول ہمارے ہاتھوں میں ہیں"۔

"انہیں کھول دیا گیا.... سب نے اپنے ہاتھ پیر چلا کر دیکھے.... اب ان میں کسی قدر جان آ گئی تھی.... گویا گیس کا اثر ابھی بھی باقی تھا۔

"اب بتاؤ.... دروازہ کیسے کھلے گا"۔

"آپ کو دروازہ کھولنے سے غرض ہے یا طریقہ معلوم کرنے سے"۔

"کھولنے سے غرض ہے"۔

"تو میں کھول دیتا ہوں"۔

"یونہی سہی"۔ ایک نے جھلا کر کہا۔

وہ دیوار کے پاس گئے اور دروازہ کھول دیا.... ان کے پیچھے ساتھی کمرے میں آ گئے۔

"شکریہ.... آپ لوگ آئے تو"۔

"ہم پہلے ہی باہر موجود تھے.... کہیں نہیں گئے تھے.... تہ خ

اچھی طرح دیکھا بھالا.... وہاں تم لوگوں کے علاوہ تو کوئی نہیں ہے"۔

"نہیں.... اور کوئی نہیں ہے"۔

"کیوں انسپکٹر صاحب.... کیا اس عمارت میں کوئی اور تہ خانہ بھی ہے"۔

"تمہیں کس کی تلاش ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"پہلے تم بتاؤ"۔

"اس عمارت میں کیا ہے.... اور کیا نہیں.... یہ صرف ہم جانتے ہیں.... اور دوسروں کو نہیں بتا سکتے.... تم نے رسی کھولنے کے بدلے تہ خانے کا دروازہ کھولنے کا وعدہ کیا تھا.... سو میں نے کھول دیا.... بات برابر ہو گئی.... اب اگر آپ کوئی اور سودا طے کرنا چاہتے ہیں تو اس کی شرائط الگ سے طے کی جائیں گی"۔

"ہم صرف یہ جاننا چاہتے ہیں.... اس عمارت میں کتنے تہ خانے ہیں"۔

"یہ بات میں کیوں بتاؤں.... سوال تو یہ ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس وقت آپ لوگ ہمارے قبضے میں ہیں"۔ ایک نے جھلا کر کہا۔

"یہ آپ کی خوش فہمی ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"حالانکہ یہ بالکل سامنے کی اور سیدھی بات ہے"۔

"اوہ! تو کیا وہ کسی تہ خانے میں اتر گئے ہیں اور تہ خانے کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا ہے"۔

"یہی کہا جا سکتا ہے"۔

"او کے.... تو پھر تم بتاؤ.... تہ خانے کا دروازہ کیسے کھلے گا"۔

"پہلے ہمارے ہاتھ پیر کھولو"۔

"نہیں.... تم اسی طرح بتاؤ.... ورنہ تم پر سختی کریں گے"۔

"چلو پھر سختی بھی کر کے دیکھ لو"۔

"یہ اس طرح نہیں مانیں گے.... سختی کرنا ہو گی"۔ ایک اور نے کہا۔

عین اس وقت بہت سے دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں.... ان میں سے ایک نے فوراً دروازہ بند کر لیا۔

"ہم سے غلطی ہوئی.... ان لوگوں کی آمد کے بارے میں بالکل بھول گئے اور اندر آ گئے"۔

"خیر کوئی بات نہیں.... یہ لوگ ہمارے قابو میں ہیں.... اور جب تک یہ ہمارے ساتھ اندر ہیں، باہر والے کچھ نہیں کر سکتے"۔ تیسرا بولا۔

"اوہو.... لیکن ہم کب تک یہاں رہ سکتے ہیں.... آخر ہمیں کام بھی کرنا ہے"۔

"اور وفد کے ارکان کے ساتھ تم نے کیا کیا"۔

"وہ گہری نیند کے مزے لے رہے ہیں"۔

"اوہ! تو تم نے انہیں بھی سلا دیا"۔

"ہاں! تم بس تہ خانے کے بارے میں بتا دو.... ورنہ تمہیں پھر سے سلا دیا جائے گا اور اس بار تم جلدی نہیں اٹھ سکو گے"۔

عین اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

"سر.... کیا آپ اندر ہیں؟" اکرام کی آواز سنائی دی۔

"دروازہ اندر سے بند ہے اکرام.... اندر ہمارے ساتھ دشمن بھی ہیں اور ہم لوگ اس وقت بندھے ہوئے ہیں.... لہٰذا کوئی قدم نہ اٹھانا.... جب تک میں نہ کہوں"۔

"اوہ سر.... اوہ"۔ اکرام پریشان ہو گیا۔

"پریشان ہونے اور گھبرانے سے کچھ نہیں ہو گا.... صبر کرو.... سکون اختیار کرو.... تیل دیکھو.... تیل کی دھار دیکھو"۔

"او کے.... میں سمجھ گیا"۔ اکرام نے فوراً کہا۔

ان الفاظ میں انہوں نے اکرام کو ایک خفیہ پیغام دیا تھا.... اس کے مطابق اکرام کو حرکت میں آنا تھا۔

"اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو ان رسیوں سے نجات دلا دی جائے.... تو تہ خانے کے دروازے کے بارے میں بتانا ہو گا"۔

"اس کے لیے پہلے ہمیں کھولنا ہو گا.... پہلے آپ ہمارے ہاتھ

جاؤ"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے.... ہم پہلے غور کریں گے، پھر جو کرنا ہے، کریں گے"۔

"کیا تمہارا تعلق انشارجہ کی حکومت کے مخالف گروہ سے ہے"۔

"ہاں یہی بات ہے"۔

"اس کا مطلب ہے.... اب تم لوگ بھی میدان میں کود پڑے آخر.... کیا پیٹر ڈوئی کو تم نے ہلاک کیا ہے؟"

"بالکل! اس میں کیا شک ہے"۔

"بہت خوب! لیکن بھئی.... تم نے میرے کمرے کی الماری میں خون آلود خنجر کس طرح رکھ دیا؟" انہوں نے پوچھا۔

"یہ راز کی بات ہے.... اور ہم راز کی باتیں دوسروں کو نہیں بتایا کرتے.... ہاں اتنا بتا سکتے ہیں کہ جس طرح ہم نے اس عمارت میں دو بار بم رکھا.... اسی طرح خنجر رکھ دیا"۔

"بھئی واہ! جواب پسند آیا.... اچھا تو پھر اب تم غور کر لو"۔

"شکریہ"۔ باہر سے کہا گیا۔

اور پھر دونوں طرف خاموشی چھا گئی.... اسی وقت تہ خانے کے دروازے پر دھپ دھپ ہونے لگی.... انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا اور بولے۔

"عقل سے پیدل لوگ.... ہمارے ہاتھ پیر باندھ دیئے ہیں.... اور دھپ دھپ کر رہے ہیں.... یہ بھی نہیں سوچتے کہ ہم دروازہ کھولنا بھی چاہیں تو نہیں کھول سکتے"۔

"شاید انہیں اپنے ساتھیوں کے آنے کی امید ہے.... وہ یہ دھپ دھپ ان کے لیے کر رہے ہیں"۔ خان رحمان مسکرائے۔

"اوہ ہاں! یہ بات بھی ہے"۔

"یہ اندر دھپ دھپ کیسی ہے؟" اچانک باہر سے پوچھا گیا۔

"یہ بھی راز کی باتوں میں سے ایک بات ہے"۔

"اوہ اچھا"۔ جواب میں کہا گیا اور پھر خاموشی چھا گئی.... آخر پندرہ منٹ بعد دروازہ کھول دیا گیا.... اور آٹھ کے قریب نقاب پوش اندر داخل ہوئے۔

"کہاں ہیں ہمارے ساتھی؟"

"اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دے رکھی ہیں.... دیکھ لو"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"انگارے کیوں چبا رہے ہو؟"

"ان حالات میں اور کیا چیز چبا سکتے ہیں؟"

"ہم دیکھ رہے ہیں.... تم بندھے ہوئے ہو.... ہمارے ساتھیوں نے تم لوگوں کو باندھا اور خود قید میں چلے گئے.... یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی"۔

کیونکہ

دروازے پر زوردار انداز میں دستک دی گئی۔

"دروازہ اندر سے بند ہے.... آپ لوگ اس کو توڑ دیں.... توڑنے کے لیے بھی آلات کی ضرورت پیش آئے گی.... ہم رسیوں سے بندھے ہوئے ہیں' اس لیے اندر سے نہیں کھول سکتے"۔ انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

باہر سے کوئی جواب نہ دیا گیا.... بس خاموشی چھائی رہی۔

"یہ.... یہ خاموشی میری سمجھ سے باہر ہے"۔ فرزانہ ہکلائی۔

"اوہ ہاں ایک منٹ"۔ انہوں نے کہا.... پھر بلند آواز میں بولے۔

"کیا بات ہے بھئی.... آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا.... کیا آپ دفتر سے نہیں آئے"۔

باہر اب بھی خاموشی رہی.... اب تو وہ پریشان ہو گئے۔

"باہر ہمارے دوست نہیں ہیں.... ہو سکتا ہے.... وہ ان کے ساتھی ہوں.... جنہیں ہم نے قید کیا ہے"۔

"اوہ اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"سنئے! کیا آپ ان لوگوں کے ساتھی ہیں.... جنہیں ہم نے قید کیا ہے"۔

"تو وہ بچے اب تم لوگوں کی قید میں ہیں"۔ باہر سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

"ہاں.... یہی بات ہے"۔

"او کے.... تب پھر ہم یہ دروازہ نہیں کھولیں گے.... اور دفتر سے جو لوگ آنے والے ہیں.... ان سے بھی نبٹ لیں گے"۔

"اس طرح تو پھر کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا مطلب.... کیوں کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا"۔ باہر سے چونک کر کہا گیا۔

"تمہارے ساتھی اندر ہم لوگوں کی قید میں ہیں.... اور ہم رسیوں سے بندھے ہوئے ہیں.... اب جب تک تم اندر نہیں آ جاتے.... تمہارے ساتھی بھی تو نہیں چھوٹیں گے"۔

"پہلے تو ہمیں یہ بتایا جائے کہ رسیوں سے بندھے ہونے کی صورت میں تم نے انہیں قیدی کس طرح بنا لیا"۔ باہر سے پوچھا گیا۔

"یہ ایک راز ہے اور راز کی باتیں ہم دوسروں کو نہیں بتایا کرتے.... اگر اس راز کو جاننے کی خواہش ہے تو دروازہ کھول کر اندر آ

جاؤ"۔

"پہلے تہ خانہ کھول کر دکھاؤ.... پھر فیصلہ کروں گا"۔

"اچھا.... میں کھولتا ہوں"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید ایک دیوار تک گئے.... پھر نہ جانے انہوں نے کیا کیا.... دیوار میں دروازہ نمودار ہو گیا اور انہیں سیڑھیاں نظر آنے لگیں۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات.... اب آئے گا مزا.... چلو انسپکٹر جمشید.... تم بھی کیا یاد کرو گے.... تمہارے بیٹے کی زبان اس خوشی میں بخشی.... ان لوگوں کو باندھ دو بھئی.... اگرچہ یہ کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں.... لیکن ادھر ادھر آ جا تو سکتے ہیں نا.... جب کہ میں چاہتا ہوں.... جب ہم اوپر آئیں.... یہ اسی طرح بے بس ملیں یہاں"۔

"او کے باس"۔ اس نے کہا۔

انہوں نے جیبوں سے رسیاں نکالیں اور ان سب کو باندھنا شروع کر دیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ تہ خانے میں اتر گئے.... انہوں نے ان کی طرف طنزیہ انداز میں دیکھا بھی.... جب آخری آدمی نیچے اترا تو تہ خانے کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا.... ساتھ ہی تہ خانے کے دروازے پر دھپ دھپ ہونے لگی۔

"بے چارے.... چالاک کہیں کے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لیکن اب ہم رسیوں سے کیسے آزاد ہوں گے.... انہیں تو ہم نے پھانس لیا تہ خانے میں"۔

"ان بے چاروں کو کیا پتا.... یہ عمارت دشمنوں کے لیے عمارت نہیں.... چوہے دان ہے.... اسی لیے تو اس وفد کے لیے ہم نے اس کا انتخاب کیا تھا"۔ انسپکٹر جمشید مسکراتے ہوئے بولے۔

"میں نے رسی کی بات کی تھی"۔ خان رحمان بولے۔

"اوہ! آپ فکر نہ کریں انکل.... ابا جان بہت پہلے دفتر والوں کو خبردار کر چکے ہیں.... اور وہ آ ہی رہے ہوں گے"۔

"ہاں خان رحمان.... جب میں نے دیکھا کہ ہم بے بس ہو گئے ہیں.... تو اس وقت میں نے ہاتھ پر بندھی گھڑی کے ذریعے دفتر والوں کو خطرے کا اشارہ دے دیا تھا.... وہ آتے ہی ہوں گے.... جب کہ یہ لوگ اب پھنس چکے ہیں.... اب انہیں چاہیے.... تھوڑی سی گیس سے خود نیند کے مزے لے لیں"۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

عین اس وقت انہوں نے دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔

○☆○

"یہ..... یہ ہمیں کیا ہوا؟"

"یہ اس گیس کا اثر ہے..... لیکن تم سو کیوں نہیں سکے"۔

انہوں نے اپنی کٹی انگلیاں آگے کر دیں۔

"ہم نے سینکڑوں سال پرانا طریقہ اختیار کیا تھا..... انگلیوں پر نشتر لگا کر ان پر نمک چھڑک دیا تھا..... اس طرح ہمیں اس قدر تکلیف ہوئی کہ نیند بے چاری بھاگتی نظر آئی"۔ فاروق مسکرایا۔

"کیا کہا..... نیند نظر آئی تھی"۔ ایک نقاب پوش نے حیران ہو کر کہا۔

"محاورۃً" نظر آئی تھی..... آپ میں سمجھ ذرا کم ہے..... خاص طور پر بامحاورہ اردو کے لحاظ سے"۔

"اچھا زیادہ ٹرٹر نہ کرو..... پچاس مرتبہ کہا جا چکا ہے..... تم نہ بولو"۔ دوسرا نقاب پوش تلملا اٹھا۔

"اب..... اب نہیں بولوں گا"۔ فاروق گھبرا گیا۔

"یہ تو تم پہلے بھی کہہ چکے ہو..... تمہارا تو کچھ انتظام کرنا ہی پڑے گا..... اس کی زبان گدی سے کھینچ لو بھئی"۔

"بھئی واہ..... یہ اچھا فیصلہ ہے"۔ محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"میں نے یہ بات محاورۃً" نہیں..... سچ مچ کہی ہے..... چاقو سے اس کی زبان کاٹ لو"۔

ارے نہیں..... ایسا کرنے کی ضرورت نہیں..... اب یہ بے چارہ

نہیں بولے گا"۔ اکبر جمشید بولے۔

"چلو کاٹ لو اس کی زبان"۔ پہلا غرایا۔

"نہیں بھئی..... ایسا خوفناک مذاق نہ کرو"۔ خان رحمان گھبرا گئے۔

"مذاق کیسا..... تم لوگ اس وقت پوری طرح ہمارے قابو میں ہو..... ہم اس کی زبان کاٹ سکتے ہیں"۔

"ارے باپ رے..... یار کیوں مذاق کرتے ہو"۔

"دبوچ لو اسے..... منہ بھینچ ڈالو..... یہ خود بخود زبان باہر نکال دے گا..... بس پکڑ کر کاٹ لینا"۔ پہلے نے گویا ترکیب بتائی۔

"ارے ارے..... کیا ہو گیا ہے تمہیں..... کیوں اس غریب کی زبان کے پیچھے پڑ گئے ہو' وہ بھی ہاتھ دھو کر"۔ انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں اور کیا..... اس کے پاس لے دے کر ایک زبان ہی تو ہے"۔ پروفیسر بولے۔

"اگر تم لوگ زیادہ بولے تو پھر تم لوگوں کی زبانیں بھی کاٹ لی جائیں گی"۔

"نن نہیں..... نہیں..... ایسا نہ کرو..... آخر تم کیا چاہتے ہو"۔

"تہ خانے کا پتا"۔

"میں پتا بتانے کے لیے تیار ہوں..... تم اپنے ارادے سے باز آ

"نن.... نہیں"۔ انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے۔

"آپ کو کیا ہوا؟"

"باہر باقاعدہ عملہ موجود ہے.... اس کے ہوتے ہوئے آپ اندر داخل نہیں ہو سکتے تھے.... آپ نے میرے عملے کے ساتھ کیا کیا؟"

"اسے بھی میٹھی نیند سلا دیا.... آس پاس کے تمام جانور تک اس وقت میٹھی نیند سو رہے ہیں.... حیرت ہے تو اس بات پر.... کہ آپ لوگوں کی نیند اس قدر کچی کیوں ہے"۔

"جی بس کیا بتائیں.... ہم خود اس نیند کے ہاتھوں تنگ ہیں.... ذرا کوئی چیز لگتے ہی ٹوٹ جاتی ہے"۔ فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"حد ہو گئی.... میں نے پہلے بھی کہا تھا.... کوئی اور بات نہیں کر سکتا یہاں"۔

"فاروق! میرا خیال ہے.... اب مجھے بات کرنے دو.... معاملہ بہت سنگین ہو گیا ہے.... ہمارے ساتھی باہر بے ہوش پڑے ہیں.... ان کی بے ہوشی کی قیمت میں ان سے لوں گا"۔

"اوہ نن.... نہیں.... کیا کہا آپ نے.... بے ہوشی کی قیمت لیں گے آپ ان سے.... کمال ہے"۔ فاروق جلدی جلدی بولا۔

"پھر بول پڑے تم؟"

"اب.... اب نہیں بولوں گا"۔ فاروق نے یہ کہہ کر منہ پر ہاتھ

رکھ لیا۔

"بتاؤ.... تم نے ان کے ساتھ کیا کیا"۔

"صرف گہری نیند میں ہیں.... ویسے ہم چاہتے تو اس نیند کو موت کی نیند میں بدل سکتے تھے"۔

"اوہ اچھا.... اگر وہ صرف بے ہوش ہیں.... تب تو میں تم لوگوں کے ساتھ نرم سلوک کروں گا اور اگر وہ مارے جا چکے ہیں تو پھر تم بھی یہاں سے زندہ نہ جا سکو گے"۔

"تم بہت بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہو مسٹر.... اس وقت پوری طرح تم لوگ ہمارے قبضے میں ہو.... اس گیس سے اگر تم بے ہوش نہیں ہوئے تھے.... تب بھی گیس اپنا اثر کیے بغیر نہیں رہی.... یقین نہ ہو تو تجربہ کر لو"۔

"تجربہ کر لیں.... کیا تجربہ کر لیں؟"

"ایک دوسرے کو کوئی مکا مار کر دیکھ لو.... پتا چل جائے گا"۔

"کک.... کیا پتا چل جائے گا"۔

"یہ کہ تم میں کس حد تک طاقت موجود ہے"۔

"اوہو اچھا"۔ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

پھر انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھا کر محمود کی کمر پر رسید کرنا چاہا.... لیکن وہ ہاتھ بس تھوڑا سا اٹھا سکے.... جب کہ اس سے پہلے انہیں احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ اس حد تک کمزور ہو چکے ہیں"۔

"ہاں! ہم مجبور تھے"۔

"اگر آپ مجبور تھے تو ہم نے آپ کو معاف کیا... آگے فرمایئے... ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں"۔

"وفد کے ارکان سے تو ہم خود نبٹ لیں گے... انہوں نے جو چکر چلایا ہے... اس چکر کی ہوا نکال دیں گے... آپ لوگ بتائیں... آپ کس چکر میں ہیں"۔

"کک... کیا کہا... چکر کی ہوا"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں جناب! آپ کو کیا ہوا؟"

"یہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے... چکر کی ہوا"۔

"سنا آپ نے؟" محمود نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی... میں نے پوچھا تھا... آپ کس چکر میں ہیں"۔

"ہم کیوں ہوتے کسی چکر میں... چکر میں تو آپ کے ان وفد کے ارکان نے ڈالا... نو آدمی آئے تھے... اب آٹھ رہ گئے ہیں... نواں آدمی مقتول بن گیا... ایسا کرنے کے لیے ان سے ہم نے تو نہیں کہا تھا"۔

"آپ لوگ سیدھی طرح بات نہیں کر سکتے"۔ ایک نے جھلا کر کہا۔

"آخر آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟"

"ہم نے اس عمارت کی تلاشی لی ہے"۔

"بھئی واہ... بہت اچھا کیا آپ نے... پھر کیا ملا تلاشی لینے پر"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی... تم مذاق کے بغیر بات نہیں کر سکتے"۔

"چلئے... اب مذاق کے بغیر بات کر لیتا ہوں... کیا ملا آپ کو تلاشی لینے پر"۔

"جس چیز کی تلاش ہمیں ہے... وہ نہیں ملی... اس عمارت میں ضرور کوئی تہہ خانہ ہے... اور ہم اس کا راستا تم سے پوچھنے آئے ہیں... بس اتنی سی بات ہے"۔

"بس اتنی سی بات... کمال ہو گیا... اس اتنی سی بات کے لیے آپ ہمیں میٹھی نیند کیوں سلانا چاہتے تھے... ویسے ہی پوچھ لیتے... ارے ہاں... یاد آیا... آپ نے اس میٹھی نیند کا انتظام کس طرح کیا تھا؟"

"تمہارے کمرے میں ایک گیس چھوڑ کر"۔

"اس گیس کا نام ہمیں بھی بتا دیں"۔

"خاموش... کان پکنے لگے ہیں تمہاری آواز سن کر... کیا یہاں باقی سب لوگ گونگے ہیں"۔

"ارے ہائیں... ہم نے اہم بات تو پوچھی ہی نہیں... آپ لوگ عمارت میں داخل کس طرح ہو گئے"۔ محمود چونکا۔

"یہ کیا مشکل تھا بھلا"۔

تجربہ کرلو

"حیرت ہے.... کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" محمود بڑبڑایا۔

"ہم لوگوں کو نیند کے حوالے کر کے وہ اپنا کام کرنا چاہتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تو ان کے خیال میں ہم سو چکے ہیں"۔

"نیند لانے کے لیے انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا' اس پر انہیں بھروسہ ہو گا نا"۔

"لیکن جمشید.... اس کمرے سے نکلنا ہمارے لیے کیا مشکل ہے؟" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"کوئی مشکل نہیں.... اس عمارت کے کسی بھی کمرے میں داخل ہونا اور اس سے نکلنا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے.... اور سچ تو یہ ہے کہ اسی لیے تو میں انہیں یہاں لایا تھا"۔

"یہ تو خیر آپ نے اچھا کیا تھا.... کیا خیال ہے.... ہم باہر نکل کر دیکھیں.... اب کون کیا کر رہا ہے"۔

"کوئی ضرورت نہیں.... وہ خود ہی یہاں آئیں گے.... انہیں آنا پڑے گا"۔

"اس کا مطلب ہے' ان لوگوں کا مخالف گروپ واقعی سرگرم ہے"۔ پروفیسر داؤد نے خیال ظاہر کیا۔

"نظر یہی آتا ہے"۔

"تب پھر قاتل وہی ہو گا"۔ خان رحمان نے کہا۔

"اب وہ آواز سے باتیں کر رہے تھے.... قریباً" ایک گھنٹے کے بعد انہوں نے دروازے پر دستک سنی۔

"اس کا مطلب ہے.... باہر سے دروازہ کھول دیا گیا ہے"۔ فرزانہ نے سرگوشی کی۔

"یہی کہا جا سکتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے اور محمود کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔

جونہی دروازہ کھلا.... چھے نقاب پوش محمود کو دھکیلتے ہوئے اندر آ گئے.... ان میں سے ایک نے دروازہ فوراً" اندر سے بند کر دیا.... ان کے ہاتھوں میں خطرناک قسم کے پستول تھے۔

"ہمیں افسوس ہے"۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"کس بات پر؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس بات پر کہ ہمیں اس طرح اندر داخل ہونا پڑا"۔

"اس سے پہلے دروازہ بھی تو آپ نے باہر سے بند کیا تھا"۔

ہے.... کہ نہیں سکتے.... اس لیے کہ میں نے سنا ہے"۔ خان رحمان کہتے کہتے رک گئے۔

"کیا سنا ہے آپ نے انکل.... مہربانی فرما کر ہمیں بھی سنا دیں"۔

"یہ کہ نیند تو پھانسی کے تختے پر بھی آ جاتی ہے"۔

"اوہ ہاں.... خیر دیکھا جائے گا.... جونہی ہمیں نیند کا جھونکا آئے گا.... ہم اور نمک چھڑک دیں گے"۔

"دوسروں کے نمکوں پر زخم چھڑکنے کا ذکر ہم نے ضرور پڑھا ہے.... آج اپنے نمکوں پر زخم چھڑکنا پڑ گیا"۔ فاروق مسکرایا۔

"حد ہے.... ہے کوئی تک اس جملے کی"۔ فرزانہ جل گئی۔

"کیوں.... کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی"۔

"نہیں تم اور کوئی غلط بات کہہ دو.... ہو نہیں سکتا.... تم نے کہا صرف یہ ہے کہ نمکوں پر زخم.... اور یہ کوئی غلط بات نہیں ہے"۔ محمود نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اوہ.... معاف کیجئے گا پنکل اروفیسر"۔ فاروق نے گڑبڑا کر کہا۔

"معافی مانگو خان رحمان سے.... میں نے تمہیں کچھ نہیں کہا.... مجھے تو تمہاری یہ الٹی سلٹی بات پسند ہے"۔

"آپ کا شکریہ.... انکل ہوں تو آپ جیسے"۔

"باکیں اور انکل خان رحمان جیسے نہ ہوں"۔ فرزانہ نے آنکھیں نکالیں۔

"بالکل انکل ہوں تو ان جیسے.... انہیں میرے خلاف کرنے کی ناکام کوشش نہ کرو.... منہ کی کھاؤ گی.... اور آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا"۔

"چلو یہ تو خیر اچھا ہے.... اخبارات میں ریٹ لسٹیں نہیں دیکھوں گی"۔

"ارے.... وہ.... وہ کہاں گئی"۔ پروفیسر چونکے۔

"کک.... کون انکل.... آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟"

"نیند کی.... وہ کہاں غائب ہو گئی"۔

عین اس لمحے انہوں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی.... وہ چونک اٹھے.... انسپکٹر جمشید نے فوراً اٹھ کر دیکھا۔

وہ دھک سے رہ گئے.... ان کے اس کمرے کا دروازہ باہر سے کسی نے بند کر دیا تھا۔

○☆○

کھوئے انداز میں کہا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... میں بھی نیند محسوس کر رہا ہوں"۔

"ارے باپ رے"۔ فاروق گھبرا گیا۔

"اب تمہیں کیا ہوا؟" انہوں نے منہ بنایا۔

"نن... نیند... نیند آ رہی ہے"۔

"اب تو اس نیند کا کچھ انتظام کرنا ہو گا... خود میں بے تحاشا نیند محسوس کر رہا ہوں"۔

"تب... ہمیں کسی چیز میں نیند کی کوئی دوائی دی گئی ہے"۔

"نہیں جمشید... ہم نے تو دوپہر سے کچھ نہیں کھایا اور رات کے کھانے کا وقت ابھی ہوا نہیں... بلکہ آج تو ہم نے شام کو چائے بھی نہیں پی"۔ خان رحمان نے کہا۔

"لیکن کوئی بات تو ہے... کہ ہم سب کو یکایک نیند آنے لگی ہے... پہلے تو اس طرح کبھی نیند نہیں آئی"۔

"ہاں جمشید... ہمیں اس نیند کا کچھ کرنا ہو گا"۔

"آپ بتائیں... کیا کیا جائے"۔

"میں ڈاکٹر نہیں ہوں... تم ضرور ہومیو ڈاکٹر ہو"۔

"اوہ ہاں! لیکن اس وقت یہاں میرے پاس دوائیں نہیں ہیں"۔

"ابا جان! مجھے پرانے زمانے کی کہانیاں یاد آ رہی ہیں"۔ فاروق نے ہانک لگائی، ساتھ میں اس نے ایک لمبی جمائی بھی لی۔

"لیجیے اور سنئے... ان صاحب کو ایسے میں پرانے زمانے کی کہانیاں یاد آنے لگیں"۔ فرزانہ بولی۔

"شاید اس لیے کہ نیند اور کہانیوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے"۔ محمود نیند کے عالم میں ہنسا۔

"اوہو! یہ بات نہیں ہے... ان کہانیوں میں جب کسی کردار کو جاگتے رہنے کا مسئلہ پیش آتا تھا... اور نیند اسے خوب ستاتی تھی... تو وہ اپنی انگلی تھوڑی سی کاٹ لیتا تھا... یعنی چاقو سے نشتر لگاتا تھا... اور اس جگہ نمک یا مرچ چھڑک دیتا تھا... اس طرح وہ نیند کو بھگاتا تھا"۔

"تت... تمہارا مطلب ہے... آج ہم ان پرانی کہانیوں والا طریقہ آزمائیں"۔

انسپکٹر جمشید اداس انداز میں مسکرائے۔

"ارے باپ رے... یہ تو بہت خوفناک طریقہ ہے"۔ پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

"لیکن شاید... آج ہمیں ایسا کرنا ہو گا"۔

"اچھی بات ہے... محمود اپنا چاقو نکالو"۔

انہوں نے چاقو سے انگلیوں پر ہلکے ہلکے ٹک لگائے... اور اس جگہ نمک چھڑک دیا... انہیں شدید تکلیف ہونے لگی... اور نیند بھاگتی ہوئی محسوس ہوئی

"وقتی طور پر تو یہ تکلیف کارگر رہی... اس کے بعد کیا ہوتا

میں عورت صرف ایک ہے.... تم نے اس کے بالوں کو غور سے دیکھا"۔

"جی بالکل.... یہ اس کا نہیں ہے.... ویسے اباجان.... اس بار مسز لاری نے ایک آئیڈیا دیا ہے.... اور وہ آئیڈیا واقعی سوچنے والا ہے"۔

"وہ ہے کیا؟" انہوں نے منہ بنایا۔

"یہ کہ یہ حرکات ان کے مخالف گروپ کی ہیں.... وہ ان کے مشن کو خراب کرنے پر تل گیا ہے.... وہ بم بھی اسی گروپ نے رکھے تھے"۔

"مگر ہمارے آلات اس بات کی نفی کرتے ہیں.... ہم نے فلم دیکھی ہے.... عمارت میں ہم لوگوں یا ان لوگوں کے علاوہ کوئی اور نظر تک نہیں آیا"۔

"ہو سکتا ہے.... وہ لوگ بہت چالاک ہوں.... انہوں نے بھانپ لیا ہو کہ انہیں فلم میں دیکھ لیا جائے گا.... لہٰذا وہ کسی ایسے طریقے سے داخل ہوئے کہ فلم میں نہیں آئے"۔

"اس بات کا امکان ہے.... اور ہم اس پر غور کریں گے"۔

"آپ کا اخبارات والا کام کہاں تک پہنچا؟"

"مکمل ہو گیا.... اب ہم سب اپنے مشترکہ کمرے میں چلیں گے.... اور غور کریں گے.... میں تم سب کو غور کی دعوت دیتا ہوں"۔

"حد ہو گئی جمشید.... دعوت بھی دی تو غور کی"۔ پروفیسر داؤد نے جھلا کر کہا۔

"فکر نہ کریں پروفیسر صاحب.... وہاں کھانے پینے کے لیے بھی چیزیں ہیں.... غور کی دعوت کے ساتھ ساتھ ان چیزوں سے بھی تواضع کی جائے گی"۔

"بہت خوب! تب یہ دعوت رنگین دعوت ہو گی"۔ وہ خوش ہو گئے۔

"وہ کمرے میں داخل ہوئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا.... انسپکٹر جمشید نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں اشارہ کیا کہ کوئی راز کی بات منہ سے نہ نکالی جائے.... اس لیے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔

"کیا کہہ رہے ہیں اباجان.... ہماری اس خفیہ عمارت کی دیواروں کے کان کس طرح ہو سکتے ہیں؟"

"بھئی ہماری اس عمارت میں دو بم پائے گئے.... یہ ذہن میں رکھو"۔

"یہ.... یہ کیا مجھے نیند آ رہی ہے"۔

"لیکن اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے انکل"۔

"بہت بڑی بات.... جب تک میرا سونے کا وقت نہیں ہو جاتا.... اس وقت تک مجھے کبھی نیند نہیں آتی"۔ انہوں نے کھوئے

"یہ کہ یہ کام ہمارا نہیں اور آپ لوگ بھول رہے ہیں کہ ایک گروہ ہے.... جو ہماری دوستی کے اس مشن کے شدید خلاف ہے.... ہمیں اس چکر میں الجھانے کا کام اس کا ہے.... تاکہ دوستی کے بجائے ہم یہاں سے دشمنی اور نفرت لے کر جائیں"۔

"ہوں.... ٹھیک ہے.... ہم اس پہلو پر غور کریں گے"۔

"میں آپ کو ایک اور اشارہ دے سکتا ہوں"۔ لاری مسکرایا۔

"اور وہ کیا انکل یا.... لا.... ری"۔ فاروق نے گڑبڑا کر کہا۔

"عمارت میں دو بار کسی نے بم رکھا تھا.... تو وہ الماری میں خنجر کیوں نہیں رکھ سکتا تھا"۔

"اوہ ہاں! یہ پہلو واقعی بہت زبردست ہے اور اس طرف ہم نے دھیان نہیں دیا تھا' لیکن اب ہم دھیان دیں گے"۔

"شکریہ بہت بہت"۔

"شکریہ تو انکل لاری ہمیں آپ کا ادا کرنا چاہیے.... آپ نے ہمیں ایک نیا رخ دیا ہے سوچنے کے لیے"۔

"محمود نے خوش ہو کر کہا اور آگے بڑھا.... اب ان کی نظریں ریٹا کے بالوں پر تھیں.... انہیں ایک دھکا سا لگا.... اور پھر وہ وہاں سے پلٹ آئے.... جب وہ واپس مڑے تو انہوں نے ریٹا کی آواز سنی۔

"پتا نہیں.... کیا بات ہے.... یہ میرے بالوں کو گھور رہے تھے"۔

"صرف آپ کے بالوں کو نہیں مسز ریٹا.... یہ سب کے بالوں کو دیکھنے آئے تھے.... انہیں شاید کسی خاص جگہ سے کوئی بال ملا ہے.... ویسے ان کی حرکتیں بہت پیاری ہیں.... وہ تجربہ کس قدر دلچسپ تھا"۔ انہوں نے لاری کی آواز سنی۔

"اوہ ہاں.... واقعی مسٹر لاری"۔

اور وہ اس کمرے میں آ گئے۔

"حیرت ہے' افسوس ہے.... کمال ہے.... یہ بال تو ان میں سے کسی کا بھی نہیں ہے"۔

"اس کا مطلب ہے.... ہمیں واقعی دوسرے گروپ کے بارے میں سوچنا پڑے گا.... کہیں یہ ساری کارروائی اسی گروپ کی نہ ہو"۔

"لیکن ابھی تک.... ہم نے اس گروپ کے کسی آدمی کی جھلک تک نہیں دیکھی"۔

"دیکھ لیں گے جھلک.... جھلک کا کیا ہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید آتے نظر آئے۔

"کیوں بھئی.... تمہاری تفتیش کچھ آگے بڑھی"۔

"جی ہاں! الماری سے ہمیں یہ بال ملا ہے.... لیکن یہ بال ان میں سے کسی کا نہیں ہے"۔

"اوہ اچھا.... لیکن یہ بال تو فرزانہ کا بھی نہیں ہے.... اور ان

نیند آ رہی ہے

"یہ.... یہ دیکھ رہے ہو بھئی.... بال.... لمبا بال.... جیسے کسی عورت کا ہوتا ہے.... وہ بھی سنہری رنگ کا"۔

"بب بال.... ارے باپ رے.... تت تو کیا مسز ریٹا قاتل ہے؟" محمود نے چونک کر کہا۔

"کم از کم خنجر یہاں رکھنے کا کام ضرور اس نے کیا ہے' اس لیے کہ ان کے درمیان کوئی اور عورت تو ہے نہیں"۔ فاروق بولا۔

نہیں بھئی.... یہ بھی تو دیکھنا ہو گا.... یہ بال اس کا ہے بھی یا نہیں"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"اوہ ہاں! ارے.... فرزانہ کہیں یہ تمہارا تو نہیں"۔ محمود ہنسا۔

"اوہ ہاں! پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے.... ورنہ وہ لاری کا بچہ بھی کہے گا.... اور ہمارا خوب مذاق اڑائے گا"۔

"پتا نہیں کیا بات ہے.... ان میں سے مجھے سب سے زیادہ خطرناک لاری نظر آتا ہے"۔

محمود نے فرزانہ کے بالوں پر نظریں جما دیں' پھر اس بال سے

ان کا موازنہ کیا.... اور پرسکون آواز میں بول اٹھا۔

"خدا کا شکر ہے.... یہ بال کم از کم فرزانہ کا نہیں"۔

"چلو یہ تو طے ہوا.... اب آؤ.... ریٹا کے بالوں کو بھی دیکھ آئیں.... لیکن اسے بتائیں گے کچھ نہیں"۔

"ہوں ٹھیک ہے"۔

وہ الماری بند کر کے باہر نکل آئے.... بال محمود کی چٹکی میں تھا اور اب اس نے اس کو اس طرح پکڑ رکھا تھا کہ کسی کو نظر نہیں آ سکتا تھا.... انہوں نے دیکھا.... وہ لوگ برآمدے میں گپیں ہانک رہے تھے.... تینوں ان کے پاس سے گزرنے لگے.... وہ ایک ایک کے سر کا بغور جائزہ لے رہے تھے.... وفد کے ارکان بھی انہیں عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگے.... چاڑ نائے سے رہا نہ گیا۔

"کیا دیکھ رہے ہو بھئی؟"

"ایک چیز"۔ محمود مسکرایا۔

"آپ لوگ دراصل اس خیال میں ہیں کہ قاتل ہم ہیں یا ہم میں سے کوئی ہے' لیکن آپ ایک بات بھول رہے ہیں"۔ لاری کی سرسراتی آواز نے انہیں ہلا کر رکھ دیا۔

"اور وہ کیا انکل یاری"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"یاری نہیں لاری"۔ لاری نے منہ بنایا۔

"اوہ ہاں لاری.... مسز لاری.... آپ ہمیں کیا بتانا چاہتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے.... آپ قاتل کو پکڑ لیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔
بنی نے منہ بنایا۔

وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان آ گئے۔

"فرزانہ تم بتاؤ.... تمہارے ذہن میں کیا ہے.... تم نے جو تجزیہ کیا.... اس کے مطابق میں تو اب قاتل نہیں رہا' سوال یہ ہے کہ قاتل کون ہے.... اسے قتل کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی"۔

"قاتل ان میں سے کوئی ایک ہے.... لیکن ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے.... یہ قتل بہت زبردست منصوبہ بندی سے کیا گیا ہے"۔ فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"اچھی بات ہے.... میں ذرا ان اخبارات پر کام کروں گا.... تم پوری طرح آزاد ہو.... دیکھتا ہوں.... کوئی کام کر کے دکھاتے ہو یا نہیں.... خان رحمان اور پروفیسر صاحب بھی تمہارے ساتھ رہیں گے"۔

"بہت بہتر"۔

اور پھر وہ چلے گئے.... اس وقت فاروق نے کہا۔

"ایک بات طے ہے.... اور وہ یہ کہ قاتل ابا جان کی الماری تک ضرور آیا تھا.... آخر اس نے الماری میں خنجر رکھا تھا"۔

"تب پھر.... اس سے ہم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں"۔

"ہو سکتا ہے.... وہ اپنی کوئی چیز چھوڑ گیا ہو"۔

"ایسی بات ہوتی تو کیا وہ چیز ہمیں نظر نہ آ جاتی.... جب کہ ہم

الماری کا جائزہ لے چکے ہیں"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"اس قدر باریک بینی سے معائنہ نہیں کیا تھا ہم نے.... آؤ.... ایک بار اور لے لیں جائزہ.... ویسے میرا خیال ہے.... میں نے وہاں ایک چیز دیکھی تھی.... اس وقت دھیان نہیں دے سکا تھا.... بعد میں اس چیز کا خیال آیا"۔

"کیا واقعی؟" دونوں چونک اٹھے۔

"جھوٹ تو ہم بولتے ہی نہیں"۔

"اوہ ہاں! یہی بات ہے"۔

"تو پھر آؤ.... ذرا ایک بار پھر الماری کا جائزہ لے لیں"۔

وہ اس الماری کے پاس چلے آئے.... اس کا بغور جائزہ لیا گیا.... کھول کر بھی دیکھا گیا.... ایسے میں اچانک فاروق بری طرح اچھلا۔

○☆○

ہے"۔

"اگر آپ نے قاتل کو عدالت کے حوالے کرنے کی اجازت
تو پھر فیصلہ عدالت کرے گی"۔

"اور میں اسے عدالت کے حوالے کیوں نہیں کروں گا"۔

"اس لیے کہ یہ غیر ملکی وفد ہے.... انشارجہ آپ سے اپنے
آدمی طلب کرے گا"۔

"وفد میں سے اگر کوئی شخص مجرم ثابت ہو جاتا ہے تو ہم
واپس نہیں کریں گے، تم فکر نہ کرو"۔

"چلیے پھر ٹھیک ہے"۔

"لیکن میں پھر کہوں گا.... آخر انہیں اپنے ہی کسی آدمی کو
کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔

"میں بتا چکا ہوں سر.... ابھی میں مکمل طور پر اس کیس کی
تک نہیں پہنچا.... مجھے کچھ کام کرنے ہیں"۔

"تب پھر کیا اب مجھے اجازت ہے.... میں اتنا وقت نہیں
سکتا"۔

"بہت بہتر! آپ تشریف لے جائیں.... جو اصل مرحلہ تھا
طے ہو گیا.... اب یہ میری گرفتاری کی بات بھی نہیں کریں گے"۔

"ٹھیک ہے.... پھر بھی کوئی مسئلہ ہو تو مجھ سے بات کر
میری ضرورت ہو گی تو میں حاضر ہو جاؤں گا"۔

"شکریہ سر"۔

اور وہ اپنے وزیروں اور مشیروں کے ساتھ چلے گئے.... اس
وقت تک لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوایا جا چکا تھا.... وفد کے
اراکان ایک طرف چپ چاپ بیٹھے تھے.... ایسے میں خون کا تجزیہ کرنے
والے رپورٹ لے آئے۔

"ہاں بھئی.... کیا رہا"۔

"خنجر پر لگا ہوا خون ان میں سے کسی کا بھی نہیں ہے"۔ انہوں
نے چونک کر کہا۔

"کیا کہا! وفد میں سے کسی کا نہیں ہے"۔

"جی ہاں! وفد میں سے کسی کا نہیں ہے"۔

"اور نہ وہ مقتول کا ہے.... تب پھر آخر.... خنجر پر لگا ہوا خون
کس کا ہے"۔ بٹی نے چلا کر کہا۔

"یہ بات صرف قاتل بتا سکتا ہے"۔ ا جمشید مسکرائے۔

"لیکن قاتل کون ہے؟"

"یہ دیکھنا ہو گا.... کیس پر کام کرنا ہو گا.... آپ میں سے کوئی
بھی قاتل ہو سکتا ہے.... لہٰذا آپ بغیر اجازت کہیں نہیں جائیں گے"۔

"حد ہو گئی.... ہم یہاں مہمان ہیں"۔

"تو کیا ہوا.... قتل بھی تو آپ کا اپنا ایک ساتھی ہوا ہے.... اور
ہم اس قاتل کو پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں"۔

"خنجر پر لگا خون.... آخر وہ کس کا ہے.... جس کا وہ خون ہے.... جونہی وقت ملے گا.... میں ان کو دیکھ لوں گا"۔
بس وہی قاتل ہے"۔

"چلیں پھر پہلے یہ کام کر لیں"۔

"آپ سب کے خون کا نمونہ ہمیں چاہیے"۔

"لے لیں.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔ جوزف نے کہا۔

ان سب کے خون کا نمونہ لیا گیا.... ماہرین خنجر پر پائے جانے والے خون سے ان کے خون کو ملانے لگے اور وہ بے تابانہ انداز میں نتیجے کا انتظار کرنے لگے.... ایسے میں صدر انہیں ایک طرف لے آئے۔

"کیا واقعی جمشید.... تم یہ سمجھتے ہو کہ قاتل ان میں سے کوئی ایک ہے"۔

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے"۔

"لیکن اسے اپنے ہی وفد کے سربراہ کو ہلاک کرنے کی ضرورت تھی"۔

"ابھی تک سر.... ہم یہ معلوم نہیں کر سکے.... لیکن بہت جلد بات بھی سامنے آئے گی.... آپ فکر نہ کریں"۔

"اور جمشید.... تم نے یہ اخبارات منگائے تھے"۔ خان رحمان نے گویا یاد دلایا۔

"ہاں! میں ان میں ایک خبر دیکھنا چاہتا ہوں.... آپ یہ مجھے

"قاتل ایسی بے وقوفی کیسے کر سکتا ہے سر.... کہ خنجر پر اپنا خون لگا لے"۔ اکرام بولا۔

"پہلی بات یہ کہ ہر مجرم کوئی نہ کوئی غلطی کرتا ہے.... وہی غلطی اس کے لیے پھانسی کا پھندا بنتی ہے.... دوسری بات اس کیس میں یہ کہ قاتل تو اس خیال میں تھا کہ بس اس کا منصوبہ مکمل ہے.... مکمل ہیں' لہٰذا کوئی تفتیش نہیں ہو گی.... کچھ نہیں ہو گا.... فوراً جمشید کو گرفتار کر لیا جائے گا.... جیل بھیج دیا جائے گا.... اور پھر سزا بھی سنا دے گی.... اس لیے کہ یہ آخر ایک غیر ملکی وفد کے سربراہ کا قتل ہے.... کوئی معمولی بات نہیں.... اور اس دوران اخبارات کالم کریں گے.... جس سے ہمارے ملک کی خوب بے عزتی ہو گی"۔ جمشید کہتے چلے گئے۔

"کیا مطلب.... کیا یہ لوگ.... مم.... مگر.... نہیں.... یہ کوئی منصوبہ بنا کر نہیں آئے تھے.... یہ قتل اتفاقی ہے"۔ صدر بولے۔

"میں ایسا نہیں سمجھتا.... یہ لوگ باقاعدہ ایک منصوبہ ترتیب دینے کے بعد یہاں آئے ہیں.... ابھی میں اس منصوبے کی تہ تک نہیں پہنچا.... چند اور کام کرنے والے ہیں.... پھر میں آپ کے سامنے پوری بات کروں گا.... اور فیصلہ آپ پر چھوڑ دوں گا"۔

"یہ کیا بھئی.... فیصلہ مجھ پر کیوں.... فیصلہ کرنا تو عدالت کا کام

"لیکن چیخ تو ہم سب نے سنی تھی"۔

"وہ چیخ مقتول کی نہیں قاتل کی تھی"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... چیخ مقتول کی نہیں قاتل کی تھی؟" جوزف شرنام نے بھنا کر کہا۔

"یہی بات ہے جناب! اسی صورت میں قاتل کمرے سے نکلنا نہ آسکتا تھا۔ اس نے اطمینان سے اپنا کام کیا' میرے کمرے میں وہ پہلے ہی خون آلود خنجر رکھ چکا تھا.... اپنے کمرے کے دروازے کے پاس آکر اس نے منہ سے چیخ کی آواز نکالی.... اور کمرے میں چلا گیا.... دروازہ اندر سے بند کر لیا' پھر وہ اس وقت اندر سے نکلا' جب دوسرے دروازے کھولے گئے"۔

اب وہاں پر ہر کوئی خاموش ہو چکا تھا.... اس وضاحت کے جواب میں شاید کسی کو کچھ نہیں سوجھ رہا تھا.... یوں لگتا تھا جیسے سب گہری سوچ میں ڈوب گئے ہوں.... ایسے میں صدر کی آواز ابھری۔

"تب پھر قاتل کون ہے؟"

"وفد کے ارکان میں سے کوئی ایک"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"غلط.... بالکل غلط.... ہمیں اپنے ساتھی کو قتل کرنے کی بھلا کیا ضرورت تھی"۔

"پیٹر ڈوئی اس وفد کے سربراہ تھے.... ان کے بعد سربراہ کون بنے گا"۔

"میں"۔ جوزف شرنام نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"بس تو پھر! یہ کام آپ کا ہو سکتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں.... ہرگز نہیں.... بالکل غلط"۔ جوزف چلایا۔

"لیکن کیوں نہیں' سوال تو یہ ہے"۔

"اس لیے کہ یہ وفد تو چند روزہ ہے.... گویا مسٹر ڈوئی اس وفد کے سربراہ چند دن کے لیے تھے.... وفد کا مشن مکمل ہو جانے کے بعد ہم اپنے ملک لوٹ جاتے.... پھر وہ سربراہ بھی نہ رہتے۔ لہٰذا مجھے کیا ضرورت تھی انہیں ہلاک کرنے کی"۔

"اس بات کا تو ہم اب جائزہ لیں گے.... اس وقت تک یہ بات ثابت ہو چکی ہے.... کہ اس قتل سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں.... نہ آپ یہ بات ثابت کر سکتے ہیں.... جب کہ ہمارے لیے اب یہ بات ثابت کرنا بہت آسان ہو گیا ہے کہ قاتل کون ہے"۔

"تو پھر کرو جمشید.... میں بہت بے چین ہوں"۔ صدر بولے۔

"آپ لوگ کیا کہتے ہیں.... ثابت کر دیا جائے"۔

"ضرور کر دیں"۔ لاری نے مسکرا کر کہا۔

"کیا آپ کا خیال ہے کہ ہم ثابت نہیں کر سکیں گے"۔

"ہاں! ہمارا یہی خیال ہے"۔ اس نے کہا۔

"جب کہ ہمارے ہاتھ ایک زبردست ثبوت لگ چکا ہے"۔

"اور وہ کیا؟" بنٹی نے پریشان ہو کر کہا۔

جائزہ

اب وہ بتوں کی طرح ساکت ہو چکے تھے.... ان کی آنکھ
پلکیں جھپکانا بھول گئی تھیں.... یوں لگتا تھا جیسے اب وہ کبھی اپنے
میں نہیں آسکیں گے۔

"آخر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔ بنی نے کھوئے کھوئے
میں کہا۔

"خنجر پر جو خون ہے.... وہ پیٹر ڈولی کا نہیں ہے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"کئی طرح سے ایسا ہو سکتا ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"آخر کیسے؟" جوزف شرنام بولا۔

"اس خنجر سے قتل کیا ہی نہیں گیا.... وہ تو قتل سے پہلے
آلود کر کے میرے کمرے کی الماری میں رکھ دیا گیا تھا.... تاکہ مجھے
ثابت کیا جا سکے"۔

"تو پھر اس پر خون کیسے لگایا گیا"۔

"خون عام چیز ہے.... قاتل نے پہلے سرنج کے ذریعے اپ

سے خون نکالا.... خنجر کو خون آلود کیا.... اور میرے کمرے کی الماری میں
اس وقت رکھ دیا جب میں اپنے کمرے میں نہیں تھا.... لہٰذا کسی کے
لیے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں تھا"۔

"لیکن جناب! الماری کو تالا لگا ہوا تھا"۔ بنی نے طنزیہ انداز میں
کہا۔

"آج کل تالے کھولنے کے ماہر ایسے ایسے موجود ہیں کہ ان کی
مہارت پر حیرت ہوتی ہے.... ہاتھ لگاتے ہی تالا کھول دیتے ہیں"۔

"ہوں یہ بات بھی ہے.... لیکن قاتل کو ایسا کرنے کی کیا
ضرورت تھی"۔

"ایک تو یہ کہ وہ مجھے پھنسانا چاہتا تھا.... دوسرے یہ کہ وہ جانتا
تھا جب وہ قتل کرے گا تو فوری طور پر اپنے کمرے میں نہیں پہنچ سکے
گا.... لہٰذا اس نے ایک خنجر پہلے سے خون آلود کر کے میری الماری میں
رکھ دیا.... دوسرے خنجر سے واردات کی"۔

"پھر بھی.... آخر وہ چیخ بلند ہونے کے فوراً بعد اپنے کمرے میں
کیسے آگیا.... جب کہ ڈیڑھ منٹ سے پہلے نہیں آسکتا تھا"۔ بنی بولا۔

"اس نے مقتول کا منہ بند کر کے خنجر کا وار کیا.... اس بے
چارے کے منہ سے تو آواز اس نے نکلنے ہی نہیں دی"۔

"کیا مطلب؟" وہ سب چلائے۔

"ہاں جناب.... بالکل یہی ہوا ہے"۔

لیے میں پہلے ہی خبردار کر رہا ہوں"۔

"ہم خبردار ہو گئے ہیں.... ہم نہیں اچھلیں گے"۔ جوزف نے منہ بنایا۔

"جب کہ میرا خیال ہے.... آپ لوگوں کو اچھلنا پڑ جائے گا"۔

"حد ہو گئی بھئی.... بات بنا نہیں رہے.... اور اچھلنے کا دعویٰ کا رہے ہیں"۔ موندی کاٹا نے جھلا کر کہا۔

"دراصل بات ہی ایسی ہے.... یوں کہ لیں بہت مزے کی.... بہت انوکھی.... آپ کو چکر آ جائے گا.... اس قدر بری طرح کہ آپ کو پہلے کبھی ایسا چکر نہیں آیا ہو گا"۔

"حد ہو گئی.... آپ ایسی باتیں آخر کب تک کرتے رہیں گے"۔ راہل کوئی نے جل بھن کر کہا۔

"یہ میری عادت ہے.... میں ایسی باتیں بہت مزے لے لے کر بتاتا ہوں.... کیوں مسٹر لاری"۔ انہوں نے کہا۔

"کک.... کیا مطلب.... میں کیا جانوں؟"

"اوہ! شاید میں غلط کہہ گیا.... کیوں مسز ریٹا"۔

"حد ہو گئی.... میں کیا جانوں"۔

"چلیے خیر.... آپ کو بھی نہیں معلوم.... تو ہمارے صدر صاحب کو تو معلوم ہو گا"۔

"ہاں جمشید کیوں نہیں"۔ صدر ہنسے۔

"تب پھر سنیں.... خنجر پر پایا جانے والا خون مقتول کا خون نہیں ہے"۔

"کیا!!!"

وہ ایک ساتھ چلائے اور بہت سے اچھلے بھی اور ٹکرائے بھی۔

○☆○

"اگر اب بھی آپ لوگوں کا سو فیصد اطمینان نہ ہوا ہو تو ایک ثبوت آپ کو میں بھی دے سکتا ہوں.... اور وہ ثبوت آپ لوگوں کے ہوش اڑا دے گا.... لیکن یہ ثبوت اب دوسرے دن کے اخبارات میں آئیں گے.... کل کے اخبارات میں صرف وہ خبریں آسکیں گی.... جو آپ لوگ شائع کرا رہے ہیں.... خیر کوئی بات نہیں"۔

"آپ بھی دکھائیں.... آپ کیا دکھانا چاہتے ہیں"۔ بنی نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"اب یہاں کھڑے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں.... آیئے ہم برآمدے میں چل کر بیٹھیں.... یہ تجربہ تو اب مکمل ہو چکا ہے.... آپ لوگ یہ بھی تو سوچیں.... میں بھلا کیوں مسٹر ڈوئی کو قتل کروں گا"۔

وہ انہیں برآمدے تک لے آئے.... یہاں کرسیاں موجود تھیں.... سب لوگ آمنے سامنے ان پر بیٹھ گئے۔

"میرے کمرے کی الماری سے جو خنجر ملا' وہ خون آلود تھا.... آپ سب یہ بات جانتے ہیں.... اور خون بھی اس پر تازہ لگا ہوا تھا.... الماری پر تالا لگا ہوا تھا.... مجھ پر الزام لگایا گیا ہے کہ میں نے پیٹر ڈوئی کو قتل کیا اور خنجر اپنی الماری میں چھپا دیا.... اس بنیاد پر میرا جرم ثابت کیا جا رہا ہے.... ٹھیک ہے"۔

"ہاں ٹھیک ہے.... لیکن اب تو یہ بات غلط ثابت ہو گئی.... آپ تو قتل کر کے اس قدر جلد اپنے کمرے تک پہنچ ہی نہیں سکے تھے....

کہاں یہ کہ آپ الماری کھول کر پہلے خنجر اندر رکھتے.... الماری کو پھر تالا لگاتے.... اور کمرے سے نکل آتے.... ایسا تو ہوا ہی نہیں ہے"۔ جوزف نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ پہلے میری بات سن لیں.... خنجر پر خون تھا.... ہم نے اس خون کا تجزیہ کرایا.... کمرے کے فرش سے ملنے والے خون کا بھی ہم نے تجزیہ کرایا.... اور پھر ایک حیرت انگیز ترین بات معلوم ہوئی"۔

"جی.... کیا مطلب.... حیرت انگیز ترین بات"۔ کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں جناب.... حیرت انگیز ترین بات.... جو میں ابھی آپ کو بتانا نہیں چاہتا تھا.... لیکن اب مجبوری کی وجہ سے بتا رہا ہوں.... کیونکہ مجھے اپنی پوزیشن صاف کرنا ہے.... اپنے ملک پر لگائے جانے والے الزام کو دھونا ہے.... اور آپ لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ ہم میزبان لوگ ہیں.... اپنے مہمانوں کو قتل نہیں کرتے.... اگر مہمان کا کوئی جرم ہوتا ہے تو قانون کے مطابق کارروائی کرتے ہیں"۔

"اچھا تو پھر بتایئے.... آپ کیا بتانا چاہتے ہیں"۔

"بات بہت زیادہ عجیب ہے.... آپ لوگ اچھل پڑیں گے"۔ انہوں نے کہا۔

"تو کوئی بات نہیں.... اس میں کیا حرج ہے"۔

"کہیں آپ کے سر ایک دوسرے سے ٹکرا نہ جائیں.... اس

کمرے تک پہنچنے میں ڈیڑھ منٹ لگا.... کوئی اور صاحب دوڑ کر تجربہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے.... اگر اس سے کم وقت میں وہ واپس آ کر دکھا سکتا ہے تو دکھا دے"۔

"پہلے تو یہ پتا چلے کہ آپ اس بات سے ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں"۔ بنٹی نے جھلا کر کہا۔

"جب ہم نے چیخ سنی.... ہم فوراً" باہر نکل آئے تھے.... یعنی میں، میری بہن، میرا بھائی.... میرے والد اور ہمارے انکل، اسی وقت کمروں سے نکل آئے تھے.... یعنی چیخ سننے کے صرف چند سیکنڈ بعد.... نہ کہ ڈیڑھ منٹ بعد.... گویا جب چیخ سنائی دی.... اس وقت تو ہم سب برآمدے میں تھے.... اور آپ لوگ اس وقت کمروں سے نکل رہے تھے.... آپ لوگ بھی چیخ سننے کے صرف نصف منٹ کے اندر برآمدے میں نکل آئے تھے.... اب میرا سوال یہ ہے کہ اگر اباجان مسٹر پیٹر ڈولی کے قاتل ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کھڑکی سے دوڑ کر اپنے کمرے میں چند سیکنڈ میں پہنچ گئے.... جب کہ ڈیڑھ منٹ سے پہلے ایسا ممکن نہیں"۔

محمود یہاں تک کہہ کر یک لخت خاموش ہو گیا.... سب پر سکتے کا عالم طاری تھا.... ایسے میں بنٹی کی آواز ابھری۔

"ہو سکتا ہے.... انسپکٹر جمشید کی رفتار بہت زیادہ ہو"۔

"آپ سب تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑ کر بھی دیکھ لیں.... زیادہ

سے زیادہ کوئی ایک منٹ اور پندرہ سیکنڈ میں وہاں پہنچ سکتا ہے.... یقین نہیں تو مہربانی فرما کر یہ تجربہ ضرور کر لیں"۔

"ہم تجربہ ضرور کریں گے.... ہو سکتا ہے.... آپ وہاں جا کر رک گئے ہوں اور فوراً" لوٹ کر یہاں نہ آئے ہوں"۔ جوزف شرنام نے جل کر کہا۔

"ضرور تجربہ کر لیں"۔

اب انہوں نے باری باری دوڑ کر دیکھا.... سب سے زیادہ رفتار انہیں لاری کی محسوس ہوئی.... لیکن وہ بھی دو منٹ اور بیس سیکنڈ سے پہلے نہیں پہنچا.... آخر انہوں نے یہ بات تسلیم کر لی کہ پندرہ بیس سیکنڈ میں اس جگہ سے کوئی بھی اپنے کمرے تک نہیں پہنچ سکتا تھا.... اس وقت محمود نے کہا۔

"لہٰذا قاتل ہمارے والد نہیں.... اس لیے کہ چیخ کی آواز سننے کے صرف پندرہ سیکنڈ بعد آپ سب بوکھلائے ہوئے باہر نکل آئے تھے.... اور آپ نے ہمیں وہاں موجود پایا تھا.... اب یہ ہو نہیں سکتا کہ خنجر لگنے کے بعد مقتول ڈیڑھ منٹ تک خاموش رہا ہو.... اور پھر وہ بلند آواز میں چیخا ہو"۔

وہ سب بتوں کی طرح وہاں کھڑے تھے.... تینوں نے بہت خوبصورتی سے یہ بات ثابت کر دی تھی ان کے والد قاتل نہیں ہو سکتے.... ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

ی کو کوئی اختلاف نہیں، لیکن ہمیں اختلاف ہے.... ہم کہتے ہیں....
یا نہیں ہوا"۔

محمود نے ڈرامائی انداز میں یہ الفاظ کہے اور خاموش ہو گیا۔

"یہ کیا بات ہوئی.... خود ہی ایک بات بتا رہے ہیں اور خود ہی
کہہ رہے ہیں، اس سے اتفاق نہیں"۔ صدر صاحب نے برا سا منہ
بنایا۔

"اس وقت سے پہلے تک ہمیں بھی اس بات سے اتفاق تھا....
لیکن اب ہمیں نہیں ہے اور ہمارا تجربہ دیکھ کر آپ لوگ بھی کہہ
اٹھیں گے کہ واقعی اس بات سے ہمیں اتفاق نہیں رہ گیا"۔

"آخر کہنا کیا چاہتے ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا،
ورنہ اب تک ان کے چہرے پر بوریت سوار رہی تھی۔

"خدا کا شکر ہے ابا جان.... آپ نے بھی دلچسپی لی.... اب ہم
تجربہ شروع کرتے ہیں.... فاروق تم کھڑکی سے آ کر لگ جاؤ"۔

"اچھا"۔ اس نے کہا اور کھڑکی سے لگ گیا.... اب محمود اس کی
طرف بڑھا.... اس نے فاروق کو سر کے بالوں سے پکڑا.... اور سب کی
طرف دیکھ کر بولا۔

"سب لوگ اپنی گھڑیوں کو دیکھ لیں.... کیا وقت ہوا ہے"۔

"چار بج کے بیس منٹ"۔

"شکریہ.... یہ دیکھئے.... فرض کر لیجئے.... میں قاتل ہوں"۔

"ارے باپ رے.... ایسی بات تو فرض کرتے ہوئے بھی خوف
محسوس ہو رہا ہے"۔ فاروق نے کانپ کر کہا۔

خان رحمان وغیرہ مسکرا دیے۔

"میں وار کرنے لگا ہوں.... وار کرتے ہی فاروق کی چیخ نکلے
گی.... میں دوڑ کر اپنے کمرے تک جاؤں گا.... وہاں پہنچ کر گھڑی پر
وقت دیکھوں گا.... اور واپس آ کر آپ کو بتاؤں گا کہ میں کتنی دیر میں
اپنے کمرے تک پہنچا"۔

"اوہ.... اوہ"۔ ان سب نے ایک ساتھ کہا۔

اب چہروں پر حیرت پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔

"اور یہ میں لگا اپنا کام شروع کرنے.... سب گھڑیوں پر نظر
رکھیں.... میں پوری رفتار سے دوڑ کر جاؤں گا"۔

سب نے نظریں گھڑیوں پر جما دیں.... محمود نے ہاتھ بلند کیا....
ہاتھ فاروق کے گلے تک آیا.... فاروق کے منہ سے دل دوز چیخ نکلی....
اور محمود نے دوڑ لگا دی.... سب وہیں کھڑے رہ گئے.... انسپکٹر جمشید
کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہو چلی تھی.... وہ ان کے تجربے کو سمجھ
گئے تھے.... پھر محمود واپس آتا نظر آیا"۔

"میں کتنی دیر میں واپس یہاں پہنچا"۔

"محمود تمہیں کل تین منٹ لگے"۔ صدر بولے۔

"شکریہ صدر انکل.... اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنے

"اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"جی.... کس بارے میں؟"

"اس بارے میں کہ مزا آئے گا یا نہیں"۔

"آیئے پھر.... نہ میدان دور نہ گھوڑا"۔ محمود نے ہنس کر کہا۔

"کیا کہا محمود.... نہ میدان دور نہ گھوڑا.... یہ اس بار تم نے نیا محاورہ بول دیا"۔

"میں خود حیران ہوں.... یہ محاورہ ہم سے جدا کس طرح رہا"۔ محمود نے کہا۔

"یا پھر ہم اس محاورے سے جدا کیونکر رہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"وقت نہ ضائع کیا جائے ہمارا.... جو دکھانا ہے' دکھایا جائے"۔ بنی نے جھلا کر کہا۔

"اوہ ہاں محمود.... ان لوگوں کا وقت بہت قیمتی ہے.... چلو"۔ انسپکٹر جمشید نے انہیں ڈانٹا۔

وہ ان سب کو مقتول کے کمرے کی کھڑکی تک لے آئے۔

"آپ سب جانتے ہیں.... بے چارے پیٹر ڈوئی کو اس کمرے میں ہلاک کیا گیا.... یا یہ کہنا چاہیے کہ ہمیں ان کی لاش اس کمرے میں ملی اور کمرے کا دروازہ بند تھا.... اور اندر وہ خنجر بھی نہیں تھا.... جس

سے واردات کی گئی.... خنجر بعد میں ہمارے ابا جان کی الماری سے ملا.... کیا ان باتوں سے سب کو اتفاق ہے"۔

"بے شک.... یہ سب باتیں بالکل سامنے کی ہیں"۔

"اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قاتل نے کھڑکی کے پاس پیٹر ڈوئی کو بلایا اور بائیں ہاتھ سے اسے دبوچ کر دائیں ہاتھ سے خنجر پھیر دیا.... کیا اس بات سے بھی آپ لوگوں کا اتفاق ہے"۔

"ہاں.... ہاں.... ہاں"۔ بنی چلا اٹھا۔

"آخر آپ کون سی نئی بات ہمیں دکھانا چاہتے ہیں.... اور وہ تجربہ کیا ہے"۔

"وہ ہم اب دکھائیں گے"۔

"قاتل اپنا کام کرتے ہی اپنے کمرے میں چلا گیا.... کیونکہ مقتول کی چیخ گونج چکی تھی.... اور قاتل چاہتا تھا.... دوسرے لوگوں کے کمروں سے نکلنے سے پہلے وہ اپنے کمرے میں داخل ہو جائے.... تاکہ سب کے سامنے کمرے سے نکلے.... اور کوئی اس پر شک نہ کر سکے.... کیا یہ بات بھی ٹھیک ہے"۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے"۔ لاری مسکرایا۔

اس کی آواز نے ان کے جسم میں پھرتی چل مچا دی.... انہوں نے سنا' محمود کہہ رہا تھا۔

"اس وقت تک بیان کی گئی تمام باتوں سے سب کو اتفاق ہے....

فرمایئے.... میں کس طرح مجرم ثابت ہو گیا"۔

"صاف ظاہر ہے.... یہ کیس خودکشی کا نہیں ہے.... ٹھیک ہے"۔

"ہاں! یہ صاف قتل کا کیس ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"پیٹر ڈونی ہمارے صدر کے قریبی دوست تھے.... ہمارے وفد کے سربراہ تھے لہٰذا وفد میں سے تو کوئی انہیں قتل کر نہیں سکتا تھا.... اس عمارت میں وفد کے ارکان اور آپ لوگوں کے علاوہ کوئی اور تھا بھی نہیں.... خنجر آپ کی الماری سے ملا ہے.... کیا یہ ثبوت کچھ کم ہیں"۔

"تو آپ کے خیال میں یہ بہت کافی ثبوت ہیں"۔

"کافی سے بھی زیادہ"۔

"اور ان ثبوتوں کی بنیاد پر آپ مجھے قاتل ثابت کر رہے ہیں اور مجھے اپنے ملک لے جانا چاہتے ہیں"۔

"ہاں بالکل.... وہ تو آپ کے ملک کو کرنا ہی پڑے گا"۔

عین اس وقت انہوں نے دوڑتے قدموں کی آواز سنی.... انہوں نے دیکھا' محمود' فاروق اور فرزانہ چلے آ رہے تھے.... ان کے چہروں پر جوش تھا.... آتے ہی محمود نے کہا۔

"ابا جان! آپ اس کیس کے مجرم نہیں ہو سکتے"۔

"کیا مطلب؟" بنی نے بھنا کر کہا۔

"جی ہاں! ہم نے ایک تجربہ کیا ہے"۔

"بہت خوب! پہلے تو ہم ذرا ان کا تجربہ سن لیں"۔

"یہ تجربہ سنایا نہیں.... دکھایا جائے گا"۔ محمود نے کہا۔

"کیا مطلب؟" صدر صاحب نے چونک کر کہا۔

"ہم عملی طور پر تجربہ کر کے دکھائیں گے.... اور ابا جان بے گناہ ثابت ہو جائیں گے"۔

"کوئی ضرورت نہیں.... یہ کام تو میں ویسے بھی کر لوں گا"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"نہیں جمشید.... ہم ان کا تجربہ ضرور دیکھیں گے"۔ صدر بولے۔

"آپ کی مرضی"۔ انہوں نے کندھے اچکا دیئے۔

"دکھاؤ بھئی.... کیا دکھانا ہے"۔

"آپ کو ہمارے ساتھ مقتول کے کمرے کی کھڑکی تک چلنا ہو گا"۔

"چلو چلتے ہیں"۔ صدر بولے۔

ایسے میں خان رحمان اور پروفیسر داؤد وہاں پہنچ گئے.... خان رحمان کے ہاتھ میں ایک بنڈل تھا۔

"اچھے موقعے پر آئے آپ بھی.... محمود' فاروق اور فرزانہ کوئی تجربہ دکھانا چاہتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تجربہ.... بہت خوب! تب تو مزا آ جائے گا"۔

دیے.... پھر بولے۔

"واقعی! یہ تو بہت خاص بات ہے.... اب آئے گا مزا"۔

"لیکن سر.... اس طرح تو کیس اور الجھ گیا ہے"۔

"کوئی پروا نہ کرو.... الجھنے دو.... ہمارا کیا جاتا ہے"۔ وہ بولے۔

"آخر یہ چکر کیا ہے"۔

"گہرا چکر.... بہت گہرا"۔ وہ بڑبڑائے.... پھر چونکے۔

"آؤ.... ذرا محمود' فاروق اور فرزانہ"۔

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے.... اسی وقت انہوں نے صدر کو اپنی طرف آتے دیکھا.... ان کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔

"جمشید.... معاملہ اور بگڑ گیا"۔

"اب کیا ہو گیا سر"۔

"انشارجہ کے صدر کا فون آیا ہے.... انہوں نے بتایا ہے کہ پٹیل ڈوئی ان کے قریبی دوست تھے.... ان کا قتل ہرگز ہرگز برداشت نہیں ہو گا.... اور مجرم کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برداشت کی جائے گی۔ انسپکٹر جمشید کو فوراً ان کے حوالے کیا جائے"۔

"پھر آپ نے کیا کہا"۔

"یہی کہ ان کی تفتیشی ٹیم کیس پر کام کر رہی ہے.... اگر انسپکٹر جمشید مجرم ثابت ہوئے تو انہیں ان کے حوالے کر دیا جائے گا.... اب میں کیا کہتا جمشید"۔

"آپ نے بالکل ٹھیک جواب دیا.... آپ پریشان نہ ہوں.... یہ جرم میں نہیں کیا"۔

"لیکن بھئی.... تمام ثبوت تمہارے خلاف ہیں"۔

"ہم ان ثبوتوں کی دھجیاں اڑا دیں گے"۔

"تب پھر قاتل کون ہے"۔

"یہ ابھی مجھے بھی معلوم نہیں.... لیکن ہمیں معلوم تو کرنا ہو گا"۔

"پھر پہلے یہ کام کرو.... اگر ہم انشارجہ کو اصل قاتل سونپ دیتے ہیں.... تو جھگڑا ختم"۔

"ہم بہت تیزی سے کام کر رہے ہیں.... آپ بس دیکھتے جائیں"۔

"اچھا جمشید.... میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں"۔

ایسے میں انہوں نے قدموں کی آواز سنی.... نظریں گھمائیں تو پٹیل کو آتے دیکھا.... اس کے چہرے پر جوش تھا۔

"صاحب صدر آپ کو مبارک ہو"۔

"کیسی مبارک جناب؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"کیس حل ہو گیا.... آپ کے انسپکٹر جمشید مجرم ثابت ہو گئے.... ہم نے اپنے صدر صاحب کو یہ خوش خبری بھی سنا دی ہے"۔

"آپ نے خوش خبری سنانے میں کچھ زیادہ جلدی کی.... خیر

کس کا فون

"اکرام! تم نے مقتول کے خون کا نمونہ لیا"۔

"جی ہاں بالکل لیا"۔ اس نے کہا۔

"کیا یہ خون وہی ہے.... جو خنجر پر پایا گیا ہے"۔

"ابھی یہ نہیں چیک کیا سر"۔

"تو پھر اسے چیک کرو.... کیونکہ یہ بہت ضروری نقطہ ہے"۔

"بہت بہتر سر"۔ اکرام نے کہا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

اب وہ بنی کے آدمیوں کی طرف بڑھے۔

"مقتول کے کاغذات دیکھنا چاہتا ہوں"۔

"یہ رہے.... اس طرف"۔ ایک نے لاپروائی سے کہا۔

"انہوں نے کاغذات لیے اور ان کا مطالعہ شروع کیا.... درمیان میں وہ اپنی نوٹ بک میں کچھ درج بھی کرتے رہے۔

"خان رحمان اور پروفیسر صاحب.... آپ بور تو نہیں ہو رہے"۔

"کیا بات کرتے ہو جمشید.... تمہارے ساتھ اور بور ہونا ناممکن"۔

"کیوں نہ میں آپ کو ایک کام سونپ دوں"۔

"ضرور.... خوشی سے"۔

"آپ ذرا گھر جائیں.... اور اس تاریخ کے تمام اخبارات لائبریری سے نکال کر لے آئیں.... میں یہ کام اکرام کے کسی ماتحت سے بھی لے سکتا ہوں.... بیگم اسے اخبارات نکال کر دے دے گی.... لیکن میں نے سوچا.... اس طرح آپ دونوں بھی اس کیس میں مددگار ثابت ہو جائیں گے"۔

"ٹھیک ہے.... ہم جا کر لے آتے ہیں"۔ پروفیسر نے کہا۔

دونوں کاغذ پر وہ تاریخ نوٹ کر کے چلے گئے.... تھوڑی دیر بعد وہ پھر اکرام کی طرف آئے تو اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت نظر آ رہی تھی۔

"معلوم ہوتا ہے.... کوئی خاص بات معلوم کر لی ہے تم نے"۔

"جی ہاں.... بہت خاص.... بلکہ انوکھی"۔

"چلو پھر سنا دو.... کیونکہ میں اس کیس میں انوکھی بات سننے کے لیے بہت بے چین ہوں"۔ وہ مسکرائے۔

"یہ دیکھئے سر.... اس خون کی رپورٹ.... جو خنجر پر پایا گیا ہے.... اور یہ اس خون کی رپورٹ جو کمرے میں پھیلا ہوا ملا ہے.... اور یہ ہے پیٹر ڈوئی کے کاغذات"۔

انہوں نے کاغذات اور دونوں رپورٹوں کو پڑھا اور مسکرا

کر.... لیکن چونکہ دروازہ بند ملا ہے.... اس لیے ہم یہ کہیں گے.... کہ
یسا نہیں ہوا ہے"۔

"حد ہو گئی.... ارے بھائی یہ بھی تو بتاؤ نا.... پھر کیا ہوا ہے.... یا
یسے ہوا ہے"۔ فرزانہ تلملا اٹھی۔

"بہت خوب! لڑو.... دونوں.... میں مزے لے رہا ہوں"۔

"بے کار لوگوں کا اور کام ہی کیا ہے"۔ فرزانہ نے اسے گھورا۔

"یہ تو وقت بتائے گا کہ بیکار کون ہے.... کون نہیں"۔ فاروق
ورا" بول اٹھا۔

"اچھا اچھا.... جب وقت بتائے گا تو تم بھی ہمیں بتا دینا"۔
فرزانہ بھنا اٹھی۔

"یہ ایسے ہوا ہے فرزانہ کے قاتل چکر کاٹ کر پیٹر ڈوئی کے
کمرے کی کھڑکی تک گیا.... کھڑکی یا تو کھلی تھی.... یا بند.... بند تھی تو
پہلے اس نے دستک دی.... ڈوئی نے کھڑکی کھولی اور قاتل نے اس کے
ں مٹھی میں جکڑ لیے اور خنجر گلے پر پھیر دیا.... اس کی چیخ نکل گئی....
قاتل بھاگا.... اور پھر چکر کاٹ کر اپنے کمرے میں آ گیا.... لیکن
فسوس.... اس طرح بھی یہ واردات ہوتی نظر نہیں آتی"۔

"حد ہو گئی.... خود ہی کہتے ہو.... ایسا ہوا ہے.... اور خود ہی کہہ
رہے ہو.... ایسا نہیں ہوا.... محمود.... تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا"۔

"ہاں! ایسا ہی ہے.... اور اب تمہارا چلے گا"۔

"کیا مطلب؟" فرزانہ اچھلی۔

اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

○☆○

"یہ بات تو ثابت ہے کہ قاتل ابا جان نہیں ہیں"۔

"بالکل"۔ وہ دونوں بولے۔

"اب سوال یہ ہے کہ قاتل نے کمرے کا دروازہ کس طرح کھولا.... پھر الماری کا تالا کس طرح کھولا؟"

"اس سے بھی پہلے یہ سوال اہم ہے کہ ایسا اس نے کس وقت کیا؟" فاروق نے کہا۔

"یہ کوئی سوال نہیں ہے"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب.... یہ کیا بات ہوئی.... سوال کیوں نہیں ہے"۔

"ظاہر ہے.... قاتل نے قتل کرنے کے بعد یہ کام کیا.... اس سے پہلے وہ خون آلود خنجر کس طرح الماری میں رکھ سکتا تھا.... اس سے پہلے تو خنجر اس کے پاس خون آلود تھا ہی نہیں"۔ فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"اگر تمہاری بات ہم مان لیں.... تو ایک نیا مسئلہ پیدا ہو جائے گا"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"قتل کے بعد یہ لوگ اپنے کمروں سے نکل کر سامنے آ گئے تھے.... یعنی چیخ سننے کے فوراً بعد ہم باہر نکلے تھے.... پھر ان لوگوں کے کمروں کے دروازے کھلے تھے"۔ محمود نے پرسکون انداز میں کہا۔

"ہاں تو پھر.... اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"پیٹر ڈوئی کا کمرہ سرے والا ہے.... ہم سب کو دروازہ اندر سے بند ملا تھا.... خودکشی کا یہ کیس ہے نہیں، ورنہ خنجر اندر ملنا چاہیے تھا.... خنجر ملا ہے ابا جان کی الماری سے.... گویا قاتل نے پہلے پیٹر ڈوئی کو قتل کیا.... پھر وہ اپنے کمرے میں چلا آیا.... یعنی ہمارے چیخ سننے کے بعد اپنے کمروں سے باہر نکلنے تک وہ اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر چکا تھا.... اور پھر سب کے ساتھ اپنے کمرے سے نکلا.... جیسے چیخ سن کر نکلا ہو"۔

"ہاں! ایسا ہی ہوا ہے.... تو پھر.... تم کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"اگر کمرے کا دروازہ اندر سے بند نہ ہوتا تو ہم کہتے.... بالکل ایسا ہی ہوا ہے.... لیکن ایسا نہیں ہوا تھا"۔ محمود مسکرایا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... آج فرزانہ کے بجائے محمود ہیرو بنتا نظر آ رہا ہے"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"ایسا کیوں نہیں ہوا محمود.... اپنی بات کی وضاحت کرو"۔ فرزانہ نے جیسے اس کا جملہ سنا ہی نہیں۔

"قاتل کو قتل کرنے کے لیے کمرے کے اندر نہیں جانا پڑا.... کیونکہ دروازہ اندر سے بند ملا ہے.... اگر پہلے وہ کمرے کا دروازہ کھلواتا اور پھر اس پر وار کرتا تو دروازہ کھلا ملتا.... اس صورت میں ادھر وہ قتل کرتا.... ادھر مقتول کی چیخ سنائی دیتی.... ادھر وہ لپک کر اپنے کمرے میں چلا جاتا.... اور پھر دوسروں کے ساتھ نکلتا.... خنجر اپنے کمرے میں چھپا

ری طور پر اپنے کام میں لگ گئے.... خفیہ فورس کو بھی ہدایات دی گئیں.... اب وہ ان کی طرف آئے۔

"اس کیس میں تم تینوں نے کچھ نہیں کیا.... اب وقت آگیا ہے تم بھی حرکت میں آجاؤ"۔

"ہم تو خود کچھ نہ کچھ کرنے کے لیے بے چین ہیں"۔

"تو پھر شروع ہو جاؤ"۔ وہ بولے۔

"لیکن ہم کیا کریں.... یہ بھی تو بتائیں نا آپ"۔

"افسوس! یہ میں نہیں بتا سکتا"۔

"تب پھر؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اپنی مرضی کرو.... جو کرنا ہے.... تمام حالات تمہارے سامنے ہیں"۔

"جج.... جی اچھا"۔ وہ بوکھلا اٹھے۔

انسپکٹر جمشید، خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو ساتھ لے کر ایک سمت میں چلے گئے.... نہ جانے وہ کیا کرنا چاہتے تھے.... اور ان کے ذہن میں کیا تھا.... انہیں البتہ وہ شدید الجھن میں مبتلا کر گئے تھے۔

"اب کیا کریں.... کہاں جائیں.... کہاں نہ جائیں"۔ فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"یہ سارا معاملہ چکرا دینے والا ہے.... ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ معاملہ ہم پر آپڑے گا.... یہ خیال تو ابا جان اور ہم قائم کر چکے

تھے کہ وفد کے ارادے نیک نہیں ہیں.... خیر آؤ.... ذرا ہم اس الماری کو دیکھ لیں.... کیا خیال ہے؟" فرزانہ بولی۔

"اوہ ہاں بہت خوب! بہت دیر سے وہ الماری میرے دماغ میں چبھ رہی تھی.... ہل چل مچا رہی تھی"۔ فاروق نے کہا۔

"ہائیں.... تو پہلے بتا دیتے.... ہم تمہارے دماغ کا کچھ علاج کر دیتے"۔ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"میرے دماغ کا یا اس الماری کا"۔

"دونوں کا"۔ محمود نے کہا۔

"نہیں بھئی.... ان حالات میں صرف سنجیدگی سے کام کرنے کا موڈ ہے میرا"۔ فرزانہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"بس پھر کر چکے ہم کام.... جہاں ہم سنجیدہ ہوئے.... وہاں کام ٹھس ہوئے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ بات تم صرف اپنے بارے میں کہہ لو.... میں اور فرزانہ کیوں ہونے لگے ٹھس"۔

"حد ہو گئی.... کیا ٹھس ٹھس لگا رکھی ہے.... کام کی بات کرو"۔

"او کے.... آؤ پھر سب چلیں"۔

وہ اپنے والد والے کمرے میں آئے.... جس کی الماری سے خنجر ملا تھا.... انہوں نے پہلے تو اس الماری کا بغور جائزہ لیا.... اس کے تالے کو دیکھا.... دروازے کے تالے کو دیکھا.... پھر فرزانہ نے کہا۔

پ کی حکومت سے آپ کو گرفتار کرنے کی اجازت لیں گے.... اور
س وقت آپ کی حکومت کو یہ اجازت دینا پڑے گی"۔

"یہ مقدمہ آپ یہاں کی عدالت میں کیوں نہیں چلا لیتے"۔

"آپ کا ملک ہو گا.... آپ کی حکومت ہو گی.... آپ کا قانون
و گا.... آپ کے جج ہوں گے.... جو آپ چاہیں گے.... وہ فیصلہ دیں
گے"۔

"نہیں.... یہاں پورا پورا انصاف ملے گا"۔

"ہمیں اعتبار نہیں"۔ بنٹی نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے.... آپ ایک بار پھر اپنا اطمینان کر لیں.... اس
لیے کہ یہ سو فیصد حقیقت ہے کہ پیٹر ڈوئی کو میں نے ہرگز قتل نہیں
کیا"۔

"ہم ایسا ضرور کریں گے.... آپ سے بھی کہتے ہیں.... آپ بھی
اپنے بچاؤ کے لیے جو کر سکتے ہیں، کر لیں.... پھر رعایت نہیں ملے گی"۔

"ٹھیک ہے"۔ انہوں نے کہا۔

بنٹی اور اس کے ساتھی دوسری طرف چلے گئے۔

"جمشید! تمہارے پاس آخر اپنے بچاؤ کے لیے کیا رہ گیا ہے"۔

"مجھے ابھی اس معاملے پر غور کرنا ہے.... ویسے تو ہم ان سے
کہہ سکتے ہیں.... ہم اس کیس کو یہیں لڑیں گے.... وہ بے شک اپنے
وکلاء کو بلا لیں.... کیونکہ ان کے ملک میں ہمیں انصاف کی امید

نہیں"۔

"ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں جمشید.... اس طرح تو دونوں ملکوں کے
حالات اور بگڑ جائیں گے"۔

"بہرحال مجھے خود کو بے گناہ ثابت کرنے کا حق تو ہے نا سر"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔

"تب پھر میں چند منٹ کے لیے اجازت چاہوں گا.... مجھے اپنے
ماتحتوں کو کچھ ہدایات دینا ہیں"۔

"ہاں ضرور.... میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوسری طرف
ہوں.... میری ضرورت محسوس ہو تو اسی طرف آ جانا"۔

"ایک سوال کا جواب اگر آپ دے دیں تو میرے لیے کافی
آسانی ہو جائے گی سر"۔ انہوں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ضرور کیوں نہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"اس وفد کے آنے کا پروگرام کس طرح بنا تھا.... یہ تجویز
انشارجہ کی تھی یا ہماری"۔

"تجویز انشارجہ کی تھی.... میں نے اس کو بہت پسند کیا تھا، لہٰذا
یہ پروگرام ترتیب دیا گیا"۔

"شکریہ سر"۔

اور پھر صدر چلے گئے.... وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے....
انہوں نے اکرام کو چند خاص ہدایات دیں.... اکرام اور اس کے ماتحت

کر کہا۔

عین اس وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی' انہوں نے دیکھا... بنٹی اور دوسرے چلے آ رہے تھے۔

"ہمارا کیس مکمل ہو گیا سر"۔ بنٹی نے فوراً کہا۔

"اچھا... پھر کیا نتیجہ نکلا"۔

"آپ کے لیے بہت خوفناک... پیٹر ڈوئی کے قاتل آپ کے انسپکٹر جمشید ہیں"۔

"یہ آپ نے کیسے کہہ دیا جناب"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"اس خنجر پر انگلیوں کے نشانات انہی کے ہیں... خنجر پر لگا ہوا خون بھی مسٹر پیٹر ڈوئی کا ہے... اس سے بڑھ کر آپ اور کیا ثبوت چاہتے ہیں"۔

"کیا آپ کو یقین ہے... کہ مسٹر ڈوئی کا قاتل میں ہوں"۔ انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"سو فیصد... اور اب ہمارے قانون کے مطابق... یعنی آپ کے ملک سے جو ہمارا معاہدہ ہے... اس کے مطابق آپ کو ہم گرفتار کرتے ہیں... اور گرفتار کر کے انشارجہ لے جائیں گے... وہاں کی عدالت میں مقدمہ چلائیں گے"۔

"کیا!!!" محمود' فاروق اور فرزانہ چلائے۔

"پرسکون رہو"۔ انسپکٹر جمشید نے انہیں گھورا۔

"جب تک میرے خلاف آپ کے پاس ثبوت مکمل نہیں ہو جاتا... آپ مجھے نہیں لے جا سکتے"۔

"اس سے بڑھ کر مکمل ثبوت کیا ہو گا"۔

"نہیں! میرے خیال میں یہ ثبوت مکمل نہیں ہے... اور میں اس بات کو ثابت کر سکتا ہوں"۔

"تو پھر کریں ثابت"۔

"بہتر ہو گا' آپ خود چھان بین کر لیں... میرے خلاف کچھ اور ثبوت جمع کر لیں... کہیں بعد میں آپ یہ کہتے نظر آئیں... کہ ہمیں مزید چھان بین کے لیے مناسب وقت نہیں دیا گیا... اس لیے آپ پوری کوشش کر لیں... اپنی ناکامی کے تمام تر امکانات ختم کر لیں... میں آپ کو موقع دے رہا ہوں... اور پورا پورا وقت دے رہا ہوں... کیونکہ اگر آپ مجھ پر جرم ثابت نہ کر سکے تو..." وہ کہتے کہتے رک گئے۔

بنٹی اور اس کے ساتھی چونک اٹھے۔

"تو کیا؟" اس نے منہ بنایا۔

"تو کے بعد میں کیا کہنا چاہتا ہوں... یہ میں ابھی نہیں بتاؤں گا"۔

"اچھی بات ہے... ہم مزید اطمینان کر لیتے ہیں... اس کے بعد

"دیکھا جائے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

اسی وقت تیز قدموں کی آواز سنائی دی.... اکرام آتا نظر آیا۔ اسے بھی بلا لیا گیا تھا.... انہوں نے اس کے چہرے پر ہوائیاں دیکھیں۔

"کیا ہوا بھئی.... خیر تو ہے؟"

"نہیں سر.... خیریت نہیں ہے"۔

"ہائیں اکرام.... یہ تم نے کیا کہا.... خیریت نہیں ہے"۔

"جی ہاں! میں نے یہی کہا ہے"۔

"اچھا.... وہ کیسے.... پہلے تو یہ بتاؤ"۔

"خنجر پر کسی کی انگلیوں کے نشانات نہیں ہیں"۔

"یہ تو اچھی بات ہے پھر"۔ انسپکٹر جمشید خوش ہو گئے۔

"جی نہیں.... قاتل کے نشانات مل جاتے تو اچھی بات تھی لیکن اس نے نشانات ختم کر دیے"۔

"ہوں! خیر کوئی بات نہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"دیکھا جمشید.... میں بلاوجہ پریشان نہیں تھا.... آخر تمہیں کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔ صدر بولے۔

"ہک.... کیسا کرنے کی سر"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"پیٹر ڈوئی کو قتل کرنے کی"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... میں نے ایسا کچھ نہیں کیا"۔

"حد ہو گئی.... جس خنجر سے مسٹر پیٹر ڈوئی کو ہلاک کیا گیا ہے.... وہ خنجر تمہاری الماری سے ملا' اس پر خون بھی لگا ہوا تھا.... اب بھی تم یہ کہہ رہے ہو کہ یہ کام تمہارا نہیں ہے.... کیا کوئی عدالت' کوئی قانون.... کوئی حکومت تمہاری بات کو درست مان لے گی"۔ صدر صاحب نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

"جی نہیں.... کوئی نہیں مانے گا"۔ انہوں نے سر ہلایا۔

"اور جب.... تمہارا جرم ثابت ہو جائے گا.... تو کیا ملک کی عزت خاک میں نہیں مل جائے گی.... کیا ہم بدنام نہیں ہو جائیں گے"۔

"اس میں بھی شک نہیں"۔

"پھر.... تم نے ایسا کیوں کیا.... تمہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔

"میں نے مسٹر پیٹر ڈوئی کو قتل نہیں کیا"۔ انسپکٹر جمشید پرسکون انداز میں بولے۔

"آپ دیکھ رہے ہیں.... خان رحمان.... پروفیسر داؤد.... سن رہے ہیں.... انسپکٹر جمشید کیا کہہ رہے ہیں.... ان حالات میں بھی کوئی ان کا بیان.... درست مان لے گا"۔

"ہم تو مان لیں گے صاحب صدر"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"اوہو! آپ بھی بچوں جیسی باتیں کر رہے ہیں"۔ صدر نے جھلا

طنزیہ کہا۔

"ابھی تو ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اس خنجر پر لگا ہوا خون
پیٹر ڈوئی کا ہے بھی یا نہیں.... اور یہ خنجر وہی ہے بھی یا نہیں۔
سے جرم کیا گیا ہے' اس پر کسی کی انگلیوں کے نشانات ہیں یا نہیں
تو کس کے"۔

"یہ کیا مشکل کام ہے.... ابھی ہو جاتا ہے.... ماہرین یہاں
ہیں"۔

"او کے! پہلے پھر یہ باتیں معلوم کر لیں' اس کے بعد
بات کروں گا"۔

"اگلی بات.... کیا مطلب؟" بنی نے منہ بنایا۔

"اگلی بات جب کروں گا.... مطلب بھی اسی وقت بتاؤں گا

"او کے"۔ اس نے کہا اور پھر اپنے ماتحتوں کو ہدایات
لگا۔

"جمشید.... تم اپنے ماہرین کو بلا لو"۔ صدر نے پریشان
کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں سر.... ہم ان کی رپورٹوں سے
لیں گے"۔

"آخر یہ خنجر تمہاری الماری میں کیسے آ گیا.... جب کہ
تالا لگا ہوا تھا اور یہ تالے عام قسم کے نہیں ہیں.... یہ پوری

نہیں ہے"۔ پروفیسر داؤد نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"آپ کی طرح میں بھی نہیں جانتا.... کہ خنجر یہاں کس طرح آ
لیکن بہت جلد معلوم ہو جائے گا.... آیئے ہم الگ چل کر
.... ان لوگوں کو اپنا کام پورا کرنے دیں"۔

وہ لوگ ہٹ آئے.... صدر صاحب پریشان تھے.... بولے۔

"ذرا سوچو جمشید.... کل کے اخبارات کیا طوفان اٹھائیں گے"۔

"یہی سوچ رہا ہوں سر.... آپ پریشان نہ ہوں"۔

"اوہو جمشید.... میں جانتا ہوں' یہ جرم تم نے نہیں کیا.... لیکن
ت میں شائع ہونے والی خبریں تو ہمارے لیے مصیبت بن جائیں
اور ہم کس کس اخبار کو خبر لگانے سے روک سکتے ہیں بھلا"۔

"آپ پریشان نہ ہوں سر.... اخبارات کو بھی خبریں لگانے
وہ مجھے مجرم ثابت کریں گے نا.... اس سے ہمارے ملک پر کوئی
نہیں آئے گا"۔

"ضرور آئے گا.... آخر تم سرکاری ملازم ہو اور خاص طور پر ان
کی حفاظت پر مقرر کیے گئے تھے"۔

"میرا خیال ہے.... ہمیں تیل دیکھنا ہو گا.... تیل کی دھار دیکھنا
فرزانہ بول اٹھی۔

"اگر خنجر تمہاری الماری سے برآمد نہ ہوتا تو کوئی بات نہیں

سب کی آنکھیں مارے حیرت کے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔
بلکہ ان سب کو اپنی سٹیاں گم ہوتی محسوس ہوئیں۔

○☆○

صورت حال سنگین

الماری میں بالکل سامنے خون آلود خنجر موجود تھا.... وہ چکرا
.... صدر صاحب کی آنکھوں میں تو خوف دوڑ گیا.... ادھر ملکی اور
ملکی اخباری فوٹوگرافروں نے جلدی جلدی تصاویر لینا شروع کیں۔
"اوہ گاڈ.... ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے.... کہ ہمارے میزبان ہم
ایسا سلوک بھی کر سکتے ہیں"۔ جوزف شرنام نے کانپتی آواز میں
۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں صدر محترم"۔ بنٹی کی طنزیہ آواز سنائی
۔

"جمشید! میں ان لوگوں کو کیا جواب دوں؟"
"تحقیقات ابھی یک طرفہ ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
"کیا مطلب؟" کئی آوازیں ابھریں۔
"اس خنجر کا میری الماری میں ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ
پیٹر ڈولی کو میں نے ہلاک کیا ہے"۔
"تو پھر.... کیا مطلب ہے اس خنجر کے یہاں ہونے کا"۔ بنٹی نے

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... آپ کو ہم پر شک ہے.... میرا خیال ہے.... آپ کو تو ایسی بات نہیں کہنی چاہیے تھی"۔

"ہمارا ایک اصول ہے انسپکٹر صاحب"۔ بنی نے ہنس کر کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ جب کسی کیس کی تفتیش کرتے ہیں.... کسی کو شک سے بری نہیں کرتے"۔

"یہ اصول تو ہمارا بھی ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لہٰذا ہم آپ پر شک کرنے پر حق بجانب ہیں"۔

"تب پھر ہم بھی آپ پر شک کرنے میں حق بجانب ہوں گے"۔

"ہم تو آئے ہی اب ہیں"۔

"آپ غلط سمجھے.... میری مراد ان مہمانوں سے ہے.... جن کی حفاظت کی ذمے داری ہم پر تھی"۔

"اوہ ہاں ضرور.... آپ ان پر خوشی سے شک کریں.... آپ کو شک کرنے سے کوئی نہیں روک رہا.... بس آپ پہلے ہمیں اپنے کمروں کی تلاشی لینے دیں"۔

"ضرور لیں تلاشی"۔

"چلیے پھر"۔

وہ انہیں اپنے کمروں کی طرف لے آئے.... ان کے پاس چار کمرے تھے۔

انہوں نے باری باری تلاشی شروع کی.... سب سے پہلے تینوں بچوں کا کمرہ دیکھا گیا.... پھر پروفیسر داؤد کا.... پھر خان رحمان کا.... آخر میں باری آئی انسپکٹر جمشید کے کمرے کی.... مہمان نیم ان کے کمرے میں داخل ہوئی اور ان کی ایک ایک چیز کا بغور جائزہ لیا گیا.... ایک ایک چیز کو کئی کئی بار دیکھا گیا.... کمرے میں ایک الماری بھی تھی.... اس پر تالا تھا۔

"اس الماری کو کھولیے"۔

"اس میں کچھ خفیہ فائلیں ہیں.... اور بس"۔

"ہمیں ان فائلوں سے کیا لینا.... ہمیں تو خنجر کی تلاش ہے"۔

"ہ.... خنجر کی تلاش"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں.... تمہیں کیا ہوا؟" محمود نے اسے گھورا۔

"یہ.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"صد ہو گئی۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"الماری تو آپ کو کھولنا ہی ہو گی"۔ بنی نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے.... لیکن آپ فائلوں کو ہاتھ نہیں لگائیں گے"۔

"بالکل ٹھیک"۔ بنی نے فوراً کہا۔

انہوں نے الماری کھول دی.... دوسرا لمحہ چونکا دینے کے لیے کافی تھا۔

چھی طرح دیکھیں گے، مقتول کا جائزہ لیں گے، پھر آپ کی باری آئے گی"۔

"باری بے شک بعد میں آئے.... لیکن ہم داخل آپ کے ساتھ ہوں گے.... اس لیے کہ یہ ہمارا حق ہے.... ہم اپنا کام کریں گے.... آپ اپنا کام کریں.... ہم آپ کے کام میں رکاوٹ نہیں بنیں گے.... آپ ہمارے کام میں رکاوٹ نہ ڈالیں"۔ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"او کے.... آپ کمرے میں ایک طرف کھڑے رہیں.... ہمارے فارغ ہونے کا انتظار کریں"۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... اس پر ہمیں اعتراض نہیں"۔

وہ کمرے میں داخل ہو گئے.... فرش کا کچھ حصہ خون سے محفوظ تھا.... لیکن اتنے حصے میں وہ سب کھڑے نہیں ہو سکتے تھے.... اس لیے دروازے سے جا لگے.... تاہم وہ اس جگہ سے بھی پورے کمرے کا جائزہ لے سکتے تھے۔

مہمان ٹیم نے اپنا معائنہ شروع کیا.... لاش کی تصاویر لی گئیں.... مختلف زاویوں سے بہت سی تصاویر لی گئیں.... پھر لاش کو الٹا پلٹا گیا.... کہ کہیں اس کے نیچے کوئی چیز نہ دبی ہو.... لیکن وہاں کچھ نہیں تھا.... وہ خنجر بھی کمرے میں موجود نہیں تھا.... جس سے جرم کیا گیا تھا.... دیوار پر خون کے چھینٹے ضرور موجود تھے۔

"خنجر اندر موجود نہیں.... کمرے کا دروازہ اندر سے بند ملا ہے.... کھڑکی ضرور کھلی ملی ہے.... اگر یہ خودکشی کا کیس ہوتا تو خنجر اندر ملنا چاہیے تھا.... خودکشی کرنے والے کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ اپنا گلا کاٹ کر خنجر باہر پھینک دیتا اور اگر وہ پھینک بھی دیتا.... تو خنجر کھڑکی سے باہر ملنا چاہیے تھا.... خنجر وہاں بھی نہیں ملا.... اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ واردات قتل کی ہے.... انسپکٹر صاحب آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے.... یہ واردات ہے تو قتل کی ہی"۔ بنی فل نے ان کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں! اس میں شک نہیں"۔

"چلیے.... ایک بات میں تو دونوں پارٹیوں کا پورا پورا اتفاق ہے کہ یہ واردات خودکشی کی نہیں ہے.... قتل کی ہے"۔

"بالکل ٹھیک"۔ وہ بولے۔

"اب لازمی طور پر ہمیں اس خنجر کو تلاش کرنا ہو گا.... خنجر مل جائے اور اس پر اگر انگلیوں کے نشانات بھی مل جائیں تو کیا ہی بات ہے"۔

"بالکل ٹھیک جناب"۔ انسپکٹر جمشید نے سر ہلایا۔

"اصل بات یہ ہے انسپکٹر صاحب.... آپ برا نہ مانیے گا.... اس کیس میں ہمیں اصل شک آپ پر ہے.... کیا آپ اپنے کمروں کی تلاشی دینا پسند کریں گے"۔

"لیکن سر.... اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں"۔ پروفیسر داؤد
لے۔

"اچھا خیر.... اب تم کیا کہتے ہو"۔

"یہ کہ انشارجہ سے تحقیقاتی ٹیم بے شک آئے.... لیکن ہم اپنی
تفتیش خود کریں گے.... میرا مطلب ہے تحقیقات سے نہ روکا جائے"۔

"ٹھیک ہے جمشید.... تم اس سلسلے میں آزاد ہو' لیکن کمرے کا
دروازہ تو اسی وقت کھل سکے گا.... جب ٹیم آ جائے گی"۔

"کوئی بات نہیں سر"۔

"اس کیس میں انکل صدر سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ایک
گونگا شخص قتل ہوتے وقت چیخا کیسے"۔ فرزانہ بول پڑی۔

"یہ دیکھنا تم لوگوں کا کام ہے.... لیکن ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ
اب ملک کی عزت کا کیا بنے گا.... یہ لوگ اخبارات میں اس خبر کو
خوب اچھالیں گے.... اس قدر اچھالیں گے کہ تم سوچ بھی نہیں
سکتے"۔

"آپ ٹھیک فرما رہے ہیں.... لیکن آپ یقین کر لیں کہ اس
میں ہماری کوتاہی ذرہ برابر بھی نہیں ہے.... ہم پوری طرح ہوشیار اور
چوکس تھے.... انہیں بھی پوری طرح ہوشیار رہنے کی تاکید کر دی گئی
تھی.... اور بتا دیا گیا تھا کہ رات کے وقت کمروں کے دروازے نہ
کھولے جائیں"۔

"کمروں کے دروازے تو جمشید ان لوگوں نے نہیں کھولے....
ہاں جب چیخ سنی گئی.... اس وقت کھولے گئے"۔

"اب آپ لوگ آرام کریں.... ان کے اخبارات تو اب رکیں
گے نہیں.... پروپیگنڈا تو اب' یہ کریں گے.... ہمارا اصل کام ہے قاتل
کو پکڑنا.... اگر ہم قاتل کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس بدنامی
کا داغ دھل جائے گا"۔

"ہاں جمشید.... یہ بہت ضروری ہے.... اسی لیے میں کہتا ہوں....
تم اپنی تفتیش کرو.... وہ اپنی کریں"۔

صدر اور ان کے ساتھی چلے گئے.... مقتول کے کمرے کے گرد
پہرہ مقرر کر کے وہ بھی کمروں میں چلے گئے.... آخر اگلے دن صبح انشارجہ
کی ٹیم وہاں پہنچ گئی۔

ٹیم کے انچارج کا نام بنٹی فل تھا.... اس کی گہری نیلی آنکھوں
میں بلا کی چمک تھی' چہرے پر ہر وقت موجود رہنے والی مسکراہٹ سے
اس کے سنگ دل ہونے کا پتا چلتا تھا.... اس نے آتے ہی پہلے کھڑکی
کے ذریعے مقتول اور کمرے کا جائزہ لیا' اس کے ساتھیوں نے بھی بغور
دیکھا.... پھر کمرے کا دروازہ کھولا گیا.... اور وہ اندر داخل ہوئے....
انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں نے بھی اندر داخل ہونے کی کوشش
کی تو بنٹی نے ہاتھ آگے بڑھا کر انہیں روک دیا۔

"نہیں جناب! ابھی آپ اندر نہیں آ سکتے.... پہلے ہم کمرے کو

"مسٹر پیٹر ڈوئی تو بول نہیں سکتے تھے.... ان کی زبان پر تو فالج کا اثر تھا.... پھر وہ اس قدر بلند آواز میں کس طرح چیخے تھے"۔

"اوہ.... اوہ"۔ سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

انسپکٹر جمشید نے ان پر سوالیہ نظریں ڈالیں۔

"ہمیں نہیں معلوم.... وہ چیخنے کے قابل کس طرح ہو گئے.... یہ بھی ہو سکتا ہے.... موت کے وقت پوری قوت چیخنے کے لیے انہوں نے صرف کی ہو اور ان کی زبان کھل گئی ہو.... یا پھر وہ چیخ ہی کسی اور کی ہو"۔ موٹی کوٹا بولا۔

"حد ہو گئی.... قتل تو ہوئے ہیں مسٹر پیٹر ڈوئی اور چیخا ہو گا کوئی اور.... کوئی تک ہے اس بات کی"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"ہمارے ماہر فیصلہ کریں گے"۔ جوزف شرنام نے سخت لہجے میں کہا۔

"او کے.... اب صدر صاحب کے آنے پر ہی ہم کوئی بات کریں گے.... ویسے یہ اس کیس کی حیرت انگیز ترین بات ہے.... کہ ایک گونگا شخص چیخا کیسے؟"

"ماہر اس بات کی وضاحت کر سکیں گے شاید"۔

"شکریہ.... ہم ان کی وضاحت کو سنیں گے"۔

اور پھر صدر وہاں پہنچ گئے.... ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں.... ان کے ساتھ ان کے وزیر اور مشیر بھی تھے.... آئی جی ڈاکٹر نثار

احمد بھی تھے.... لیکن سب کے سب حواس باختہ تھے.... ایسے میں اخبارات کے نمائندے بھی آ گئے.... ان کے فوٹوگرافر جلدی جلدی تصاویر لینے لگے.... ادھر جوزف فون پر جھکا ہوا تھا.... اچانک اس نے فون بند کر دیا اور بولا۔

"میں نے اپنی حکومت کو یہ خبر دے دی ہے.... ادھر سے ایک سپیشل جہاز میں تحقیقاتی ٹیم فوری طور پر روانہ کی جا رہی ہے.... ہدایات یہ ہیں کہ کمرے کا دروازہ اس وقت تک نہیں کھولا جائے گا.... جب تک کہ ٹیم نہ پہنچ جائے"۔

"آپ فکر نہ کریں مسٹر جوزف.... بالکل اسی طرح ہو گا.... جس طرح آپ چاہیں گے"۔

یہ کہہ کر صدر ان کی طرف مڑے۔

"یہ کیسے ہو گیا بھئی.... جب کہ تم یہاں موجود تھے؟"

"جب یہاں اندر سے بم ملا تھا تو ہم نے ان سے درخواست کی تھی کہ اب یہ جگہ بھی محفوظ نہیں رہی.... لہٰذا ہم انہیں ایک اس سے کہیں زیادہ محفوظ جگہ لے جاتے ہیں.... لیکن یہ نہ مانے.... دوسرا بم ملا تو میں نے انہیں پھر کہا.... یہ پھر بھی نہ مانے.... اس کے بعد سب لوگ سونے کے لیے چلے گئے.... اور پھر ہم نے چیخ کی آواز سنی"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور باقی تفصیلات بھی سنا دیں۔

"لیک جمشید.... الزام تو ہم پر ہی آئے گا"۔ صدر بولے۔

ایسے میں فرزانہ چلا اٹھی۔

"ارے! یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

○☆○

الماری

ان کی نظریں فرزانہ کی طرف گھوم گئیں.... اسی وقت جوزف نے فون بند کر دیا.... اور بولا۔

"صدر صاحب اپنے وزیروں سمیت جلد یہاں پہنچ جائیں گے.... انہوں نے ہماری اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ اس کیس کی تفتیش انسپکٹر جمشید نہیں کر سکیں گے.... جن سے ہم چاہیں گے.... تفتیش کرائیں گے"۔

"بہت خوب مسٹر جوزف! اور میں نے غیر ملکی اخبارات کے نمائندوں کو فوراً" یہاں پہنچنے کے لیے کہہ دیا ہے' وہ بھی چل پڑے ہیں"۔

"تم نے کیا کہا تھا فرزانہ؟" انسپکٹر جمشید نے فکر میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔

"مم.... میں نے کہا تھا.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟" مسٹر جوزف نے اسے گھورا۔

"ہاں فرزانہ بتاؤ.... کیا کیسے ہو سکتا ہے"۔

"پہلے آپ ہمیں جائزہ لینے دیں.... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خودکشی کی ہو"۔

"کیا کہا.... خودکشی.... انسپکٹر صاحب.... کیا آپ گھاس چر گئے ہیں.... خودکشی کرنے والے خنجر گلے پر پھیر کر کبھی خودکشی نہیں کرتے.... ہاں گلے میں پھندا ڈال کر ضرور مر سکتے ہیں.... یا دریا میں چھلانگ لگا دیتے ہیں.... یا بجلی کا ننگا تار پکڑ لیتے ہیں"۔

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں.... پہلے ہمیں جائزہ لینے دیں"۔

"ہرگز نہیں.... اب یہ بھی نہیں ہو گا"۔ جوزف شرنام نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ اس کیس کی تفتیش نہیں کریں گے.... اس کے لیے تو ہم اپنے ملک سے سراغ رساں منگوائیں گے.... وہ تحقیقات کریں گے.... اس لیے کہ اگر یہ کام آپ کا ہے.... تو آپ تو قتل کے ثبوت ادھر ادھر کر دیں گے"۔

"خدا آپ سے سمجھے.... آپ نے ہم پر اتنا بڑا الزام عاید کر دیا"۔ انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں.... ذرا ہماری ٹیم کو تحقیقات کر لینے دیں.... پھر دیکھیے گا آپ"۔

"آپ فکر نہ کریں.... ہم کوئی چیز ادھر سے ادھر نہیں کریں

گے.... محمود دروازے کی طرف جاؤ اور اپنی والی چابی سے دروازہ کھول دو"۔

"کیا کہا.... اپنے والی چابی سے"۔

"ہاں! تمام کمروں کی فاضل چابیاں ہمارے پاس ہیں"۔

"اوہ.... اوہ.... تب تو یہ کام آپ لوگوں کے لیے بہت آسان تھا.... اف مالک.... مسٹر جوزف! ہم سب شدید خطرے میں ہیں.... مسٹر پیٹر ڈوئی کے قاتل یہ لوگ خود ہیں اور اب ہماری بھی خیر نہیں"۔ راہل بونی نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا۔

"حد ہو گئی.... آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں.... ہمیں بھلا کیا ضرورت تھی مسٹر پیٹر ڈوئی کو ہلاک کرنے کی"۔ انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا۔

اتنی دیر میں فون پر صدر سے بات شروع ہو گئی.... جوزف شرنام نے انہیں جلدی جلدی اس خوفناک واردات کے بارے میں بتا دیا.... ادھر راہل بونی فون پر کسی اور سے بات کر رہا تھا۔

انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی بے بسی کے عالم میں ان کی طرف دیکھ رہے تھے.... وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔

یہ لوگ مہمان تھے.... ان کی حفاظت کی ذمے داری انہیں سونپی گئی تھی۔ وہ انہیں کس سلسلے میں پابند نہیں کر سکتے تھے.... روک ٹوک نہیں کر سکتے تھے' اس لیے بے بسی سے کھڑے تھے۔

ایسی ہر کوشش کو ناکام بنا دیتے تھے.... اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے وفد کے لیے اس عمارت کو پسند کیا تھا.... بیرونی لحاظ سے بھی یہ کم محفوظ نہیں تھی.... دیواریں اس قدر مضبوط تھیں کہ گولاباری بھی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی.... دروازوں کو توڑا نہیں جا سکتا تھا.... آگ بھی نہیں لگائی جا سکتی تھی۔

عمارت کی چھت پر جانے کے لیے دائیں بائیں دو زینے تھے.... لیکن دونوں زینے ہر وقت بند رکھے جاتے تھے گویا چھت پر جانے کی کسی کو اجازت نہیں تھی.... اس عمارت کی چھت پر کیا تھا.... یہ کسی کو معلوم نہیں تھا.... صرف انسپکٹر جمشید جانتے تھے۔

کھڑکی کے سامنے پہنچ کر وہ رک گئے.... انہوں نے دیکھا.... کھڑکی کے عین سامنے اور کھڑکی سے ذرا پرے پیٹر ڈولی کی لاش پڑی تھی.... اس کا گلا کٹا ہوا تھا.... کمرے کے فرش بے تحاشا خون پھیلا ہوا تھا.... پیٹر ڈولی بھاری جسامت کا تھا.... اس کی آنکھیں مارے دہشت کے کھلی ہوئی تھیں۔

ان کے جسموں میں تھرتھری دوڑ گئی۔

"اف.... فادر.... اف.... یہ.... یہ کیا ہوا؟"

"مائی گاڈ.... ہمارے لیڈر کو ذبح کر ڈالا گیا.... انسپکٹر جمشید.... تم ہمیں اس لیے لائے تھے یہاں"۔ موناتا چپل نے روتی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ کیا ہوا.... انتہائی ہولناک.... ناقابل یقین.... لرزہ خیز.... ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے.... پاک لینڈ میں ہم پر یہ ظلم بھی ہو سکتا ہے.... ہم تو یہاں دوستی کرنے کے لیے آئے تھے.... دوستی کا ایک عظیم رشتہ دونوں ملکوں میں قائم کرنے کے لیے آئے تھے.... لیکن.... مسٹر جوزف شرنام فون کریں صدر کو.... اخباری نمائندوں کو.... غیر ملکی نمائندوں کو بھی بلاؤ.... ہمارے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا ہے.... اس قدر بڑا ظلم.... کہ ہم اس کے بارے میں گمان بھی نہیں کر سکتے تھے.... بلاؤ سب کو"۔ راہل بوٹی نے چیخنے کے انداز میں کہا۔

"ہاں! اب.... اب یہی کرنا ہو گا"۔

"آپ ذرا صبر سے کام لیں.... سکون سے کام لیں.... ہمیں لاش کا معائنہ کرنے دیں.... اخباری رپورٹروں کو نہ بلائیں.... اس طرح یہ بات ساری دنیا میں پھیل جائے گی اور ہمارے ملک کی بہت بے عزتی ہو گی.... دنیا بھر کے اخبارات پھبتیاں کسیں گے.... لہٰذا آپ مہربانی فرمائیں.... اخبارات کے نمائندوں کو نہ بلائیں.... ہاں صدر صاحب کو ضرور بلا لیں.... ہم ان شاء اللہ بہت جلد قاتل کو پکڑ لیں گے اور اسے خوفناک سزا دلوائیں گے.... اس قدر خوفناک کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے"۔ انسپکٹر جمشید جلدی جلدی کہتے گئے۔

"ہمیں اس سے کیا فائدہ ہو گا.... ہمارا ساتھی تو لوٹ کر نہیں آئے گا"۔

"میں ایک ایک سے پوچھتا ہوں.... مسٹر جوزف شرنام معاف کیجئے گا.... کیا آپ چیخے تھے؟"

"لل.... لیکن.... مسٹر لاری.... آپ مجھ سے کیوں شروع کر رہے ہیں.... وفد کے سربراہ سے شروع کریں"۔ جوزف نے منہ بنایا۔

"لیکن.... مسٹر پیٹر ڈوئی تو بتا ہی نہیں سکتے.... نہ وہ چیخ سکتے.... سکتے.... سکتے"۔ لاری کی زبان اٹک کر رہ گئی.... اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

پھر تو وہ سب بری طرح اچھلے.... ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"نن.... نہیں.... نہیں.... مسٹر پیٹر ڈوئی ہمارے درمیان کیوں نہیں ہیں.... وہ اپنے کمرے سے کیوں نہیں نکلے.... وہ صرف بول نہیں سکتے.... سن تو سکتے ہیں.... کیا انہوں نے چیخ نہیں سنی"۔ جوزف شرنام نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"پھر وہ پیٹر ڈوئی کے دروازے کی طرف جھپٹے.... دروازے پر ہاتھ مارے گئے.... دروازہ اندر سے بند تھا۔

"مسٹر پیٹر ڈوئی.... دیکھئے.... آپ کو کیا ہو گیا کہ اس قدر بلند چیخ آواز سنائی نہیں دی آپ کو' جب کہ باقی سب لوگ اٹھ گئے تھے"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے دروازہ دھڑ دھڑا ڈالا۔

اس کے بعد بار بار دستک دی گئی' لیکن پیٹر ڈوئی کے کان پر جوں

تک نہ رینگی۔

"محمود.... تم کھڑکی کی طرف جا کر دیکھو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی اچھا"۔ اس نے کہا اور دوڑ لگا دی۔

جلد ہی اس کی واپسی ہوئی.... اس کے چہرے پر بدحواسی تھی.... سانس پھول رہا تھا۔

"وہ.... کھڑکی.... کھڑکی کھلی ہے.... ارے باپ رے"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... کھڑکی کھلی ہے.... ارے باپ رے"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اندر.... اندر مسٹر ڈوئی کی لاش"۔ محمود جملہ پورا نہ کر سکا.... کیونکہ وہ واقعی دہشت زدہ تھا۔

"کیا!!!.... لاش!!!" وہ سب کے سب پوری قوت سے چلائے۔

اور پھر انہوں نے دوڑ لگا دی.... چکر کاٹ کر وہ اس کھڑکی تک پہنچے.... تمام کمروں کے دروازے باغ کی طرف کھلتے تھے.... اور پچھلی طرف کھڑکیاں تھیں.... ان کے اوپر روشن دان تھے.... کھڑکیوں میں مضبوط سلاخیں تھیں.... پوری عمارت اور باغ کے گرد بلند چاردیواری تھی.... اس چاردیواری کو پھلانگنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی.... انسپکٹر جمشید نے اس قسم کا انتظام کر رکھا تھا کہ کوئی کسی بھی ذریعے سے اس دیوار پر نہ چڑھ سکے.... نہ سیڑھی لگا کر.... نہ رسی کی سیڑھی وغیرہ کے ذریعے.... دیوار کے اوپر کچھ اس قسم کے آلات لگے ہوئے تھے کہ

سے کوئی نہیں چیخا تھا۔

"حد ہو گئی... ارے بھئی تو پھر آخر کس کی چیخ تھی وہ؟" چاڈنائے نے تیز آواز میں کہا۔

"یہ تو آپ لوگ دیکھیں... ایک دوسرے سے پوچھیں"۔

"اوہو... آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے... اور بنے پھرتے ہیں انسپکٹر"۔ جوزف شرنام نے تلملا کر کہا۔

"جی کیا مطلب... میں کیا نہیں سمجھتا"۔ انہوں نے برا مانے بغیر کہا۔

"اگر ہم میں سے کوئی چیخا ہوتا تو... وہ باہر نکلتے ہی یہ اعلان کرتا کہ وہ چیخا تھا اور چیخنے کی وجہ یہ تھی"۔ جوزف نے جلدی سے کہا۔

"بات آپ کی معقول ہے، لیکن پھر آخر وہ چیخ کس کی تھی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اب ہمیں کیا معلوم... اس عمارت کے بارے میں آپ کو زیادہ معلوم ہے... ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں"۔ مونڈی کوٹا بولا۔

"میں آپ کو بتا رہا ہوں... یہ آواز نہ تو ہم میں سے کسی کی تھی، نہ ہمارے قیدیوں میں سے کسی کی... اب رہ گئے آپ لوگ، پس ثابت ہوا... یہ آپ میں سے کسی کی تھی"۔

"حد ہو گئی... ہم بھی آپ کو بتا چکے ہیں... کہ اگر چیخ ہم میں سے کسی کی ہوتی تو وہ باہر نکلنے کے فوراً بعد اعلان کرتا کہ وہ چیخا تھا

اور یہ بھی بتاتا کہ چیخا کیوں تھا"۔

"تب پھر صرف اور صرف ایک بات کہی جا سکتی ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ کوئی بھی نہیں چیخا تھا... ہم سب کے کان بجے تھے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ جوزف شرنام نے چلا کر کہا۔

"تب پھر جو چیخا تھا... وہ یہ بتانے کے قابل نہیں ہے کہ وہ چیخا تھا"۔ فرزانہ بول اٹھی۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ رابل بونی نے اسے گھورا۔

"آپ ہم پر تو بگڑ رہے ہیں... اور اپنا جائزہ تک نہیں لے رہے، کوئی تک ہے اس بات کی"۔ محمود نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"ہم... ہم ایک دوسرے کا جائزہ کیوں لیں... ہمیں کیا ہوا ہے؟"

"میں نے یہ نہیں کہا... آپ کو کیا ہوا ہے... بلکہ یہ کہا ہے کہ ہم پر بگڑنے کی بجائے خود کا جائزہ لیں... ہو سکتا، اس طرح آپ یہ جان لیں کہ کون چیخا تھا"۔ محمود نے کہا۔

"اچھی بات ہے... ان کی بات پر بھی عمل کر لیتے ہیں"۔

دیر بعد لاری کی آواز سنائی دی... انہیں پھر جھٹکا لگا۔

"کیا مطلب؟" مسز ریٹا بول اٹھی۔

چیخ

وہ گھبرا کر اپنے کمروں سے نکل آئے.... اس وقت تک مہمانوں میں سے کسی کے کمرے کا دروازہ نہیں کھلا تھا.... انہوں نے سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... عین اس وقت کمروں کے دروازے کھلنے شروع ہوئے اور کیا ہوا کیا ہوا کا شور گونج اٹھا۔

ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں.... ایسے میں جوزف شرنام کی آواز لہرائی۔

"یہ.... یہ کون چیخا تھا.... اوہ گاڈ.... کس قدر ہولناک چیخ تھی.... جیسے وہ کسی کی آخری چیخ تھی"۔

"انسپکٹر جمشید.... آپ کو پہلے بتا دینا چاہیے تھا کہ یہاں ہمیں ایسی چیخیں بھی سننا پڑیں گی.... اگر یہاں اس قسم کے قیدی رکھے گئے ہیں.... جن کی چیخیں عمارت کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں.... تو پھر ہمیں یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟" فونڈا گرین نے برا سا منہ بنایا.... اور سر کو ایک جھٹکا دیا۔

"اب ہم یہاں نہیں رہیں گے"۔ مونڈی کاٹا نے کہا۔

"آپ لوگ غلط سوچ رہے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہم غلط سوچ رہے ہیں.... کیا غلط سوچ رہے ہیں؟"

"یہ کہ وہ چیخ کسی قیدی کی تھی.... قیدی آپ کے کمروں سے بہت فاصلے پر ہیں.... ان کی چیخوں کی آوازیں' آپ کے کمروں کے اندر تک تو آ ہی نہیں سکتیں.... جب کہ کمروں کے دروازے بند ہوں.... ہاں اس برآمدے تک آہستہ سی آوازیں آ سکتی ہیں.... دوسرے یہ کہ اس وقت کسی قیدی کے چیخنے کی آواز ویسے بھی نہیں آ سکتی تھی' اس لیے کہ ہم قیدیوں کو راتوں کو نہیں جگاتے.... انہیں آرام کرنے کا موقع دیتے ہیں' ان کے آرام کا پورا خیال رکھتے ہیں' ان کے دکھ تکلیف کا بھی خیال رکھا جاتا ہے.... یہ چیخنا چلانا تو بس ان لوگوں کا ہوتا ہے جن سے کوئی بات اگلوانا ہوتی ہے اور وہ کسی طرح اگلنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے.... لہٰذا آپ لوگ اس خیال کو ذہن سے نکال دیں کہ یہ کسی قیدی کی چیخ تھی"۔ وہ پرسکون انداز میں کہتے چلے گئے۔

"تب پھر وہ کس کی چیخ تھی.... کیا آپ لوگوں میں سے کوئی چیخا تھا؟" راہل بوٹی نے جھلا کر کہا۔

"نہیں.... ہم بھی وہ چیخ سن کر اپنے کمروں سے نکلے ہیں.... اور نکلنے کے فوراً بعد ہم نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا تھا.... ہم نے نفی میں سر ہلائے تھے.... جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں

ہرگز نہیں کہیں گے"۔ وہ بولے۔

"نہیں! ہم یہیں رہیں گے"۔

"چلئے آپ کی مرضی"۔

"ہماری حفاظت کرنا آپ کا کام ہے.... آپ جانیں.... آپ خود ہمیں یہاں تک لائے تھے' ہم اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئے' یہ بات درست ہے یا نہیں"۔ موٹی کوٹا بولا۔

"ٹھیک ہے جناب! میں کب کہتا ہوں کہ یہ ہمارا کام نہیں ہے.... اچھا ٹھیک ہے.... ہم سب اب یہیں رہیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

پھر انہیں وہیں چھوڑ کر وہ پروفیسر صاحب والے کمرے میں آئے.... وہ بہت تیزی سے اپنے کام میں مشغول تھے.... انہیں ان کے آنے کا پتا بھی نہ چلا.... آخر انہوں نے آواز پیدا کی' تب کہیں انہیں احساس ہوا۔

"اوہ آپ لوگ ہیں.... میرا کام بس رات کے بارہ بجے تک مکمل ہو جائے گا"۔

"اوہ اچھا.... تب تو ٹھیک ہے.... لیکن پروفیسر صاحب.... مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا مطلب.... کیوں ڈر لگ رہا ہے"۔

"کہیں ہم لیٹ نہ ہو جائیں.... اور...."

"میں سمجھتا ہوں.... اچھا بس.... مجھے ایک گھنٹا اور دے دیں"۔

"چلئے ٹھیک ہے"۔

ایک گھنٹے بعد انہوں نے اپنا کام پورا کر لیا.... اور انسپکٹر جمشید حرکت میں آ گئے.... انہیں اپنے کام سے فارغ ہوئے ابھی ایک گھنٹا بھی نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے ایک ہولناک چیخ کی آواز سنی۔

○☆○

تم بلکہ ہم سب بھی"۔

"اچھی بات ہے.... یونہی سہی"۔

وہ سب سوچ میں ڈوب گئے.... اس بار پروفیسر داؤد نے سر اٹھایا اور بولے۔

"ان سب لوگوں کو ایک کمرے میں رکھا جائے اور ان کے ساتھ ہی ہم بھی رہیں"۔ "کیا اس طرح ہم بیرونی دشمن کے حملے سے محفوظ ہو جائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ان سے بچاؤ کے لیے باہر خفیہ فورس موجود ہے"۔

"لیکن آپ اس دشمن کا کیا کریں گے.... جو خفیہ فورس کی نظر بچا کر عمارت میں دو بار بم رکھ چکا ہے' ہمارا اصل مسئلہ تو وہ دشمن ہے.... اسی نے ہمیں اس الجھن میں مبتلا کیا ہے' اگر بموں والا معاملہ پیش نہ آجاتا تو ہم پرسکون رہ کر اپنا کام کرتے"۔

"افسوس"۔ انہوں نے سرد آہ بھری۔

"افسوس کس بات پر؟"

"میں ترکیب بتا سکتا ہوں.... لیکن تم مانو گے نہیں"۔

"چلیے آپ بتائیں تو سہی"۔

"او کے.... ان سب کو میری تجربہ گاہ میں لے چلو.... وہاں کوئی دشمن بھی بم نہیں رکھ سکے گا"۔

"ترکیب بہت اچھی ہے اور مجھے کوئی اعتراض نہیں' لیکن اصلہ

مسئلہ مہمانوں کے ماننے کا ہے"۔

"تو پھر چل کر ان سے بات کر لیتے ہیں"۔

انہوں نے مہمانوں کو ایک جگہ جمع کیا' صورت حال بتائی اور پھر انسپکٹر جمشید بولے۔

"سب سے بہتر ترکیب ان حالات میں یہ تھی کہ آپ لوگ واپس اپنے ملک چلے جاتے.... لیکن ہمارے صدر صاحب اس بات کو پسند نہیں فرما رہے.... آپ کیا کہتے ہیں"۔

"ہم.... ہم بھی واپس جانا پسند نہیں کریں گے"۔

"او کے.... اب اس عمارت کے بارے میں سن لیں' ہمارے خیال میں یہ محفوظ ترین عمارت ہے' ہر قسم کے خطرے سے محفوظ' لیکن اس کے باوجود.... باہر خفیہ فورس کے ہونے کے باوجود.... جدید سائنسی آلات نصب ہونے کے باوجود.... اندر دو بار بم رکھا جا چکا ہے.... یہ بات خطرناک ہے اور ہمارے لیے بہت پریشان کن ہے.... ان حالات میں ہم نے آپ لوگوں کے لیے ایک اس سے کہیں زیادہ محفوظ عمارت کا انتخاب کیا ہے.... اگر پسند کریں تو ہم ابھی اور اسی وقت وہاں جانا چاہتے ہیں"۔

"لیکن انسپکٹر صاحب.... آخر ہم اس طرح کتنی عمارات تبدیل کریں گے"۔

"بس یہی ایک.... اس کے بعد ہم آپ کو ایسا کرنے کے لیے

"سوچو ترکیب.... کرنا کیا ہے"۔ فاروق مسکرایا۔

"لیکن کیسے سوچوں.... یہاں سوچنے کے لیے ہے ہی کیا.... ذرا سوچو"۔

"ایک منٹ"۔ فاروق نے فوراً اس کی بات کاٹ دی۔

"کیوں! کیا ہوا؟"

"ایک طرف تم کہہ رہی ہو.... یہاں سوچنے کے لیے ہے ہی کیا' دوسری طرف کہہ رہی ہو ذرا سوچو' جب یہاں سوچنے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں تو میں سوچوں کیا؟"

"ہے کوئی تک اس بات کی"۔ فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

"تک تو نہیں ہے.... لیکن تم نے یہ کہا ہی کیوں تھا کہ یہاں سوچنے کے لیے ہے ہی کیا"۔ محمود مسکرایا۔

"اچھا خیر.... میں پھر سے بات شروع کرتی ہوں.... فاروق کی تو عادت ہے.... بلاوجہ وقت ضائع کرتا رہتا ہے.... جب دو بار عمارت کے اندر بم مل چکا ہے.... اور ہم بم رکھنے والے کو سر توڑ کوشش کے باوجود گرفتار نہیں کر سکے.... تو یہ لوگ خطرات ہی خطرات میں گھرے ہوئے ہو سکتے ہیں.... بہتر یہی ہے کہ انہیں یہاں سے کسی اور عمارت میں لے چلیں"۔

"حد ہو گئی.... یہ اس نے ترکیب بتائی ہے"۔ محمود جل کر بولا۔

"ان حالات میں اس سے بہتر ترکیب کیا ہو سکتی ہے بھلا"۔

"ضرور ہو سکتی ہے.... تم ذہن پر زور دو.... دماغ خرچ کرو.... اس خانے کو ٹٹولو.... جو عجوبہ ترکیبیں بتاتا رہتا ہے"۔

"اب تم کچھ دیر کے لیے خاموشی اختیار کرو گے تو یہ کچھ سوچ سکے گی نا"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"لیجیے ہم خاموش ہو جاتے ہیں"۔ فاروق نے گویا اعلان کیا۔

"اب دیکھنا یہ ہے کہ تم اس اعلان پر کب تک کاربند رہتے ہو"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"بس کاربند ہی کاربند سمجھو"۔

اور وہاں خاموشی چھا گئی.... فرزانہ گہری سوچ میں ڈوب گئی.... کافی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں.... سر کو ایک جھٹکا دیا اور خوف زدہ انداز میں بولی۔

"میرے ذہن میں کوشش کے باوجود کوئی ترکیب نہیں آ رہی.... بس خوفناک خیالات آ رہے ہیں جب کہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا.... بہتر ترکیب یہی رہے گی کہ اس وفد کو واپس بھیج دیا جائے"۔

"بالکل ٹھیک فرزانہ.... سوچ سوچ کر میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں.... لیکن یہی ہماری مشکل ہے.... صدر صاحب اس پر تیار نہیں ہیں"۔

"تب پھر.... ہم کیا کریں"۔ فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

"ترکیب سوچنا ہو گی.... ایک بار پھر ذہن پر زور دو.... نہ صرف

"اور سر! اگر کوئی گڑبڑ ہو گئی.... ان کے ساتھ کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو کیا اس صورت میں جو بے عزتی ملک کی ہو گی.... اس بے عزتی کے بارے میں ہم سوچ سکتے ہیں"۔

"نن نہیں"۔ صدر صاحب ہکلائے۔

"تب پھر یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے.... کہ آپ کون سی بے عزتی پسند کرتے ہیں اور کون سی ناپسند"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"حد ہو گئی جمشید.... بے عزتی کسی بھی قسم کی ہو.... یہ بھی کوئی پسند کرنے کی چیز ہے"۔

"لیکن ایسے موقعے پر انسان یہ تو پسند کرے گا کہ کم بے عزتی بہتر رہے گی"۔

"اوہو بھئی.... تم ایسی ترکیب کیوں نہیں سوچتے.... کہ بے عزتی ہو ہی نہ"۔

"یہ کام پھر فرزانہ کا ہے.... آپ اس سے کہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ کیا بات ہوئی.... اگر یہ کام اس کا ہے تو بھی کیا تم اس سے نہیں کہہ سکتے کوئی ترکیب سوچنے کے لیے"۔

"آپ کے کہنے کا زیادہ اثر ہو گا.... میں تو روزانہ کہتا رہتا ہوں نا.... فرزانہ سوچو کوئی ترکیب.... آپ نے آج تک اس سے یہ فرمائش نہیں کی ہو گی"۔

"جمشید یار.... تم ان حالات میں مذاق کے موڈ میں ہو؟"

"جی نہیں.... میں بے بسی محسوس کر رہا ہوں"۔

"اچھی بات ہے.... ریسیور فرزانہ کو دو"۔

"یہ لو فرزانہ.... اب تم بات کرو"۔

"یہ.... یہ آپ کیا کر رہے ہیں ابا جان.... ایسا تو نہ کریں"۔ فرزانہ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور کانپتے ہاتھوں سے ریسیور لے لیا۔

"فرزانہ.... خدا کے لیے کوئی ترکیب سوچو.... ایسی ترکیب کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے.... وفد کا دورہ بھی مکمل ہو جائے اور ہمارے ملک پر حرف بھی نہ آئے"۔

"جج.... جی.... صنکل اور"۔ فرزانہ نے گڑبڑا کر کہا۔

"کیا کہا.... تم نے.... صنکل اور"۔

"جج.... وہ.... وہ حروف کی شرارت ہے.... جگہ بدل گئے"۔

"میں کچھ نہیں سنوں گا.... سوائے اس کے کہ تم نے ایک عدد نہایت شان دار بے داغ قسم کی ترکیب سوچ لی ہے"۔

"ارے باپ رے.... نہایت شان دار بے داغ ترکیب"۔ فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں بالکل"۔ وہ بولے اور فون بند کر دیا۔

"اب.... اب میں کیا کروں"۔

بے داغ

ان سب کے دماغ بھائیں بھائیں کر رہے تھے۔۔۔ چہروں پر صرف حیرت ہی حیرت تھی۔۔۔ اور کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"اکرام یار۔۔۔ یہ کیس تم حل کرو۔۔۔ ہم تو لگتا ہے۔۔۔ بالکل بے بس ہو گئے ہیں"۔

"جی۔۔۔ کیا فرمایا آپ نے۔۔۔ م۔۔۔ میں حل کروں۔۔۔ ارے باپ رے"۔ اکرام بوکھلا اٹھا۔

"تب پھر ہم یہ کیس کس طرح حل کریں؟"

"ج۔۔۔ جیسے۔۔۔ پہلے آپ نے ان گنت کیس حل کیے ہیں۔۔۔ بالکل اسی طرح"۔ وہ مسکرایا۔

"مذاق نہ کرو بھائی۔۔۔ یہ کیس اور قسم کا ہے۔۔۔ مجھے پریشانی یہ ہے کہ اگر وفد کے ارکان میں سے کسی کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو کیا ہو گا۔۔۔ ہمارے ملک کی کس قدر بے عزتی ہو گی"۔

"لیکن آپ ہی بتائیں۔۔۔ ہم کیا کریں۔۔۔ ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"صبر۔۔۔ شکر"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا۔۔۔ صدر کے نمبر ملائے۔

"السلام علیکم"۔ سلسلہ ملنے پر وہ بولے۔

"ہاں جمشید۔۔۔ سناؤ کیا خبر ہے؟"

"بہت خوفناک سر۔۔۔ ایک اور بم ملا ہے عمارت سے' اس پر بھی انگلیوں کے نشانات اسی شخص کے پائے گئے ہیں۔۔۔ جس کے پہلے بم پر پائے گئے تھے"۔

"اوہ اوہ۔۔۔ تب پھر؟"

"تب پھر یہ کہ یہ مہمان شدید خطرے میں ہیں۔۔۔ اب ایک ہی راستا رہ جاتا ہے"۔

"اور وہ کیا جمشید۔۔۔ تم راستا بتاؤ۔۔۔ عمل میں کر ڈالوں گا"۔

"آپ اس وفد کو فوری طور پر واپس بھیج دیں سر"۔

"ہائیں! یہ کیا کہہ دیا جمشید۔۔۔ مجھے تم سے ایسی امید تو ایک فیصد بھی نہیں تھی"۔

"خود مجھے بھی نہیں تھی اپنے آپ سے یہ امید"۔ انسپکٹر جمشید نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"مجھے افسوس ہے جمشید"۔

"جی۔۔۔ لیکن کس بات پر؟"

"اس بات پر کہ میں تمہاری تجویز پر عمل نہیں کر سکتا۔۔۔ اس طرح تو ملک کی وہ بے عزتی ہو گی کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے"۔

"یہاں کوئی بم ہے"۔

"کیا!!!" وہ سب چلائے۔

اور پھر بم انہیں نظر آ گیا۔۔۔ وہ آتش دان کے نیچے چھپایا گیا تھا۔

"اف مالک! عمارت میں تو پھر بم موجود ہے۔۔۔ جبکہ عملہ کہہ رہا ہے۔۔۔ کوئی آیا نہ گیا۔۔۔ نہ قلم میں کوئی چیز نظر آئی۔۔۔ تب پھر۔۔۔ بم کون دوبارہ رکھ گیا"۔ انسپکٹر جمشید کانپ گئے۔

"معاملہ حد درجے خوفناک اور پراسرار ہے جمشید۔۔۔ ہمیں کچھ کرنا چاہیے"۔ پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں پروفیسر صاحب! میں بھی اب بہت پریشان ہو گیا ہوں۔۔۔ خیر کوئی بات نہیں۔۔۔ ہم ایک بار پھر نئے سرے سے تفتیش کریں گے۔۔۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ اس بم پر بھی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک ہے"۔ خان رحمان چونکے۔

ایک بار پھر اکرام کو بلایا گیا۔۔۔ بم پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے گئے

"سب سے پہلے تو اکرام ان نشانات کو پہلے بم پر ملنے والے نشانات سے ملاؤ"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"جی بہتر"۔ اس نے فوراً کہا۔

"اکرام نے پہلے نشانات اور بعد والے نشانات کو ساتھ رکھ کر عدسے سے ان کا معائنہ کیا اور پھر اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہو گئے۔

"اف مالک! یہ تو بالکل ایک جیسے ہیں۔۔۔ اور اس کا مطلب ہے۔۔۔ دوسرا بم بھی اسی نے رکھا ہے۔۔۔ جس نے پہلے رکھا تھا"۔

○☆○

بلایا گیا تھا اور جو اپنے کمرے میں کام کرتے رہے تھے۔۔۔ آج وہ انہیں ساتھ لائے تھے۔۔۔ جوزف شرنام نے ان کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا تو انسپکٹر جمشید نے انہیں بتا دیا کہ وہ ان کے ساتھی ہیں۔۔۔ اور بعض امور کے ماہر ہیں' اس لیے انہیں ساتھ رکھنا ضروری ہے۔

وفد کے ارکان نے سر ہلا دیے۔۔۔ تاریخی مقام کی سیر کے بعد انہیں پھر اس عمارت میں لایا گیا۔۔۔ اندر داخل ہونے سے پہلے انہوں نے اپنے ماتحتوں سے پوچھ گچھ کی۔۔۔ انہوں نے بتایا کہ ہر طرح خیریت رہی۔۔۔ کوئی آیا نہ گیا۔۔۔ اب وہ اندر داخل ہوئے' مہمان تو اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔۔۔ وہ اپنے کمرے میں آ بیٹھے۔۔۔ اور وہ پروفیسر صاحب اپنے کمرے میں چلے گئے۔۔۔ ایسے میں فرزانہ نے شدید بے چینی محسوس کی۔

"نہ جانے کیا بات ہے۔۔۔ میں بہت بے چینی محسوس کر رہی ہوں"۔

"دیکھو فرزانہ۔۔۔ پہلے ہی تمہاری بے چینی گل کھلا چکی ہے۔۔۔ اب تو اسے رہنے دو"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"حد ہو گئی۔۔۔ تو کیا میں اپنی چھٹی حس کو میٹھی نیند سلا دوں"۔

"ہاں ضرور۔۔۔ کیوں نہیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"نہیں بھئی۔۔۔ یہ ٹھیک نہیں ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید نے سر ہلایا۔

"جی۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ کیا ٹھیک نہیں ہو گا؟"

"چھٹی حس کو سلانا۔۔۔ اسے تو جاگتے ہی رہنا چاہیے"۔

"حد ہو گئی۔۔۔ میں اسے سلا بھی کیسے سکتی ہوں۔۔۔ یہ بات میرے اختیار میں کب ہے"۔

"ہائیں۔۔۔ تو پھر تم نے کہا کیوں تھا کہ کیا میں اپنی چھٹی حس کو سلا دوں؟"

"وہ میں نے جل کر کہا تھا؟"

"اچھا خیر۔۔۔ آئندہ تم ہمیں کوئی بات جل کر نہ کہنا"۔ محمود نے کہا۔

"بہت بہتر۔۔۔ مشورے پر عمل کروں گی"۔ اس نے جل بھن کر کہا۔

"کیا خاک عمل کرو گی۔۔۔ تم نے تو یہ جملہ بھی جل بھن کر کہا ہے"۔ فاروق ہنسا۔

"تو تمہیں اس سے کیا؟"

عین اس وقت فرزانہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"سن نہیں ابا جان۔۔۔ اب۔۔۔ اب میں یہاں نہیں رہ سکتی۔۔۔ پروفیسر انکل مہربانی فرما کر فوراً" اس کمرے کو اپنے آلے کے ذریعے دیکھ لیں"۔

اس کے چہرے پر اس قدر گھبراہٹ دیکھ کر وہ سب گھبرا گئے۔۔۔ آلے کی مدد سے کمرے کا جائزہ لیا گیا اور پھر وہ بہت زور سے اچھلے۔

جھلا کر کہا۔

"چلیے پھر ٹھیک ہے.... جو آپ کہتے ہیں.... ہم وہ کر لیتے ہیں.... ویسے بہتر تھا.... ہم ایک آخری کوشش اور کر لیتے"۔

"آخری کوشش.... کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں آخری کوشش.... انکل اکرام کو بم پر پائے جانے والے نشانات دیے جائیں.... تاکہ وہ اپنے ریکارڈ سے ملا کر دیکھ لیں"۔

"اوہ اچھا.... یہ بھی کر لیتے ہیں.... ایسا کرنے میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے"۔ انہوں نے مسکرا کر کہا اور اکرام کو ہدایات دیں.... اس کا آدمی فوراً وہاں پہنچ گیا اور نشانات لے کر چلا گیا.... کچھ دیر بعد اس کی طرف سے فون ملا۔

"سر.... یہ نشانات ریکارڈ میں سے نہیں ملے"۔

"اوہ اچھا.... خیر ٹھیک ہے"۔

اب انہوں نے سوالیہ انداز میں اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔

"اب کیا خیال ہے؟"

"ان نشانات کو فی الحال ایک طرف ہی رکھنا پڑے گا"۔

"یہی میں نے کہا تھا.... آؤ ذرا مہمانوں سے مل لیں.... بہت دیر ہو گئی.... ان کا حال نہیں پوچھا.... رات کا کھانا بھی کھانا ہے.... اور پھر انہیں سونے کے لیے ان کے کمروں میں بھی داخل ہوتے دیکھنا ہے"۔

وہ اٹھ کھڑے ہوئے.... دوسرے دن صدر صاحب سے ان کی ملاقاتی ہوئی.... اس دوران انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ساتھ والے کمرے میں موجود رہے.... صدر صاحب ان کے پاس آئے اور بولے۔

"ہاں بھئی.... ہر طرح خیریت رہی نا رات"۔

"اس طرح تو نہیں کہہ سکتے سر.... قریب قریب خیریت کہہ سکتے ہیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

انہیں بم والا واقعہ بتایا گیا۔

"ارے باپ رے جمشید.... اگر تمہاری عمارت میں بم پہنچ سکتا ہے تو پھر کس عمارت کو محفوظ رکھ سکتے ہیں"۔

"یس سر.... ہم تو کہیں گے.... فی الحال تو.... ہم وہیں رہیں گے"۔

"لیکن بھئی.... وہ تو اب خطرناک نہیں بن گئی"۔

"نہیں.... آپ فکر نہ کریں"۔

"اچھی بات ہے.... میں نے تو یہ معاملہ تمہارے سپرد کر دیا ہے.... اب تم جانو"۔

"آپ فکر نہ کریں"۔

ملاقات کے بعد وفد کو ایک تاریخی مقام دکھایا گیا.... اس سیر کے دوران وہ پروفیسر صاحب بھی ان کے ساتھ رہے.... جنہیں عمارت میں

پوزیشن نمبر نو پر موجود ہوں.... ہر تین منٹ بعد ایک ساتھی میرے پاس آئے گا"۔

"او کے سر"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

اب یہ کام شروع ہوا.... کام مکمل ہونے پر ان کی حیرت میں اور اضافہ ہو گیا.... ان میں سے کسی کے نشانات بھی بم پر نہیں تھے۔

"اب تو پھر ایک ہی صورت رہ جاتی ہے جمشید"۔ خان رحمان مسکرائے۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ ہم اپنی انگلیوں کے نشانات بھی چیک کر لیں"۔

"بالکل ٹھیک.... یہ کرنا ہو گا"۔ وہ مسکرائے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... اب ہم خود کو چیک کریں گے.... یعنی ہمیں اپنے آپ پر بھی شک کرنا ہو گا"۔

"ہاں! مجبوری ہے.... جاسوسی اصول یہی ہے.... آؤ محمود.... پہلے تم انگلیوں کے نشانات دو"۔

اسی طرح انہوں نے اپنے نشانات بھی ملائے.... لیکن کسی کے نشانات بم پر پائے جانے والے نشانات سے نہ ملے۔

"اب ہم کیا کریں.... اس کا صاف مطلب تو پھر یہ ہے کہ کوئی نامعلوم آدمی ہم سب کی نظریں بچا کر عمارت میں داخل ہو اور یہ بم رکھ کر اطمینان سے واپس بھی چلا گیا اور ہمیں کانوں کان خبر نہیں

ہوئی"۔

یہ ناممکن ہے سر.... اس بات کی نفی تو عمارت کے ارد گرد کے آلات بھی کریں گے.... آپ اس تمام عرصے کی وڈیو ملاحظہ فرمالیں.... اگر کوئی داخل ہوا ہو گا تو اس کی فلم بن چکی ہو گی"۔

"ہاں! اب یہ بھی کرنا ہو گا"۔

انہوں نے خودکار وڈیو کیمرے کے ذریعے بننے والی فلم لی اور اس کو وی سی آر پر چلا کر دیکھا.... تمام فلم تیز تیز چلا کر انہوں نے دیکھ ڈالی.... لیکن کوئی نامعلوم آدمی اندر داخل ہوتا یا باہر نکلتا نظر نہیں آیا"۔

"اب ہم کیا کریں.... پوری کوشش کے باوجود ہم یہ نہیں جان سکے کہ بم اندر کس طرح پہنچا"۔ انسپکٹر جمشید نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"ہمیں تو چکر پر چکر آ رہے ہیں ابا جان"۔

"گویا فی الحال ہم یہ نہیں جان سکتے کہ بم اندر کیسے پہنچ گیا.... خیر ہم اس بات کو پھر دیکھیں گے"۔

"لیکن ابا جان.... اب نہیں دیکھ سکے.... تو پھر کسی وقت کیسے دیکھ سکیں گے"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"اوہو بھئی.... اب ہم کر ہی کیا سکتے ہیں.... تم خود سوچو.... صرف ایک مسئلے پر تو ہم تمام وقت صرف نہیں کر سکتے"۔ انہوں نے

دوسرا

بم پر پائے جانے والے نشانات ان سب کے نشانات سے مختلف تھے۔

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہے کہ بم ان میں سے کسی نے نہیں رکھا"۔

"اور نہ پروفیسر صاحب نے رکھا"۔

"تو پھر.... آخر کس نے رکھا؟"

"اس کا صرف اور صرف ایک مقصد ہے.... یہ کہ بم ہمارے عملے میں سے کسی نے رکھا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے سرسری انداز میں کہا۔

"کیا ایسا ممکن ہے جمشید"۔

"نہیں.... میرا عملہ جان تو دے سکتا ہے' غداری پر آمادہ نہیں ہو سکتا"۔

"تب پھر اسے کیا کہا جائے گا"۔

"اب انہوں نے عملے کو وائرلیس پر مخاطب کیا.... وہ سب خفیہ جگہوں پر چھپے تھے۔

"تم میں سے کسی ایک پر بھی مجھے ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے"۔

"کیا مطلب سر"۔ وہ چونکا۔

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو' اس کے باوجود ہمیں اپنا اطمینان کرنا ہو گا.... کیونکہ ایک ایسا معاملہ پیش آیا ہے.... عمارت کے اندر سے ایک بہت خطرناک بم ملا ہے اور اگر ہم اس کو پا نہ لیتے.... یہ عمارت ہم سب سمیت ملبے کا ڈھیر بن جاتی"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

اب یہ بات وائرلیس سیٹ پر وہ سب سن رہے تھے۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے سر.... لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے.... یہ ہو کیسے گیا"۔

"ہمیں یہی دیکھنا ہے.... اندر موجود سب لوگوں کی انگلیوں کے نشانات تو ہم بم پر پائے جانے والے نشانات سے ملا چکے ہیں.... ان میں سے تو کسی کے نشانات بم پر ہیں نہیں.... اب رہ گئے تم لوگ.... تم پر میں ایک لمحے کے لیے بھی شک نہیں کر سکتا.... لیکن جاسوسی اصول کے مطابق ہمیں یہ کرنا ہو گا"۔

"ہم سمجھ گئے سر.... ہم اپنے نشانات دینے کے لیے تیار ہیں"۔

"تب پھر تم سب کو باری باری میرے پاس آنا ہو گا.... میں

رہا ہوں.... اور میری طرف سے بالکل بے فکر رہیں.... میں نے ذرا
بھی برا نہیں مانا"۔ انہوں نے خوش دلی سے کہا۔

وہ ایک بار پھر شکریہ ادا کر کے باہر نکل آئے.... اب انہوں
ایک کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"یس"۔ جوزف شرنام نے باہر نکل کر کہا۔

"آپ کی انگلیوں کے نشانات کی ضرورت ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ عمارت میں بم پایا گیا ہے"۔

"اور آپ کا کیا خیال ہے.... کہ بم ہم میں سے کسی نے
ہے.... اس سے زیادہ فضول خیال بھی کوئی ہو سکتا ہے.... کیا اپنی مو
کا سامان ہم خود کریں گے"۔

"نہیں.... لیکن اس کے باوجود ہم انگلیوں کے نشانات لے
گے"۔

"تب ہمیں اس سلسلے میں صدر صاحب سے بات کرنا ہو گی
آپ ہماری توہین کر رہے ہیں"۔

"اگر آپ چاہتے ہیں.... ہم آپ کی حفاظت کا کام کر
رہیں.... تو آپ کو ہمارے ساتھ تعاون کرنا پڑے گا.... اور اس تعاو
طریقہ یہی ہے کہ آپ سب انگلیوں کے نشانات دے دیں"۔

"اچھی بات ہے.... لے لیں نشانات"۔

ان سب کی انگلیوں کے نشانات لے گئے.... پھر بم پر پائے جانے
والے نشانات سے ان سب کو ملایا گیا۔

جب نتائج ان کے سامنے آئے تو....

ان پر حیرت کی بجلی گری۔

○☆○

"ہاں.... کوڑے کی اس ٹوکری میں"۔ انہوں نے کانپ کر کہا۔
انہوں نے فوراً" ٹوکری کو الٹ دیا.... اس میں واقعی بم موجود تھا.... آن کی آن میں پروفیسر داؤد نے بم کو بیکار کر دیا اور ہانپ کر بولے۔

"یہ تو حد درجے خطرناک بم ہے جمشید"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... کیا ہمارے دوست پروفیسر اس ٹوکری کے پاس سے گزرے تھے؟"

"خیال تو نہیں ہے.... لیکن یقین سے کہا بھی نہیں جا سکتا.... میں کہا۔ اس لیے کہ ان پر ہم نے بالکل شک نہیں کیا.... اور نہ ان لوگوں پر شک کیا جو انہیں لے کر آئے ہیں"۔

"تب پھر.... یہ بم یہاں کہاں سے آ گیا"۔ انسپکٹر جمشید بڑبڑائے اور پھر اس کمرے کی طرف دوڑ پڑے.... جس میں دوست پروفیسر کو چھوڑا گیا تھا۔

وہ اپنے کام میں مصروف نظر آئے.... چند لمحے تک وہ انہیں بغور دیکھتے رہے پھر پرسکون آواز میں بولے۔

"اس بم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"ہم.... کیا مطلب؟" وہ بری طرح اچھلے۔

"یہ دیکھیے.... یہ ہمیں کوڑے کی ٹوکری سے ملا ہے"۔

"ارے باپ رے.... کک.... کیا آپ نے اس کو بیکار کر دیا ہے"۔ وہ کانپ گئے۔

"ہاں بالکل.... لیکن آپ کی آمد سے پہلے یہ عمارت کے اندر نہیں تھا؟"

"کیا مطلب!" وہ زور سے اچھلے.... ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"ہم معافی چاہتے ہیں.... لیکن تفتیش کرنے پر مجبور ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... مجھے گرفتار کر لیں"۔ اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں.... پہلے یہ دیکھنا ہو گا.... یہ بم آپ لائے ہیں یا نہیں"۔

"تو پھر دیکھ لیں"۔

"آپ اپنی انگلیوں کے نشانات دے دیں"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔

ان کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے اور بم پر پائے جانے والے نشانات سے ان کو ملایا گیا.... لیکن نشانات بالکل مختلف تھے۔

"یہ کام آپ کا نہیں.... ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں.... امید ہے آپ معاف کر دیں گے"۔

"اس میں معافی کی کیا بات.... آپ اگر اس طرح چیک نہ کریں تو مجرم کو کیسے پکڑ سکتے ہیں.... لہٰذا آپ اپنا کام کریں.... میں اپنا کام کر

"میں یہاں خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں"۔

"تو یہ ابھی آپ نے کن پروفیسر صاحب کو فون کیا تھا؟"

"وہ ایک اور پروفیسر ہیں.... جب سامنے آئیں گے تو جان جاؤ گے"۔

"اگر آپ ان کی ضرورت نہ بھی محسوس کر رہے ہوں.... تب بھی انہیں بلا سکتے تھے.... ان کے بغیر تو اب کسی کیس میں دل نہیں لگتا"۔

"میرے محسوسات بھی یہی ہیں"۔

"بس تو پھر کریں فون"۔

ان دونوں کو فون کیا گیا.... ان سے بھی یہی کہا گیا کہ ان کے ماتحت خود انہیں لے لیں گے.... اس لیے کہ جگہ کا نام بتانا خوفناک ہو سکتا تھا.... آدھے گھنٹے بعد تینوں حضرات وہاں پہنچ گئے.... اب انہیں معلوم ہوا کہ انہوں نے کن پروفیسر صاحب کو بلایا تھا.... انہیں تو فوری طور پر ایک دوسرے کمرے میں پہنچا دیا گیا.... اور ان کے ذمے جو کام تھا.... سمجھا دیا گیا.... پھر وہ حفاظتی انتظامات کا جائزہ لینے کے لیے باہر نکلے.... اور ایسے میں فرزانہ کے کان کھڑے ہو گئے۔

"ابا جان! میں بم کی خوشبو محسوس کر رہی ہوں"۔

"کک.... کیا کہا.... بم کی خوشبو"۔ پروفیسر داؤد ہکلائے۔

"چلئے.... آپ بم کی بدبو سمجھ لیں"۔

"لیکن فرزانہ.... میرے خیال میں ہم نے حد درجے احتیاط کی ہے.... اور اس جگہ کے بارے میں ابھی تک نہ کسی دوست کو معلوم ہے نہ دشمن کو.... یہاں تک کہ صدر صاحب کو بھی معلوم نہیں.... ان حالات میں بھلا کوئی یہاں بم کیسے رکھنے آ گیا"۔

"آپ بھول رہے ہیں.... یہاں آپ کے پروفیسر دوست آئے ہیں"۔

"لیکن وہ اپنے آدمی ہیں.... اور انہیں ہمارے اپنے آدمی لائے ہیں.... نہیں فرزانہ تمہارا خیال غلط ہے"۔

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا.... پروفیسر انکل.... آپ ذرا اپنے آلے کی مدد سے چیک کریں.... آس پاس کوئی بم تو نہیں ہے"۔

"اوہ ہاں! چیک کرنے میں کیا حرج ہے جمشید"۔

"کوئی حرج نہیں.... ضرور چیک کریں.... لیکن یہ بات فرزانہ کا وہم ثابت ہو گی"۔

"خیر.... دیکھا جائے گا"۔

اور پھر انہوں نے آلہ نکال کر اسے مختلف جگہوں پر چھونا شروع کیا.... ایک جگہ وہ بہت زور سے اچھلے۔

"ارے باپ رے.... جمشید.... تم ہار گئے.... فرزانہ جیت گئی"۔

"کک.... کیا مطلب.... تت.... تو کیا یہاں بم موجود ہے؟"

گزرے گا.... یہاں کس ملک کے جاسوس آپ نے قید کر رکھے ہیں؟"
جوزف شرنام نے پوچھا۔

"اس بات کا آپ سے کوئی تعلق نہیں' اس لیے میں جواب نہیں دے سکتا' امید ہے آپ محسوس نہیں کریں گے"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"چلیے ٹھیک ہے.... دراصل میں نے یہ اس لیے پوچھا تھا کہ کہیں ہمارے ملک کا کوئی آدمی تو یہاں قید نہیں ہے.... اس صورت میں صورت حال بہت عجیب ہو جائے گی.... یعنی ہم یہاں خوش و خرم وقت گزار رہے ہوں اور ہمارے ملک کا ایک شخص تکلیف میں ہو"۔

"آپ نے اپنے حساب سے بالکل درست سوال پوچھا تھا اور میں نے اپنے حساب سے بالکل درست جواب دیا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بھی مسکرائے۔

"خیر چھوڑیں.... کل ہماری صبح آٹھ بجے تا دس بجے صدر سے میٹنگ ہے.... یہ میٹنگ کہاں ہو گی"۔

"اس بارے میں صدر صاحب نے کچھ نہیں بتایا.... میرا خیال ہے.... وقت ہونے سے پہلے وہ بتا دیں گے.... دراصل اس قسم کے معاملات کو خفیہ رکھنا پڑتا ہے.... پہلے سے جگہ مقرر کر لی جائے تو اس کے بارے میں مخالف لوگوں کو پتا چل سکتا ہے"۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے"۔

"میرا خیال ہے.... اب آپ لوگ آرام کریں.... ہم ذرا انتظامات پر ایک نظر ڈال لیں"۔

"او کے"۔ وہ بولے۔

اور وہ انہیں باہر لے آئے۔

"ہم آپ کو بہت زیادہ فکرمند محسوس کر رہے ہیں"۔

"اس بات کو چھوڑو.... وقت بہت کم ہے.... اور کام زیادہ"۔

یہ کہہ کر انہوں نے اپنا موبائل سیٹ نکالا اور اس پر نمبر ڈائل کیے.... سلسلہ ملتے ہی وہ بولے۔

"پروفیسر صاحب.... انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں.... آپ کی فوری ضرورت ہے.... ساز و سامان کے ساتھ.... کیا آپ صرف آدھے گھنٹے میں آ سکتے ہیں"۔

"ضرور کیوں نہیں.... آنا کہاں ہے"۔

"یہ بتانے کی ضرورت نہیں.... میرے آدمی آپ کو لے آئیں گے"۔

"مجھے کیسے پتا چلے گا کہ وہ آپ کے آدمی ہیں یا نہیں"۔

"شناخت کا جو طریقہ ہمارے درمیان پہلے سے طے ہے.... وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا"۔

"او کے.... میں سمجھ گیا.... میں انہیں بالکل تیار ملوں گا"۔

انہوں نے فون بند کر کے ان کی طرف دیکھا۔

"ہم لوگ جھوٹ نہیں بولتے"۔ محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہ ہاں واقعی"۔

ایسے میں عمارت کے اندر ایک تیز آواز گونج اٹھی۔

○☆○

نشانات

وہ سب بری طرح گھبرا گئے۔

"یہ..... یہ آواز کیسی تھی؟"

"یہ آواز موت کی آواز تھی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"موت کی آواز..... کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں یہ موت کی آواز تھی..... ہم اس عمارت کے بعض خاص حصوں میں خاص قسم کے مجرم بھی رکھتے ہیں..... مثلاً" جن غیر ملکی جاسوسوں کو ہم پکڑتے ہیں..... اور جن کے پھر سے فرار ہونے کا خطرہ ہوتا ہے..... انھیں اس عمارت میں رکھتے ہیں..... کبھی کبھی یہ لوگ چیخنے چلانے لگ جاتے ہیں"۔

"اوہ تب تو یہ عمارت بہت خوفناک ہے"۔

"آپ کے لیے نہیں..... ہمارے ملک کے دشمنوں کے لیے..... آپ تو ہماری طرف پائیدار دوستی کا ہاتھ بڑھانے آئے ہیں"۔

"ہاں! اس میں تو کوئی شک نہیں"۔

"بہت خوب! انسپکٹر صاحب! ہمیں امید ہے' ہمارا ساتھ خوب

"تم انہیں کہاں لے جا رہے ہو"۔

"جب یہ حضرات وہاں پہنچ جائیں گے.... تو میں آپ کو بتا دوں گا"۔

"لیکن جمشید.... یہ وہاں قید تو نہیں رہ سکتے.... آخر انہیں ہم لوگوں سے مذاکرات بھی کرنا ہیں.... ہمارے شہر اور چند دوسرے شہروں کے دورے بھی تو یہ حضرات کریں گے"۔

"ہم ان کے ساتھ ساتھ ہوں گے.... پریشانی کی کوئی بات نہیں"۔

"اچھی بات ہے جمشید.... اب مکمل طور پر ذمے داری تمہارے سر پر آ گئی ہے"۔

"کوئی بات نہیں سر.... اللہ مالک ہے"۔

اور پھر انسپکٹر جمشید نے اپنے محکمے کی ایک بڑی گاڑی منگوائی.... انہیں اس میں سوار کرایا.... اپنی خفیہ فورس کو اس گاڑی کی حفاظت کی ذمہ داری سونپ کر وہ وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک خفیہ ٹھکانے پر انہیں لے آئے.... یہ گھنے درختوں کے درمیان گھری ایک شاندار عمارت تھی اور حد درجے پر فضا بھی تھی۔

"بہت خوب! یہ عمارت تو اس ریسٹ ہاؤس سے کہیں زیادہ اچھی ہے"۔ مسز ریٹا نے تعریف کی۔

اس کی آواز نے ان کے جسم میں پھر سنسنی دوڑا دی.... لیکن

انہوں نے چہرے سے کوئی بات ظاہر نہ ہونے دی.... انہیں الگ الگ کمرہ دے دیا گیا.... ایک ساتھ بیٹھنے.... باتیں وغیرہ کرنے کے لیے عمارت کا ہال کمرہ موجود تھا.... پوری عمارت اور اپنے کمرے دیکھنے کے بعد جوزف شرنام نے کہا۔

"لیکن یہاں حفاظتی اقدامات کا نام و نشان تک نظر نہیں آ رہا ہے مسٹر جمشید"۔

"آپ کو اس بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں' یہ ہماری ایک خاص جگہ ہے.... یہاں حفاظت کے انتظامات بھی عام انداز کے نہیں ہیں"۔

"بہت بہتر! ہمیں تو خیریوں بھی فکر کرنے کی ضرورت نہیں.... ذمے داری جو مکمل طور پر آپ کی ہے"۔

"ہاں! وہ تو ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اس عمارت کی کوئی اور خوبی؟" چاؤ فائے بول اٹھا۔

"ایک اور خوبی ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ فائر پروف ہے.... آگ نہیں لگ سکتی"۔

"ارے.... کیا واقعی؟"

"اور ہم یہیں رہنا پسند کریں گے"۔

"آپ کی مرضی.... جمشید.... تم ان کی بات مان لو"۔

"تب پھر حفاظت کی ذمہ داری آپ کسی اور سونپ دیں.... کیونکہ میں مفت میں بدنام نہیں ہونا چاہتا"۔

"کیا مطلب جمشید.... مفت میں بدنام؟" صدر صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں! اس عمارت میں ان کی حفاظت ہم کر نہیں سکیں گے.... کوئی خوفناک واقعہ ہوا تو اخبارات ظاہر ہے.... ہمارے خلاف سرخیاں لگائیں گے.... کیا اس طرح ہم بدنام نہیں ہوں گے سر"۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے.... تب پھر تم ہی مشورہ دو.... اس صورت میں میں کیا کروں.... کس کی ڈیوٹی یہاں لگاؤں"۔

"آپ انسپکٹر فضلی کو یہ ذمے داری سونپ دیں"۔

"اوہ اچھا ٹھیک ہے"۔ صدر صاحب بولے۔

"جی نہیں صدر صاحب"۔ ایسے میں جوزف شرنام بول اٹھا۔

"کیا مطلب.... کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"ہماری حفاظت کی ذمے داری انہی کے سپرد رہے گی"۔

"اس صورت میں آپ کو یہ عمارت چھوڑنا پڑے گی"۔

"حد ہو گئی.... آخر یہ ضد پر کیوں اڑ گئے ہیں؟"

"ضد پر ہم نہیں.... آپ اڑے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے

ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"اچھی بات ہے.... جمشید.... میں انسپکٹر فضلی کو بھیج دیتا ہوں"۔

"نہیں صدر محترم ایسا بھی ہمیں منظور نہیں"۔ جوزف شرنام فوراً بولا۔

"کیا مطلب؟"

"حفاظت کی ذمے داری انسپکٹر جمشید کے ذمے رہے گی"۔

"لیکن میں اس عمارت میں یہ کام نہیں کر سکوں گا"۔

"حد ہو گئی.... اب فیصلہ کیسے ہو؟" صدر بوکھلا اٹھے۔

"جب ایک چیز مجھے صاف نظر آ رہی ہے سر.... تو میں ذمے داری کیسے لے سکتا ہوں"۔

"کیا مطلب جمشید.... کیا نظر آ رہا ہے تمہیں"۔ صدر چونکے۔

"یہی کہ اس عمارت میں ہم حفاظت نہیں کر سکیں گے"۔

"اف.... آپ ہی مان جائیں مہمان گرامی صاحبان"۔ صدر نے تلملا کر کہا۔

"اچھی بات ہے.... ہم انسپکٹر جمشید کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالتے ہیں.... لیکن اب حفاظت کی تمام تر ذمے داری ان کے سر ہو گی"۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... کیوں جمشید.... ٹھیک ہے؟"

"جی ہاں! بالکل ٹھیک"۔

"ہو سکتا ہے وہ مصروف ہوں اور نہ آ سکیں.... اگر ایک کام صرف فون کرنے پر ہو سکتا ہے تو اس کے لیے انہیں یہاں بلانے کی کیا ضرورت ہے۔

"او کے.... کریں بات"۔ فونڈا گرین نے سر ہلایا۔

"مسٹر پیٹرڈوئی پیدائشی گونگے تو نہیں ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"نہیں.... کچھ عرصہ پہلے زبان کا فالج ہوا تھا انہیں"۔

"مطلب یہ کہ یہ سن تو سکتے ہیں؟"

"جی ہاں' کیوں نہیں"۔

"او کے"۔ وہ بولے۔

اسی وقت صدر صاحب کی آواز سنائی دی۔

"ہاں جمشید.... کیا مسئلہ ہے"۔

"میں اس عمارت کو بالکل غیر محفوظ خیال کر رہا ہوں سر"۔

"کیا کہہ رہے ہو جمشید.... یہ عمارت تو ہمارے شہر کی محفوظ ترین عمارت ہے"۔ صدر صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"یہی بات ہے سر.... لیکن میں نے یہ کہا ہے کہ یہ عمارت ان لوگوں کے لیے محفوظ نہیں ہے.... اور یہ کہنے کی ایک وجہ ہے.... میرا اپنا ایک تجربہ ہے.... اور میں یہ بات بلاوجہ نہیں کہہ سکتا.... یہ بات آپ بھی جانتے ہیں"۔

"اس میں شک نہیں جمشید"۔

"تب پھر آپ مجھے اجازت دیں.... میں انہیں ایک اور محفوظ جگہ لے جانا چاہتا ہوں.... آپ کو فون پر بتا دوں گا.... کہ کہاں لے جایا گیا ہے.... پہلے بتانا خطرناک ہو سکتا ہے"۔

"اوہ اچھا ٹھیک ہے.... لے جاؤ"۔

"لیکن سر.... یہ لوگ یہاں سے جانے پر آمادہ نہیں ہیں.... اور یہ عجیب بات ہے سر"۔

"کیوں! انہیں کیا اعتراض ہے؟"

"یہ آپ خود ان سے پوچھ سکتے ہیں"۔

"مسٹر پیٹرڈوئی.... جو اس وفد کے لیڈر ہیں.... بول نہیں سکتے.... لہٰذا مجھے نائب لیڈر مسٹر جوزف شرنام سے بات کرنا ہو گی.... میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا مسٹر جوزف"۔ صدر نے خوشگوار انداز میں کہا۔

"جی ہاں.... بالکل"۔ اس نے فوراً کہا۔

"تب پھر بتائیے.... آپ کو انسپکٹر جمشید کی تجویز سے اتفاق کیوں نہیں ہے؟"

"ہمیں یہی جگہ پسند ہے.... ہم بار بار جگہ تبدیل کرنا پسند نہیں کرتے"۔

"لیکن انسپکٹر جمشید ایسا آپ کی حفاظت کے نظریے سے کرنا چاہتے ہیں"۔

کیوں لایا گیا ہے؟" راہل بوٹی نے برا سا منہ بنایا۔

"صدر صاحب نے آپ لوگوں کے لیے اسی جگہ کو محفوظ خیال کیا تھا.... اور اس کی حفاظت کے انتظامات بھی وسیع پیمانے پر کیے گئے ہیں.... لیکن یہ ہمارا ذاتی خیال ہے کہ آپ لوگ یہاں محفوظ نہیں ہیں.... آپ کو ہم ایک اس قدر محفوظ عمارت میں لے جانا چاہتے ہیں.... کہ ہمارے خیال میں اس سے محفوظ عمارت اس وقت شہر میں اور کوئی ہو نہیں سکتی"۔

"لیکن ہم یہاں سے نہیں جائیں گے"۔ لاری نے برا سا منہ بنایا۔

"کیوں.... آپ کو کیا اعتراض ہے؟"

"اعتراض ہے.... آپ کو پہلے سوچ سمجھ کر جگہ کا انتخاب کرنا چاہیے تھا"۔ مسز ریٹا بولی۔

"کیوں جناب! آپ کو اس میں اعتراض کیوں ہے.... جب کہ مسئلہ آپ لوگوں کی حفاظت کا ہے"۔

"یہ انتظام ہم سے پوچھ کر نہیں کیا گیا"۔

"پھر بھی یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے"۔ موٹی کوٹا نے جل کر کہا۔

"آپ کی حفاظت ہمارے ذمے لگائی گئی ہے.... اور یہ میں بہتر سمجھتا ہوں کہ حفاظت کے لیے ہمیں کیا کرنا ہو گا.... اگر آپ کو ہماری تجویز سے اتفاق نہیں تو پھر ہم صدر صاحب سے معذرت کر لیتے ہیں"۔

انسپکٹر جمشید بولے۔

"معذرت کر لیتے ہیں.... کیا مطلب؟"

"ہم صاف کہہ دیتے ہیں.... ہم یہ کام نہیں کر سکتے"۔

"پہلے تو آپ صدر صاحب سے بات کر لیں.... وہ کیا کہتے ہیں.... اگر وہ بھی آپ کو ہمیں یہاں سے لے جانے کی اجازت نہیں دیتے.... تب آپ کیا کریں گے"۔

"پھر بھی میں یہ کام اپنے ذمے نہیں لوں گا.... صدر سے درخواست کروں گا.... آپ کی حفاظت کی ذمے داری کسی اور کو سونپ دی جائے"۔

"اور اگر انہوں نے نہ مانا"۔ جوزف شرنام مسکرایا۔

"تب ہم آپ کی حفاظت کرنے پر مجبور ہوں گے.... اور ہم جہاں تک ممکن ہو سکا.... حفاظت کریں گے.... لیکن ہم یہ اطمینان محسوس کرتے رہیں گے.... کہ کسی وقت بھی کوئی حادثہ ہو سکتا ہے"۔

"اچھی بات ہے.... پہلے آپ صدر سے بات کر لیں"۔

"میں آپ کے سامنے ہی فون کرتا ہوں.... اس گفتگو کو آپ بھی سن لیں.... بلکہ اس میں حصہ بھی لے سکتے ہیں"۔ انہوں نے کہا اور عمارت کا سیٹ وہیں منگا لیا۔

"تو صدر صاحب کو یہیں کیوں نہ بلا لیا جائے"۔ موٹا ٹاچپل بولا۔

اوہ ہاں.... اس کے سوا تو کوئی چارہ نہیں"۔

یہ کہتے ہی وہ بلند آواز میں پکارے۔

"ہوشیار.... خبردار.... بم پھٹنے والا ہے"۔

○☆○

آواز

"یہ آپ نے کیا کیا ابا جان؟"

ان کے اس طرح چیخنے کے فوراً بعد فرزانہ بول اٹھی۔

"کک.... کیوں کیا ہوا؟" وہ بوکھلا اٹھے۔

"آپ نے یہ جھوٹ کہہ دیا"۔

"اوہ.... اوہ"۔ ان کے منہ سے مارے افسوس کے نکلا۔

اسی وقت کمروں کے دروازے دھڑا دھڑ کھلے.... اور مہمان پریشانی کے عالم میں دوڑ کر باہر نکلتے نظر آئے.... ساتھ ہی وہ چلائے۔

"کیا ہوا.... کیا ہوا؟"

انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں فرزانہ کی طرف دیکھا.... جیسے کہہ رہے ہوں۔

"ایک جھوٹ تو سوچے سمجھے بغیر میرے منہ سے نکل گیا' اب ان سے کیا کہا جائے"۔

"آپ لوگ ہمارے خیال میں یہاں محفوظ نہیں ہیں"۔

"کیا مطلب.... اگر ہم یہاں محفوظ نہیں ہیں تو پھر ہمیں یہاں

ہیں"۔

"نہیں.... پھر بھی میرا ساتھ جانا بہتر ہے"۔

وہ انہیں ریسٹ ہاؤس تک لے آئے.... صدر صاحب تو چلے گئے اور انہوں نے اندر کا رخ کیا.... یہ ایک بڑا ریسٹ ہاؤس تھا.... ہر ایک کو الگ کمرہ دیا گیا تھا.... ہر ایک کے کمرے کے باہر مہمان کے نام کی تختی لکھ کر لگا دی گئی تھی.... ریسٹ ہاؤس کا عملہ دوسری تمام خدمات کے لیے موجود تھا.... لہٰذا وہ سب فوری طور پر اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے اور انہوں نے دروازے بند کر لیے.... اب انسپکٹر جمشید انہیں وہاں سے کافی دور لے آئے۔

"ہم جانتے ہیں اباجان.... آپ کچھ کہنے کے لیے بہت بے چین ہیں"۔

"ہاں.... یہ وفد میرے لیے خطرے کی گھنٹی ہے.... نہیں بلکہ خطرے کا گھڑیال ہے.... میرے کان کھڑے ہو گئے ہیں.... بلکہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں.... کوئی بہت بڑی گڑبڑ ہو کر رہے گی.... اس بات کو لکھ لو"۔

"قلم سے کاغذ پر لکھنے میں دیر لگے گی اباجان.... دماغ میں لکھ لیتے ہیں"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"حیرت ہے فاروق.... تم دیکھ نہیں رہے.... اباجان کس حد تک سنجیدہ ہیں.... اور تم مذاق کر رہے ہو"۔ محمود نے اسے گھورا۔

"ان کی سنجیدگی کو کم کرنے کے لیے ہی میں نے یہ جملہ بولا ہے"۔

"کوئی بات نہیں محمود.... اسے نہ ٹوکو.... ہاں تو کیا تم بتا سکتے ہو.... میں کیوں پریشان ہو گیا ہوں"۔

"جی نہیں.... ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی"۔

"تو پھر سنو.... مسز ریٹا کی آواز سن کر.... پھر جب لاری نے تعارف کرایا تو اس وقت بھی میں چونک اٹھا تھا.... نہ جانے کیوں.... اگرچہ وہ دونوں آواز بدل کر بولے تھے.... اور بہت کامیابی سے انہوں نے آوازیں بدلی تھیں.... لیکن میری چھٹی حس نے مجھے خبردار کر دیا کہ دال میں کچھ کالا ہے.... ان کی آوازیں مجھے انجان ہوتے ہوئے بھی مانوس سی لگی ہیں.... آخر کیوں.... سوال تو یہ ہے"۔

"بھلا ہم اس سوال کا کیا جواب دے سکتے ہیں؟"

"اور ادھر میں محسوس کر رہا ہوں کہ خطرہ سر پر آ پہنچا ہے"۔

"جی.... کیا مطلب.... خطرہ سر پر"۔ فاروق نے بوکھلا کر اوپر کی طرف دیکھا۔

محمود اور فرزانہ نے برا سا منہ بنایا.... انسپکٹر جمشید مسکرا دیے.... ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا.... ورنہ کھیل ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا.... ہم.... ہم انہیں اپنی کسی عمارت میں ٹھہرائیں گے....

سا لگا.... تاہم انہوں نے یہ بات دوسروں کو محسوس نہ ہونے دی۔

"اور میرا نام لاری ہے"۔

اس شخص کی آواز نے بھی انہیں چونکا دیا اور وہ بے چینی محسوس کرنے لگے.... ان کا جی چاہا فوراً ہال سے نکل جائیں.... اور کچھ کر ڈالیں، لیکن وہ وہاں ٹھہرنے پر مجبور تھے۔

"اور میں مونانا چپل"۔

"میرا نام موندی کوٹا ہے"۔

نو کے نو کا تعارف ہو جانے کے بعد اب صدر صاحب نے اور ان کے ساتھیوں نے اپنے نام بتانے شروع کیے.... لیکن انسپکٹر جمشید کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا.... سرد موسم میں انہیں پسینہ آ رہا تھا.... تعارف ختم ہوا.... پھر چائے کا دور چلا.... آخر صدر نے اعلان کیا۔

"معزز مہمان ہمارے ملک میں ایک ماہ کے دورے پر آئے ہیں.... ان کے لیے افریقی ریسٹ ہاؤس منتخب کیا گیا ہے.... لہٰذا اب مہمان وہاں تشریف لے جائیں گے.... آج کے دن یہ صرف آرام کریں گے.... کل سے ان کے پروگرام شروع ہو جائیں گے.... یہ ہمارے ملک کے مختلف حصوں کی سیر کریں گے.... صنعتیں دیکھیں گے.... باغات دیکھیں گے.... ہمارے ترقیاتی پروگرام دیکھیں گے اور آخری چند دنوں میں دوستی کا معاہدہ تحریر کیا جائے گا.... پاک لینڈ اور انشارجہ اب دوستی کے کبھی نہ ٹوٹنے والے بندھن میں بندھ جائیں گے

اور یہ دونوں ملکوں کے حق میں بہت فائدہ مند ہو گا.... ریسٹ ہاؤس میں قیام کے دوران.... انسپکٹر جمشید اور ان کا عملہ ان کی حفاظت پر مامور رہے گا.... حفاظت کے سلسلے میں انہیں ہر طرح کا اختیار حاصل ہو گا.... ان کے تفتیش کے طریقے اور حفاظت کرنے کے انداز دوسروں سے ذرا مختلف بلکہ انوکھے ہیں.... اس لیے.... مہربانی فرما کر ان کے ساتھ تعاون کیجیے گا.... مسٹر جوزف یہ میری آپ سے درخواست ہے.... یہ جو کچھ کریں گے، آپ کی حفاظت کے لیے کریں گے.... یہ بات آپ کو معلوم ہی ہے.... کہ آپ کے اپنے ملک کی ایک جماعت آپ کے اس دورے کی شدید مخالف ہے، لہٰذا ان کی طرف سے کوئی شرارت ہو سکتی ہے.... اس بات کا امکان ہے.... اسی لیے آپ لوگوں کی حفاظت کے لیے ان لوگوں کو مقرر کیا گیا ہے.... آپ کو یہ بات ناگوار تو نہیں گزرے گی"۔

"بالکل نہیں صاحب صدر.... یہ تو آپ نے ہماری بھلائی کی بات کی ہے.... ناگوار کیوں گزرے گی"۔ مسز ریٹا نے خوش ہو کر کہا۔

اس کی آواز سنتے ہی انسپکٹر جمشید کے دماغ میں پھر خطرے کی گھنٹیاں سی بج اٹھیں۔

"شکریہ.... تو پھر چلیے.... آپ کو میں ریسٹ ہاؤس کے دروازے تک پہنچا آتا ہوں"۔

"آپ کیوں زحمت کرتے ہیں.... ہمارے ساتھ انسپکٹر جمشید جو

چلا گیا ہو.... لیکن اس کا کوئی ساتھی اس جگہ موجود ہو"۔

"اوہ ہاں! اس بات کا امکان ہے.... اچھی بات ہے.... ہم فی الحال یہیں ٹھہریں گے"۔

آخر جہاز کا دروازہ کھولا گیا.... وفد کے ارکان مسکراتے ہوئے دروازے پر نمودار ہوئے۔ یہ کل نو آدمی تھے.... ان سب نے استقبال کے لیے آنے والوں سے باری باری ہاتھ ملائے.... استقبالیہ جملے ادا کیے گئے.... آخر انہیں صدر صاحب لے کر باہر کی طرف چلے.... باہر کاریں تیار تھیں.... کاروں کا یہ جلوس پھر ایوان صدر کی طرف روانہ ہوا.... اس دوران محمود' فاروق اور فرزانہ گیلری سے لوٹ آئے تھے.... اور اب وہ اس جلوس کے ساتھ ایوان صدر جا رہے تھے۔

تو وہ تمہیں پھر نظر نہیں آیا"۔

"نہیں اباجان"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے.... جب تم لوگ وہاں سے ہٹ کر گیلری کی طرف گئے' اس وقت اسے شک ہو گیا' اس نے محسوس کر لیا کہ تم تینوں اس کے چکر میں وہاں سے غائب ہوئے ہو.... لہٰذا وہ سرک لیا۔"

"جی ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے؟"

یہ قافلہ بخیر و خوبی ایوان صدر پہنچ گیا.... سب سے پہلے انہیں ہال میں بلایا گیا.... وہاں سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"سب سے پہلے میں اپنے معزز مہمانوں کا تعارف اپنے ساتھیوں

سے کرا دوں' یہ ہمارے وفد کے لیڈر ہیں مسٹر...." صدر صاحب نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ وفد میں سے ایک مہمان بول اٹھا۔

"صاحب صدر! کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ہم اپنا تعارف خود کرائیں.... آپ لوگ اپنا تعارف خود کرائیں"۔

"بالکل ٹھیک.... یہ زیادہ بہتر رہے گا"۔

"تو پھر پہل ہم کرتے ہیں.... میں اس وفد کا نائب لیڈر ہوں.... میرا نام جوزف شرنام ہے.... ہمارے اس وفد کے لیڈر اپنا تعارف چونکہ خود نہیں کرا سکتے' اس لیے صرف ان کا تعارف میں کراؤں گا.... میرے باقی ساتھی اپنا تعارف خود کرائیں گے.... ہاں تو وفد کے لیڈر...."

"ایک منٹ جناب! یہ آپ نے کیا فرمایا کہ وفد کے لیڈر اپنا تعارف خود نہیں کرا سکتے.... سوال یہ ہے کہ خود کیوں نہیں کرا سکتے؟"

"یہ بول نہیں سکتے.... ان کی زبان پر فالج کا اثر ہے.... ہاں تو ان کا نام ہے مسٹر پیٹر ڈوئی"۔

"اور یہ میں ہوں چاڈ نائے"۔

"میرا نام رابل بونی ہے"۔

اور میں ہوں مسز ریٹا"۔ وفد میں شامل واحد عورت نے تعارف کرایا۔

نہ جانے کیوں.... انسپکٹر جمشید کو اس کی آواز سن کر ایک جھٹکا

لے سکتا ہے.... لیکن اگر ہم نے گیلری کی طرف دیکھا تو اسے شک ہو
جائے گا اور وہ ہمارے ہاتھ نہیں آسکے گا.... جب کہ اس موقعے پر
دشمن کی طرف سے ایک آدمی اگر ہمارے قبضے میں آجاتا ہے تو اس
سے ہمیں بہت آسانی ہو جائے گی"۔

"ٹھیک ہے اباجان! آپ فکر نہ کریں"۔

"یہ کیا کھسر پھسر ہو رہی ہے بھئی"۔ صدر ان کی طرف مڑے۔

"سر.... جہاز کے دروازے ابھی نہ کھلوایئے"۔ انہوں نے دبی
آواز میں کہا۔

"کیا مطلب!" صدر نے چونک کر کہا۔

"مسکرایئے.... چونکیے نہیں.... کسی کو آپ چونکتے نظر نہ
آئیں.... ورنہ کام خراب ہو جائے گا"۔

"تک.... کیا مسکراؤں"۔ انہوں نے گڑبڑا کر کہا اور پھر زبردستی
مسکرائے۔

"بس ٹھیک ہے.... آپ اعلان کر دیں.... کہ ابھی دروازے نہ
کھولیں جائیں.... پہلے آپ اپنے ساتھیوں کو دو طرف ایک خاص انداز
میں کھڑا کریں گے"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... میرے ساتھی وزراء استقبال کرنے کے
طریقوں کو جانتے ہیں"۔

"آپ سمجھے نہیں صاحب صدر.... ہم کچھ وقت چاہتے ہیں"۔

"اوہ اچھا.... کیا کوئی خاص بات ہے"۔

"ہاں! بہت زیادہ خاص.... پہلے آپ اعلان کریں"۔

اور صدر صاحب اعلان کرنے کے انداز میں کہنے لگے۔

"میرے عزیز ساتھیو! آپ کو میں ایک خاص انداز میں کھڑا
کروں گا.... تاکہ ہمارے مہمان زیادہ خوشی محسوس کریں.... اس لیے....
ایئرپورٹ کے عملے سے درخواست ہے کہ ابھی جہاز کے دروازے نہ
کھولے جائیں.... ہاں عام مسافروں کو دوسرے دروازے سے نکل
جانے دیں"۔

ان کی ہدایت پر فوراً عمل کیا گیا.... ادھر محمود، فاروق اور
فرزانہ نے استقبالیہ گیلری کا رخ کیا.... وہ ٹہلنے کے انداز میں چکر کاٹ
کر ان لوگوں کے پیچھے جا پہنچے.... جو اپنے عزیزوں، دوستوں کو لینے کے
لیے آئے ہوئے تھے.... پھر وہ گیلری کے اگلے حصے تک چلے آئے....
جہاں انہیں وہ شخص نظر آیا تھا.... لیکن اب وہ وہاں نہیں تھا.... بغور
تمام لوگوں کو دیکھنے کے بعد وہ اسی نتیجے پر پہنچے کہ وہ کھسک لیا ہے....
غالباً اس نے محسوس کر لیا تھا کہ ان لوگوں کو شک ہو گیا ہے.... اچھی
طرح دیکھ بھال کر وہ گیلری سے باہر آگئے.... وہیں سے انہوں نے
وائرلیس پر اشارہ دیا کہ اب وہ شخص وہاں نہیں ہے۔

"ٹھیک ہے.... اس وقت تک وہیں ٹھہرو.... جب تک مہمان
جہاز سے نیچے نہیں آجاتے.... یہ بھی ہو سکتا ہے.... وہ اس جگہ سے

ان کی بات ماننا پڑی"۔

"اوہ اچھا خیر.... تم چوکس رہو"۔ یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا اور پھر وہ ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ جلد ہی جہاز پہنچ گیا اور وہ مہمانوں کا استقبال کرنے کے لیے اندر کی طرف لپکے' ایسے میں فرزانہ کی نظریں استقبالیہ کی طرف اٹھ گئیں.... اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

○☆○

ہوشیار

فرزانہ نے دیکھا' اس کے والد' محمود اور فاروق اس سے کافی آگے بڑھ چکے تھے.... صدر اور ان کے ساتھی وزراء ان سے بھی آگے تھے.... سب کے سب جہاز کی طرف بڑھ رہے تھے.... جہاز آ کر رن وے پر رک چکا تھا اور اس کے دروازے اب کھلنے ہی والے تھے.... یہ محسوس کر کے فرزانہ نے رفتار تیز کر دی اور اپنے والد تک پہنچ گئی۔

"مہمانوں کو ابھی جہاز سے نیچے نہ اترنے دیا جائے.... استقبال کرنے والوں کی گیلری میں ایک مشکوک آدمی موجود ہے.... اور وہ اس جگہ سے جہاز کے دروازے کو نشانہ بنا سکتا ہے"۔

اس نے یہ الفاظ ایسے انداز میں کہے جیسے کوئی عام بات کر رہی ہو.... انسپکٹر جمشید نے بھی جیسے اس کی بات کو عام بات کی طرح سرسری انداز میں سنا اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

"فکر نہ کرو فرزانہ"۔

"کیا میرا خیال غلط ہے؟"

"نہیں.... خیال بالکل ٹھیک ہے.... وہ واقعی اس جگہ سے نشانہ

"آپ نے بہت اچھا کیا کہ شروع سے ہی ہمیں بلا لیا.... مطلب یہ کہ ان کی ہمارے ملک میں آمد سے پہلے ہی"۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن جمشید.... راٹو نامی آدمی کے فون نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے.... گویا ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے.... کہ اب میں تم لوگوں کو بلاؤں گا.... اور وہ تمہارے گھر بھی پہنچ گیا"۔

"آپ اس کی طرف سے پریشانی محسوس نہ کریں"۔

"لیکن جمشید.... میرا خیال ہے.... تم اس معاملے کو بہت سنجیدگی سے لو"۔

"ہوں ٹھیک ہے.... ہم اپنا کام پوری ذمے داری سے کریں گے' آپ فکر نہ کریں"۔

پھر انہیں اکرام کا فون ملا.... وہ کہہ رہا تھا۔

"سر مجھے افسوس ہے.... وہ اپنے جوئے کے کسی اڈے پر نہیں ملا.... نہ گھر ملا.... گویا وہ چھپ گیا ہے.... ہوٹل میں تو کبھی مشکل سے ہی چکر لگاتا ہے"۔

باتوں سے تو وہ بہت دلیر لگ رہا تھا.... نکلا بالکل بزدل"۔

"لیکن سر! اس نے ایک سے ایک نامی گرامی غنڈے پال رکھے ہیں.... وہ غنڈے بھی انشارجہ کے ہیں.... اور بہترین لڑاکے بھی"۔

"کوئی بات نہیں اکرام.... اس کے اڈوں کی نگرانی شروع کرا

دو.... جونہی وہ نظر آئے.... بس اسے چھاپ لینا"۔

"او کے سر.... لیکن کیا آپ اپنا کام اس سے الجھے بغیر نہیں کر سکتے"۔ اکرام نے گھبرا کر کہا۔

"بات کیا ہے بھئی.... تم بہت پریشان ہو گئے"۔

"میں نے سنا ہے سر.... انشارجہ کی ایک بہت طاقت ور سیاسی جماعت اس کی پشت پر ہے"۔

"لیکن بھئی.... تم ان لوگوں سے کب سے ڈرنے لگے.... جب کہ ہم لوگ تو اپنے اللہ سے ڈرتے ہیں"۔

"اوہ! معاف کیجئے گا سر.... واقعی مجھے ان سے قطعاً خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے تھا"۔

"اور اب تم ہرگز خوف زدہ نہ ہونا.... بے خوفی سے اسے پکڑ کر کمرۂ امتحان میں لے آنا' پھر میں جہاں بھی ہوں.... اطلاع دینا.... ویسے کیا اس کے اڈے قانونی ہیں؟"

"انہوں نے عدالت میں مقدمہ لڑ کر اجازت لے رکھی ہے"۔

"وہ کیسے.... ہماری عدالتیں انہیں جوئے کے اڈوں کی اجازت کب سے دینے لگیں؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"انہوں نے عدالت میں کہا تھا.... یہ اڈے صرف انشارجہ کے لوگوں کے لیے ہیں.... لہٰذا حکومت کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے.... جس طرح غیر ملکیوں پر شراب کی پابندی نہیں ہے.... عدالت

"اب میں مسٹر جوزف شرنام کو بلانے کی اجازت چاہتا ہوں.... جو وفد کے نائب سربراہ تھے"۔

"اجازت ہے"۔

جوزف شرنام کٹہرے میں آگیا.... اس سے سرکاری وکیل قتل کی واردات کے بارے میں سوالات کرتا رہا کہ کیسے ان لوگوں نے چیخ کی آواز سنی.... پھر وہ باہر نکلے اور بند کمرے میں پیڑ ڈوئی کی لاش پائی گئی.... قاتل نے یہ کام کھڑکی کے ذریعے کیا تھا.... پہلے اسے کھڑکی کے پاس بلایا.... پھر سر کے بالوں سے پکڑ کر خنجر اس کی گردن پر پھیر دیا.... اور پھر خون آلود خنجر انسپکٹر جمشید کی الماری سے ملا وغیرہ۔

"اب آپ سوالات کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں"۔

"شکریہ جناب.... مسٹر جوزف شرنام.... جب آپ نے چیخ کی آواز سنی تو آپ چیخ سننے کے کتنی دیر بعد کمرے سے نکل آئے تھے"۔

"صرف آدھے منٹ بعد"۔

"کیا باقی لوگ بھی کمروں سے نکل آئے تھے؟"

"ہاں بالکل"۔

"اور ہم لوگ بھی وہیں آپ کو نظر آئے تھے؟"

"ہاں بالکل"۔

"یہ بات بھی طے ہے کہ یہ قتل کھڑکی کے ذریعے کیا گیا' قاتل کمرے میں نہیں گیا.... کیونکہ دروازہ اندر سے بند ملا تھا؟"

"جی ہاں! یہی بات ہے"۔

"کیا قاتل اس قابل تھا کہ قتل کے بعد اپنے کمرے تک آدھ منٹ میں پہنچ جائے جب کہ وہ فاصلہ تین منٹ کا ہے.... اور دوڑ کر وہ آیا نہیں تھا.... اس لئے کہ کسی نے دوڑنے کی آواز نہیں سنی"۔

"ہاں جناب.... قاتل اس قدر جلد اپنے کمرے میں نہیں پہنچ سکتا تھا"۔

"تب پھر میں کیسے پہنچ گیا؟" انسپکٹر جمشید نے اچانک کہا۔

"یہ کوئی بات نہیں"۔ سرکاری وکیل مسکرایا۔ "کیا مطلب.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"ایسا تو ہوا بھی نہیں کہ قاتل نے قتل کیا.... مقتول کی چیخ گونجی.... جو سب نے سنی اور پھر قاتل اپنے کمرے میں آگیا.... ایسا تو ہوا نہیں ہے"۔

"تب پھر کیسا ہوا ہے؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"آپ نے مقتول کے منہ پر مضبوطی سے ہاتھ جما دیا تھا.... سر کے بال نہیں پکڑے تھے.... اس کے منہ پر ہاتھ جما کر آپ نے اس کا سر سلاخوں سے لگا دیا.... اور خنجر چلا دیا.... اس حالت میں مقتول کی چیخ تو گونجی ہی نہیں تھی"۔

"تب پھر ہم نے چیخ کیسے سنی تھی؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ پہلے برآمدے میں پہنچے.... پھر منہ سے چیخ کی آواز نکالی

اور اپنے کمرے میں گھس گئے.... اس صورت میں آپ کے لئے سب کے سامنے کمرے سے نکل آنا کیا مشکل تھا.... بلکہ میں بھول گیا.... کمرے میں داخل ہو کر پہلے آپ نے خنجر الماری میں رکھا اور پھر باہر نکلے.... بس جناب والا میرا کیس مکمل ہو گیا"۔

"آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں انسپکٹر صاحب"۔ جج نے طنزیہ انداز میں کہا۔

ان کا دل زور سے دھڑکا.... اس طنزیہ مسکراہٹ کا صاف مطلب یہ تھا کہ اب وہ انہیں پھانسی کی سزا سنا کر رہیں گے.... چنانچہ وہ بولے۔

"میں چند ایک سوالات ان صاحب سے کرنا چاہتا ہوں.... جنہوں نے یہ وفد بنایا تھا"۔

"کیا مطلب .... یہ کیا بات ہوئی؟" سرکاری وکیل نے چلا کر کہا۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی.... میرے پاس تو یہاں کوئی اختیار نہیں' میں کسی کو سمن جاری نہیں کر سکتا' آپ نے عدالت میں جو گواہ پیش کئے.... بس میں نے انہی پر جرح کی.... اپنے تو کوئی گواہ بلا ہی نہیں سکا.... کیا آپ کسی ایک آدمی کو بھی مجھے بلانے کی اجازت نہیں دے سکتے.... میں یہ سوال آپ سے' جج صاحب اور پوری دنیا سے کر رہا ہوں"۔

عدالت میں سناٹا چھا گیا.... انسپکٹر جمشید کا لہجہ عجیب تھا.... اچانک جج کے منہ سے نکلا۔

"میرا خیال ہے' یہ ان کا حق ہے"۔

"او کے.... ہم مسٹر خاسر کو بلا لیتے ہیں.... لیکن اس طرح پھر وقت ضائع ہو گا"۔

"اچھی بات ہے.... عدالت دو گھنٹے کے لئے برخاست"۔

دو گھنٹے بعد عدالت لگی تو مسٹر خاسر وہاں موجود تھا۔

"لیجئے جناب.... آپ کی خواہش پر ہم نے مسٹر خاسر کو زحمت دی ہے.... انہوں نے ہی وہ وفد تشکیل دیا تھا.... یہ محکمہ خارجہ کے ایک ذمے دار آفیسر ہیں"۔

"اور جو بیان یہ دیں گے.... عدالت اسے پوری طرح تسلیم کرے گی"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر ٹکڑا لگایا۔

"ہاں بالکل.... ہم ان کے بیان کو بالکل تسلیم کریں گے"۔ جج صاحب نے فوراً کہا۔

شاید ان سب کو یہ یقین سو فیصد تھا کہ انسپکٹر جمشید کسی طرح بھی اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکیں گے.... چاہے وہ کچھ بھی کر لیں.... یہی وجہ تھی کہ وہ فراخ دلانہ سلوک کر رہے تھے.... یوں بھی اس مقدمے کو دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں دیکھا جا رہا تھا.... اور انشارجہ کی حکومت اور عدالت کو اس بات کا احساس تھا کہ کمزور

مقدمے کی بنیاد پر اگر پھانسی کی سزا سنائی گئی تو دنیا انشارجہ پر ہنسے گی.... پھانسی تو وہ خیر دے دیں گے' لیکن یہ واقعہ دنیا بھر میں ایک مدت تک ہنسی کا سبب بنا رہے گا۔

"مسٹر خاسر آپ نے وہ وفد بنایا تھا؟"

"ہاں! میں نے ہی"۔ اس نے منہ بنایا' شاید اسے عدالت میں آنا ناگوار گزرا تھا۔

"اور اس کی ہدایات آپ کو کس نے دی تھیں؟"

"کیا اس سوال کا کوئی تعلق اس مقدمے سے ہے؟" سرکاری وکیل نے جھلا کر کہا۔

"ہاں ہے.... مجھے خود کو بے گناہ ثابت کرنے کا پورا حق ہے.... اور آپ میرے حق میں دخل اندازی کر رہے ہیں"۔

"میں نے صرف یہ پوچھا تھا کہ کیا اس سوال کا اس مقدمے سے کوئی تعلق ہے؟"

"میرا کہنا یہی ہے کہ تعلق ہے"۔

"اچھی بات ہے.... گواہ جواب دے"۔ جج نے کہا۔

"وزیر خارجہ کی طرف سے ہدایات ملی تھیں کہ ایک وفد پاک لینڈ بھیجا جائے گا.... اس میں کم از کم نو ارکان ہوں گے.... نو میں سے ایک ان کا سربراہ ہو گا' ایک نائب سربراہ ہو گا.... یہ وفد وہاں امن اور دوستی کے مشن پر جائے گا.... دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کے زیادہ

سے زیادہ امکانات کا جائزہ لے گا.... چنانچہ میں نے وفد کے ارکان کا انتخاب شروع کر دیا"۔

"کیا آپ کو وزیر خارجہ صاحب نے خود نام بتائے تھے کہ فلاں فلاں شخص کو وفد میں شامل کیا جائے؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں"۔

"گویا ارکان آپ کو اپنی مرضی سے چننا تھے"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"اور آپ نے اس وفد کے لئے جن ارکان کو چنا' آپ کے خیال میں وہ انشارجہ کے بہترین لوگ ہیں.... انشارجہ کے سچے ہمدرد ہیں اور پوری طرح نیک نام ہیں.... ان کے کردار پر کوئی الزام نہیں ہے.... کیا یہ ایسا ہی ہے؟"

"ہاں! یہ ایسا ہی ہے.... جب کوئی وفد بنایا جاتا ہے.... تو ان تمام باتوں اور پہلوؤں کا خیال رکھا جاتا ہے"۔

"او کے.... پھر آپ نے وفد بنایا.... اس کا سربراہ پیٹر ڈوئی کو مقرر کیا"۔

"ہاں ہاں ہاں.... آخر آپ بار بار یہ سوالات کیوں کر رہے ہیں.... کیا کہلوانا چاہتے ہیں مجھ سے؟" مسٹر خاسر نے چیخ کر کہا۔

"آپ عدالت کے ادب کا خیال رکھیں"۔ جج نے ہتھوڑا بجایا۔

"اوہ! میں معافی چاہتا ہوں سر"۔

"ہوں ٹھیک ہے.... آپ سوال کا جواب دیں"۔

"ہاں! میں نے پیٹر ڈوئی کو سربراہ بنایا.... تو پھر اس سے کیا ہو گیا"۔

"آپ غیر ضروری جملے نہ بولیں.... آپ سے جتنی بات پوچھی جائے' بس اتنی کا جواب دیں"۔ انسپکٹر جمشید نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"انسپکٹر جمشید ٹھیک کہہ رہے ہیں"۔ جج بولے۔

"بہت بہتر جناب والا"۔

"تو پھر بتائیں.... آپ نے پیٹر ڈوئی کو کن خوبیوں کی وجہ سے وفد کا سربراہ بنایا"۔

"آخر اس سوال کا مقدمے سے کیا تعلق ہے؟" سرکاری وکیل نے جھنجلا کر کہا۔

"تعلق ہے.... تعلق نہ ثابت کر سکا تو سزا سنا دیجئے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے بھی جل بھن کر کہا۔

"او کے.... بتایئے مسٹر خاسر"۔ سرکاری وکیل نے تلملا کر کہا۔

"کک.... کیا بتاؤں؟"

"آپ نے پیٹر ڈوئی کو کن خوبیوں کی وجہ سے سربراہ بنایا"۔

"ان کی تعلیم کو دیکھ کر.... ان کی خدمات کو دیکھ کر.... ان کی

قابلیت کو دیکھ کر"۔

"اس کا مطلب ہے.... آپ ان سے اچھی طرح واقف تھے"۔

"ہاں بالکل"۔ اس نے فوراً کہا۔

"کیا وہ بھی محکمہ خارجہ میں ملازم تھے؟"

"ہاں بالکل.... ایسے وفد میں عام طور پر محکمہ خارجہ کے ہی آدمی لئے جاتے ہیں"۔

"بہت خوب.... یہ بہت اچھی بات کہی آپ نے.... آپ نے مسٹر ڈوئی کو اس لئے چنا کہ وہ بہت اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے.... ملک کے لئے ان کی خدمات بہت تھیں' ان میں قابلیت بہت تھی.... یہی نا"۔

"ہاں ہاں.... یہی.... آپ آخر اور کیا کہلوانا چاہتے ہیں مجھ سے؟"

"آپ پریشان نہ ہوں.... میں تو بہت سیدھے سادے سوالات کر رہا ہوں.... یہ بتائیں.... مسٹر ڈوئی کہاں پیدا ہوئے؟"

"یہ.... یہ کیا سوال ہے.... اس سے مقدمے کا کیا تعلق ہے بھلا؟" سرکاری وکیل پھر چلا اٹھا۔

"میں کہہ چکا ہوں وکیل صاحب' تعلق ثابت کر دوں گا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اچھی بات ہے.... گواہ. اب دے"۔

"مسٹر ڈوئی.... رائے کوٹ ۔ ایک دیہات میں پیدا ہوئے

"انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی"۔

"ہاں جناب! وہیں"۔

"پھر اس کے بعد انہوں نے کہاں تعلیم حاصل کی؟"

"رائے کوٹ میں"۔

"اس کے بعد؟"

"اس کے بعد دارالحکومت میں.... پھر یہیں وہ محکمہ خارجہ میں ملازم ہو گئے"۔

"شکریہ جناب.... جج صاحب میں اپنے نائب سے ایک مشورہ کرنے کی اجازت چاہتا ہوں.... کیا انہیں اپنے پاس کٹہرے میں بلا سکتا ہوں"۔

"ہاں ضرور!"

"پروفیسر صاحب! آپ ذرا میرے پاس آ جائیں"۔

پروفیسر داؤد کٹہرے میں آ گئے.... انہوں نے ان کے کان میں کچھ کہا.... جواب میں انہوں نے بھی کان میں کچھ کہا۔

انسپکٹر جمشید کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ ناچنے لگی۔

○☆○

گروپ

چند لمحے کے انتظار کے بعد جج نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"مسٹر جمشید.... عدالت آپ کو اتنا وقت نہیں دے سکتی"۔

"جی بس! میں فارغ ہو گیا اور مسٹر خاسر سے چند ایک باتیں کر کے اپنا کیس مکمل کرنے کا اعلان کروں گا"۔

"چلیے ٹھیک ہے.... کریں پھر سوال"۔ جج نے کہا۔

"مسٹر خاسر.... آپ کا کہنا ہے کہ آپ وفد کے لیے خوب چھان بین کر کے.... بڑی احتیاط سے ایسے لوگ منتخب کرتے ہیں.... جن میں قابلیت ہو' جو ملک کے سچے ہمدرد ہوں اور بہت تعلیم یافتہ ہوں.... اسی بنیاد پر آپ نے یہ وفد بھی بنایا تھا اور اگر آپ نے پیٹر ڈوئی کو سربراہ بنایا تو ان میں باقی لوگوں سے زیادہ خوبیاں رہی ہوں گی.... کیا یہ بات درست ہے؟" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"آخر میں کتنی بار کہوں کہ ہاں یہی بات ہے"۔ خاسر نے جل کر کہا۔

"کیا یہ بات حیران کن نہیں کہ آپ نے ایک گونگے آدمی کو

سربراہ بنایا"۔ انسپکٹر جمشید نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"نہیں.... یہ بات حیران کن نہیں' اس لئے کہ مسٹر ڈوئی گونگے ہونے کے باوجود ان سب سے زیادہ لائق تھے' وہ اشاروں میں باتیں کر سکتے تھے' لکھ کر کر سکتے تھے.... یہ ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا"۔

"مسز پیٹر ڈوئی گونگے کیسے ہوئے؟"

"کیا اس سوال کا بھی مقدمے سے کوئی تعلق ہے؟" سرکاری وکیل نے تلملا کر کہا۔

"ہاں! ہے.... آپ جواب دیں"۔

"ایک حادثے میں گونگے ہوئے تھے"۔

"اس کا مطلب ہے.... وہ سن تو سکتے تھے' بول نہیں سکتے تھے؟"

"یہی بات ہے"۔ سرکاری وکیل نے فوراً کہا۔

"تب پھر قتل ہونے وقت ان کی چیخ تو بلند ہو نہیں سکتی تھی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بتا چکا ہوں.... وہ چیخ قاتل کی تھی.... مصنوعی چیخ.... یعنی آپ کی"۔

"ابھی آپ مجھے قاتل ثابت نہیں کر سکے.... لہٰذا میں احتجاج کرتا ہوں"۔

"یہ ٹھیک ہے.... آپ انہیں قاتل کہہ کر مخاطب نہیں کر سکتے"۔ جج نے سر ہلایا۔

"بہت بہتر جناب والا.... میں انہیں ملزم کہہ کر پکاروں گا"۔

"میں عدالت سے ایک آخری درخواست کرتا ہوں.... اور وہ یہ ہے مسٹر پیٹر ڈوئی کی زندگی کی فائل عدالت میں پیش کی جائے"۔

"کیا مطلب.... یہ کیا بات ہوئی.... آخر اس کی کیا ضرورت ہے.... اس بات کا مقدمے سے کیا تعلق ہے"۔ سرکاری وکیل نے تیز آواز جلدی جلدی کہا۔

"عدالت کا بھی یہی خیال ہے.... انسپکٹر جمشید بے کار کی باتوں میں پڑ گئے ہیں.... جن کا مقدمے سے کوئی تعلق نہیں"۔ جج نے کہا۔

"میں تعلق ثابت کروں گا.... نہ کر سکا تو سزا کا حق دار ہوں گا"۔

"اچھی بات ہے.... لیکن فائل مہیا کرنے میں ایک بار پھر وقت ضائع ہو گا"۔

"اور میں پھر عرض کروں گا.... یہ قتل کا مقدمہ ہے"۔

"اچھی بات ہے.... اب عدالت کل لگے گی.... کل عدالت میں مسٹر پیٹر ڈوئی کی فائل پیش کی جائے گی"۔

"یہ کہہ کر جج اٹھ کھڑے ہوئے.... ان کے تمام ساتھی ان کے پاس آ گئے.... اور ان سے اشاروں میں باتیں کرنے لگے.... ان کے علاوہ کوئی اور سمجھ ہی نہیں سکتا تھا.... اس طرح انہیں ایک بار پھر رات میں پہنچایا گیا۔

دوسرے دن عدالت میں اور زیادہ رش تھا.... اب اس مقدمے میں دلچسپی اور بڑھ گئی تھی.... ہر کوئی یہ جاننے کے لئے بری طرح بے تاب تھا کہ آخر انسپکٹر جمشید پیٹر ڈوئی کی فائل سے کیا بات ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

جج کے عدالت میں آنے کے فوراً بعد کارروائی شروع ہو گئی۔

"فائل حاضر ہے جناب اور یہ انسپکٹر جمشید کا آخری مطالبہ تھا.... جو ہم نے پورا کر دیا.... امید ہے' اب وہ کوئی اور مطالبہ نہیں کریں گے"۔ سرکاری وکیل نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اگر اس فائل نے کوئی ایسی صورت حال پیدا نہ کی تو.... ورنہ میں ضرور مطالبہ کروں گا"۔ وہ بولے۔

"خیر.... پہلے تو فائل پر بات ہو جائے"۔

"آپ اس فائل پر ایک نظر ڈالنے کی مجھے اجازت دے سکتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں"۔

فائل انہیں دے دی گئی.... وہ جلدی جلدی اس کی ورق گردانی کرنے لگے' آخر واپس کرتے ہوئے بولے۔

"جناب والا.... آپ بھی اس فائل کو دیکھ لیں.... اس میں کہیں بھی درج نہیں ہے کہ کسی حادثے کی وجہ سے مسٹر ڈوئی گونگے ہوئے تھے"۔

"کیا مطلب.... یہ بات اس فائل میں کیوں آنے لگی؟"

"تب پھر آپ بتا دیں.... وہ گونگے کب ہوئے تھے؟"

"آج سے تین سال پہلے"۔

"کیا آپ نے یہ الفاظ سوچ سمجھ کر کہے ہیں"۔

"ہاں.... نہیں"۔ اس کے منہ سے نکل گیا۔

"ہم کیا سمجھیں.... آپ نے ہاں کہا ہے یا نہیں"۔

"ہاں کہا ہے"۔ سرکاری وکیل نے برا سا منہ بنایا۔

"مطلب یہ کہ آپ نے الفاظ سوچ سمجھ کر کہے ہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"شکریہ.... پیٹر ڈوئی تین سال پہلے گونگے ہوئے تھے.... اور ایسا کسی حادثے کی وجہ سے ہوا تھا.... اس کے باوجود آپ نے انہیں وفد کا سربراہ بنایا.... کیا یہ بات عجیب نہیں؟"

"نہیں.... ان حالات میں بھی ان کی قابلیت کا لوہا ماننا پڑا تھا ہمیں"۔

"اچھی بات ہے.... ان کے گھر والوں کو تو ان کے گونگے ہونے کا پتا چل گیا تھا نا"۔

"بھلا اس قدر بڑے حادثے کا انہیں پتا نہ چلتا"۔

"لیکن جناب! اس قدر بڑے حادثے کا انہیں واقعی پتا نہیں.... ان کا کہنا ہے.... وہ ہرگز گونگے نہیں ہوئے تھے.... بالکل ٹھیک

تھے.... سنتے تھے، بولتے تھے"۔

"نہیں نہیں"۔ سرکاری وکیل نے چیخ کر کہا۔

"کیا بات ہے.... آپ کو کیا ہوا؟"

"یہ.... یہ بیان وہ کس طرح دے سکتے ہیں؟"

"کیوں کیا بات ہے.... کیا آپ نے انہیں کوئی اور بیان ہ
تھا"۔ انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"یہ بات نہیں ہے"۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"تو پھر جو بات ہے.... وہ بتا دیں"۔

"وہ گونگے ہو گئے تھے"۔

"تب پھر میں مطالبہ کرتا ہوں.... ان کے گھر کے کسی فر
عدالت میں طلب کیا جائے"۔

"اور اگر اس فرد نے آکر یہی بتایا کہ وہ گونگے ہو گئے تھے
سرکاری وکیل نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"آپ پہلے بلائیں تو"۔

"میں عدالت سے مہلت طلب کرتا ہوں.... اور معافی بھی
ہوں.... انسپکٹر جمشید مطالبات پر مطالبات کئے چلے جا رہے ہیں"۔

"یہ میرا حق ہے"۔ وہ بولے۔

"ٹھیک ہے.... دو گھنٹے کے لئے مسٹر پیٹر ڈوئی کے گھر کا کوئی
عدالت میں پیش کیا جائے"۔

یہ کہہ کر جج اٹھ کھڑے ہوئے.... وہ لوگ ان کے نزدیک چلے
گئے۔

"کیا آپ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کر سکیں گے"۔

"ہاں! کیوں نہیں.... ان شاء اللہ"۔

"ہمیں تو ڈر لگ رہا ہے"۔ پروفیسر بولے۔

"فکر نہ کریں"۔

"اور انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کا کوئی پتا نہیں.... یہ
بات سمجھ میں نہیں آئی"۔

"کوئی بات تو ہے کہ وہ نہیں پہنچے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"مقدمہ اب بہت سنسنی خیز ہو گیا ہے"۔

"مزا آ رہا ہے.... اور ابھی اور مزا آئے گا.... ان شاء اللہ"۔
انسپکٹر جمشید بولے۔

دو گھنٹے بعد پیٹر ڈوئی کا بڑا بیٹا عدالت میں لایا گیا.... انسپکٹر جمشید
کو اس سے سوالات کی اجازت دی گئی۔

"آپ مسٹر پیٹر ڈوئی کے بیٹے ہیں؟"

"جی ہاں"۔ اس نے کہا۔

"آپ کا نام؟"

"تھامسن ڈوئی"۔

"اپنا شناختی کارڈ دکھائیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"مجھے شناختی کارڈ لانے کی ہدایت نہیں کی گئی تھی"۔

"کیا انشارجہ کے ہر شہری کے لئے یہ ہدایات نہیں ہیں کہ وہ اپنا شناختی کارڈ ہر وقت ساتھ رکھے"۔

"ہاں! یہی ہدایات ہیں"۔ اس نے کہا۔

"تب پھر... آپ کے پاس کارڈ کیوں نہیں ہے"۔

"کپڑے بدلنے کے چکر میں گھر رہ گیا"۔

"لیکن میرا ایک دعویٰ ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی کیا مطلب... دعویٰ"۔

"ہاں دعویٰ اور وہ یہ کہ آپ کا شناختی کارڈ آپ کی جیب میں ہے... لیکن آپ دکھا نہیں رہے"۔

"نن نہیں"۔

"اگر میرا یہ دعویٰ غلط ثابت ہو جائے تو میں مقدمہ اسی موقعے پر ختم کر دوں گا اور اپنے خلاف سزا سننے کے لئے تیار ہو جاؤں گا"۔ وہ بولے۔

اب گواہ نے گھبرا کر جج اور سرکاری وکیل کی طرف دیکھا' ادھر سرکاری وکیل کا رنگ اڑتا نظر آیا... جج نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا' پھر بولے۔

"شناختی کارڈ نکال کر دکھائیں"۔

گواہ نے کارڈ نکال کر انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا دیا۔

"اس کارڈ پر تو آپ کا نام جان بیری لکھا ہوا ہے"۔

"کیا مطلب... یہ کیا بات ہے وکیل صاحب"۔ جج نے حیران ہو کر کہا۔

"شاید کوئی غلط آدمی لے آئے پولیس والے... میں مقدمہ کل تک ملتوی کرنے کی درخواست کرتا ہوں"۔

"تب پھر کل آپ کو پیٹر ڈوئی کے گھر کے کسی فرد کو پیش کرنا ہو گا"۔

"ٹھیک ہے سر"۔

عدالت برخاست کر دی گئی... وہ حوالات میں آ گئے... شام کو ان سب نے ان سے ملاقات کی۔

"اب کل وہ پیٹر ڈوئی کے بیٹے کو پیش کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا وہ ایسا کر سکیں گے"۔

"ان کے لئے ایسا کرنا کیا مشکل ہے"۔

"تب پھر آپ اپنا بچاؤ کس طرح کریں گے"۔

"عدالت میں پیش کی جانے والی فائل میں ایک نقطہ ہے... تم فکر نہ کرو"۔

"اور ہم سوچ رہے ہیں... انکل کامران مرزا اور شوکی برادرز

کہاں ہیں"۔

"اللہ ہی جانتے ہیں.... وہ کہاں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے سرد آہ بھری۔

"کیا آپ ان کی زیادہ ضرورت محسوس کر رہے ہیں"۔ محمود نے پوچھا۔

"نہیں.... اتنی نہیں"۔ انہوں نے کہا۔

اگلے دن عدالت میں جس نوجوان کو پیش کیا گیا.... اس کے پاس ٹونی پیٹر کے نام کا کارڈ تھا.... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیس بہت دلچسپ ہو گیا ہے جناب والا"۔

"وہ کیسے؟"

"آپ پیٹر ڈوئی کی فائل کا صفحہ سات نکا .... اس پر لکھا ہے.... پیٹر ڈوئی تین بیٹیوں کے باپ ہیں.... ان کے ہاں لڑکا کوئی نہیں.... پھر یہ لڑکا کہاں سے آ گیا.... اصل مسئلہ یہ ہے، کہ تینوں لڑکیوں میں سے کوئی لڑکی بھی زندہ نہیں بچی.... لہٰذا اب، گواہ کہاں سے لاتے.... فرضی اولاد بطور گواہ پیش کی گئی.... تو اس کے پاس شناختی کارڈ اپنے اصل نام کا تھا.... اب عدالت سے مہلت حاصل کی گئی.... ٹونی پیٹر کے نام کا کارڈ بنایا گیا اور اس نوجوان کو پیش کیا گیا.... ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انشارجہ میں اس طرح بھی لوگوں کو پھانسی کا مجرم ثابت کیا جاتا ہو گا.... اس کے علاوہ میں اس سے بھی زبردست ایک

ثبوت پیش کر سکتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس سے بھی زبردست.... کیا مطلب؟"

"ہاں جناب والا.... اس سے بھی زبردست ثبوت"۔

"اور وہ کیا.... پیش کریں"۔

"آپ پیٹر ڈوئی کی فائل کا صفحہ نمبر گیارہ نکالیے.... اور اس کا مطالعہ کیجیے"۔

جج نے فوراً صفحہ نکالا اور پڑھنے لگا.... جب آخر تک پڑھ گئے تو بولا۔

"میں کچھ نہیں سمجھا، آپ کیا بات ثابت کرنا چاہتے ہیں"۔

"کیا جناب والا نے اس صفحے پر مسٹر پیٹر ڈوئی کے خون کا گروپ نہیں پڑھا"۔

"اوہ اچھا.... یہ بات.... میں دوبارہ دیکھتا ہوں"۔

اب انہوں نے گروپ کا نمبر پڑھا اور بہت زور سے اچھلے.... ان کی آنکھوں میں حیرت پھیل گئی۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا ہے"۔

مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

○☆○

عدالت

عدالت میں سناٹا طاری تھا' کسی کو کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کیا بات سامنے آئی ہے.... جب کہ جج صاحب کا مارے حیرت کے برا حال تھا.... آخر ان کے منہ سے نکلا۔

"یہاں صفحہ ۱۱ پر پیٹر ڈوئی کے خون کا گروپ سی پوزیٹو درج ہے"۔

"جی.... کیا مطلب؟" سرکاری وکیل نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں جناب سی پوزیٹو.... لکھا ہے.... جب کہ پیٹر ڈوئی کے کاغذات پر خون کا گروپ او نیگیٹو لکھا ہے.... اور لاش کے پاس سے جو خون ملا ہے اور خنجر پر جو خون ملا ہے وہ بی پازیٹو تھا.... آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے.... ایک شخص کے خون کے تین تین گروپ کیسے ہو سکتے ہیں"۔ جج نے مارے حیرت کے کہا۔

"یہ بہت الجھن والی بات سامنے آئی ہے.... اس پر غور کرنا ہو گا.... لہٰذا عدالت برخاست کرنے کی درخواست کرتا ہوں"۔ سرکاری وکیل نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ٹھیک ہے.... آپ اچھی طرح چھان بین کر لیں.... اب عدالت دو دن کے وقفے سے لگے گی"۔

"شکریہ جناب والا"۔

"اور انسپکٹر جمشید سے مزید پوچھ گچھ کرنے کی اجازت دی جائے"۔

"ٹھیک ہے.... اجازت ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی جج صاحب اٹھ کھڑے ہوئے.... انہیں حوالات میں لایا گیا.... رات کے وقت انہیں ایک دوسری جگہ لایا گیا.... اس وقت ان کے ساتھی ہوٹل میں تھے.... اور انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ انہیں کہاں لے جایا گیا ہے.... وہ اس خیال میں تھے کہ ان سے حوالات میں پوچھ گچھ کی جائے گی.... انہیں ایک کمرے میں لایا گیا.... وہاں عجیب و غریب شکلوں والے چھ آدمی موجود تھے.... ان کے چہروں پر درندگی کا راج تھا.... یوں لگتا تھا جیسے انہوں نے کسی پر رحم کرنا سیکھا ہی نہ ہو۔

"انسپکٹر جمشید! آپ ہم سے کسی نرمی کی امید نہ رکھئے گا"۔ ان میں سے ایک کی سرد آواز گونجی۔

"بہت اچھا"۔ وہ پرسکون آواز میں بولے۔

"کمرے کا دروازہ بند کر دیا جائے.... اور اندر کوئی نہ آئے.... باہر والوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ چاہے کوئی بھی ملنے کے لئے آ

جائے.... دروازہ نہ کھولا جائے.... جب تک ہم خود دروازہ کھولنے کے لئے نہ کہیں.... اس وقت تک دروازہ نہ کھولا جائے"۔

ان ہدایات کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔

"انسپکٹر جمشید.... یہ خون کے گروپ کا کیا چکر ہے.... پیٹر ڈوئی کے خون کا گروپ دراصل او نیگیٹو تھا.... لیکن جو خون پایا گیا.... اس کا نمبر بی پوزیٹو تھا.... آخر یہ کیسے ہوا؟"

"اور آپ نے تیسری بات کا ذکر نہیں کیا.... کہ پیٹر ڈوئی کے جو کاغذات ملازمت کے ملے ہیں' ان پر اس کا نمبر سی پوزیٹو لکھا ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اس پہلو پر ہم خود غور کریں گے.... آپ اپنی طرف کی بات بتائیں"۔

"پیٹر ڈوئی کی لاش آپ کے قبضے میں ہے.... ہے نا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہاں ہے.... تو پھر"۔

"چیک کرا لیں.... خون کون سے گروپ کا ہے.... اس کے جسم میں خون کے کچھ ذرات مل ہی جائیں گے"۔

"وہ ہم کرا چکے ہیں.... وہ گروپ بی پازیٹو ہے.... جب کہ اس کا گروپ او نیگیٹو تھا.... یہ نمبر آخر کیسے تبدیل ہو گیا"۔

"اس بارے میں آپ کو معلوم ہونا چاہیے.... یا کہ مجھے"۔

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"دیکھئے انسپکٹر جمشید.... بات کو گھما پھرا کر نہ کریں.... صاف صاف بتائیں"۔

"اس سے زیادہ صاف بات تو میں بھی نہیں بتا سکتا"۔

"تب ہم آپ سے اگلوائیں گے"۔

"کیا اگلوائیں گے"۔

"یہ کیا چکر ہے"۔

"کوشش کر کے دیکھ لیں"۔

"یہ حضرت اس طرح نہیں مانیں گے"۔

"لٹا دو پھر اسے"۔ ایک اور نے کہا۔

"انسپکٹر جمشید.... آپ فرش پر لیٹ جائیں"۔

"کیوں.... کیا ارادہ ہے؟"

"اس کمرے کا فرش بہت ہی خاص ہے.... جب کوئی اس پر لیٹ جاتا ہے.... تو فرش اس کی کمر کو اپنے سے چمٹا لیتا ہے.... اور اس لمحے اس شخص کو دنیا کی ایک عجیب ترین تکلیف محسوس ہوتی ہے.... شاید اسے جہنم کا مزا آ جاتا ہے"۔

"خیر یہ تو نہیں ہو سکتا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا نہیں ہو سکتا"۔

"یہ کہ کسی انسان کو دنیا میں جہنم کا مزا آ جائے.... یہاں آپ

کتنا بھی اذیت پہنچا لیں.... جہنم کے درجے کی اذیت کو آپ نہیں پہنچ سکتے.... کیونکہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ تیز ہو گی.... اب اس دنیا میں اس آگ کو ستر گنا تیز کرنا ممکن ہی نہیں ہے"۔

"اس تقریر کی ضرورت نہیں تھی.... فرش پر لیٹیں گے تو پتا چلے گا.... جہنم کا مزا آتا ہے یا نہیں"۔

"اچھی بات ہے.... آپ مجھے لٹا کر تجربہ کر لیں"۔

"ارے تو لیٹ جائیں نا"۔

"اس طرح میں کیسے لیٹ سکتا ہوں بھلا"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"تب پھر.... آپ کیسے لیٹیں گے؟"

"آپ مجھے لٹانے کی کوشش کریں"۔

"یہ ہمارے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے.... ہم کوئی عام آدمی نہیں ہیں.... بہت خاص لوگ ہیں.... ہڈی پسلی ایک کر دینے والے"۔

"چلیں جیسے آپ کی مرضی"۔ انہوں نے کندھے اچکائے۔

اور پھر ان میں سے دو نے مل کر انہیں فرش پر لٹانے کی کوشش شروع کی.... کچھ دیر تک وہ پورا زور لگاتے رہے.... پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولے۔

"تم بھی آ جاؤ.... یہ سخت ہڈی ہے"۔

"کیا یہ جو آپ لوگ کر رہے ہیں.... قانونی ہے؟"

"قانون عدالت میں چلتا ہے"۔ ایک نے ہنس کر کہا۔

اب چار نے مل کر انہیں فرش پر لٹانے کی کوشش شروع کی.... بے میں انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"مشکل ہے جناب.... اس طرح شاید آپ کی دال نہیں گلے گی"۔

"تب پھر؟"

"باقی دو کو بھی شامل کر لیں.... اگر اس کے بعد بھی آپ لوگ کامیاب نہ ہوئے تو پھر مجھ سے ترکیب پوچھ لیجئے گا"۔

"کیا مطلب.... آپ خود کو گرانے کی ترکیب خود ہمیں بتائیں گے"۔

"کیا حرج ہے؟"

"او کے"۔ وہ بولے۔

ان چھے کے چھے نے مل کر کوشش کی.... اچانک ان میں سے ایک کے پاؤں ان کی ٹانگ میں کچھ عجیب طرح الجھے.... وہ تیورا کر فرش پر گرا۔

"ارے ارے.... سنبھل کر جناب.... سنبھل کر"۔ انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

ادھر گرنے والے کی چیخوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا.... گرتے ہی

اس کی کمر فرش کے ساتھ چپک گئی تھی۔۔۔ اور پورا زور لگانے پر بھی وہ اپنی کمر کو فرش سے الگ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔۔۔ لہٰذا اس کی چیخوں نے ایک طوفان مچا دیا۔۔۔ اس کے ساتھی بوکھلا گئے۔۔۔ ان میں سے ایک نے فوراً انسپکٹر جمشید کو چھوڑ دیا اور تیزی سے مڑا۔ شاید وہ سامنے والی دیوار تک جانا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن اسی وقت انسپکٹر جمشید نے اپنا دایاں پاؤں آگے کر دیا۔۔۔ وہ دھڑام سے گرا اور پھر وہ بھی فرش پر چپک گیا۔۔۔ اب اس کی چیخوں نے اور شور میں اضافہ کر دیا۔

اب اس کے چار ساتھی بری طرح بوکھلا گئے۔۔۔ ایک اور نے انہیں چھوڑا اور دیوار کا رخ کرنا چاہا۔۔۔ انسپکٹر جمشید لڑکھڑا گئے۔۔۔ اور ان کے لڑکھڑانے کی لپیٹ میں وہ تیسرا آ گیا۔۔۔ اس کا بھی وہی انجام ہوا۔

اب تین بری طرح بدحواس ہو چکے تھے۔۔۔ تینوں نے ایک ساتھ انہیں چھوڑ دیا۔۔۔ اور دیوار کی طرف لپکے۔۔۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے دو کو پیچھے سے پکڑ کر جھٹکا دیا۔۔۔ وہ چت گرے۔۔۔ اب ایک باقی تھا۔۔۔ اس نے خوف زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔۔۔ اور تیزی سے دیوار کی طرف بڑھا۔۔۔ انہوں نے فوراً چھلانگ لگائی اور اس سے پہلے کہ وہ دیوار میں لگا سوئچ آف کر سکتا۔۔۔ انہوں نے اسے جا لیا۔۔۔ دوسرے ہی لمحے وہ بھی فرش پر تھا۔۔۔ اب چھے آدمی مل کر چیخ رہے تھے اور انسپکٹر جمشید کانوں میں انگلیاں ٹھونسے فرش کے درمیان میں

کھڑے تھے۔

"ارے ارے۔۔۔ سوئچ آف کر دو۔۔۔ ورنہ ہماری لاشیں تک اکڑ جائیں گی"۔

"تو اکڑ جائیں۔۔۔ میں کیا کروں"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"اس صورت میں تم پر سات آدمیوں کے قتل کا مقدمہ چلے گا"۔

"اس کمرے کا طریقہ کار آپ کا ہے۔۔۔ یہ کس طرح بنایا گیا ہے۔۔۔ اور کس طرح استعمال کیا جائے گا۔۔۔ یہ آپ کو پتا ہے۔۔۔ مجھے نہیں۔۔۔ آپ کو فرش پر گرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔ میں نے آپ کو کہا تھا کہ فرش پر گر جائیں۔۔۔ یا مجھے گرا دیں۔۔۔ آپ نے جو کیا اپنی مرضی سے کیا۔۔۔ میں نے تو خود کو فرش پر گرنے سے بچانے کی کوشش کی ہے۔۔۔ اور بس"۔

"اچھا جلدی کرو۔۔۔ سوئچ آف کر دو"۔

"اس کا مجھے کیا فائدہ ہو گا"۔

"اگر ہم مر گئے تو قتل کا الزام تم پر لگے گا"۔

"لیکن کیسے۔۔۔ کیا میں اس کمرے کے بارے میں کچھ جانتا ہوں"۔

"نن نہیں"۔

"تب پھر۔۔۔ میں کیا کر سکتا ہوں"۔

"دیکھو.... یہ کام نہ کرو.... سوئچ آف کر دو.... اسی میں تمہاری بھلائی ہے"۔

"کیا بھلائی ہے.... مجھے فرش پر لٹا کر تم اپنی مرضی کا بیان لینا چاہتے ہو.... لیکن میں اپنا بیان عدالت میں دوں گا.... یہاں نہیں"۔

"اچھا ٹھیک ہے.... ہمیں تمہاری شرط منظور ہے"۔

"تب پھر بتاؤ.... پیٹر ڈوئی کے خون کا گروپ سی پوزیٹو ہے.... تم نے اس کے کاغذات میں او پوزیٹو کیوں لکھ دیا تھا"۔

"ہم نے نہیں.... یہ کام خود پیٹر ڈوئی نے کرایا ہو گا.... ہمیں تو اس کا علم بھی نہیں تھا"۔

"ہوں اچھا خیر.... اب سوال یہ ہے کہ جو خون فرش پر ملا' اس کا گروپ بی پوزیٹو کیوں ہے.... او نیگیٹو بھی نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ سی پوزیٹو ہونا چاہیے تھا"۔

"یہ خون کے گروپ کا چکر ہماری سمجھ سے باہر ہے.... اب فرش کی تکلیف حد درجے بڑھ گئی ہے.... لہٰذا مہربانی فرما کر اب تو سوئچ آف کر دو"۔

"میں نے اس کا وعدہ نہیں کیا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"انسپکٹر جمشید.... یہ.... یہ تم اچھا نہیں کر رہے"۔

"کیا کروں.... مجبوری ہے.... اگر میں سوئچ آف کرتا ہوں تو تم مجھے اس فرش پر لٹائے بغیر نہیں چھوڑو گے"۔

"ہم وعدہ کرتے ہیں.... نہیں لٹائیں گے"۔

"اس وعدے کی گارنٹی کیا ہے"۔

"ہم لکھ کر دینے کو تیار ہیں"۔

"اس حالت میں تم لکھ کیسے سکو گے"۔ وہ ہنسے۔

"حد ہو گئی.... آخر اس مسئلے کا حل کیا ہے؟"

"حل آپ بتائیں"۔ انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"اوہو.... تو آپ بتا دیں"۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا"۔

"اب ہماری جان پر بن چکی ہے.... اگر تھوڑی دیر اور سوئچ آف نہ کیا تو ہم اپنی جانوں سے جائیں گے.... اور ہمارا خون تمہاری گردن پر ہو گا اور عدالت میں تم پر سات کے قتل کا مقدمہ چلے گا.... اور یہ عدالت ہے انشارجہ کی.... تمہارے ملک کی نہیں"۔

"میں یہ تمام باتیں محسوس کر سکتا ہوں.... لیکن میں بھی کیا کروں.... اگر میں سوئچ آف کرتا ہوں تو تم لوگ اور عملے کو بلا کر مجھے زبردستی فرش پر لٹاؤ گے.... اور اس وقت جو حالت تم لوگوں کی ہے.... میری ہو گی.... میں خود کو اس حالت تک کیوں پہنچاؤں"۔

"تب تم.... سات آدمیوں کے قتل کے مقدمے کا سامنا کس طرح کرو گے؟"

"اگر سات کے قتل کا مقدمہ چلا تو جس طرح ایک کے قتل کے

مقدمے کا سامنا کر رہا ہوں.... اسی طرح سات کے قتل کے مقدمے کا
سامنا کروں گا"۔

"اس کا مطلب ہے.... تم نہیں مانو گے"۔

"نہیں.... تمہیں میرے ساتھ ایسا سلوک کرنا ہی نہیں چاہیے
تھا.... ہاں سوالات کر سکتے تھے"۔ انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

اور پھر ان کی حالت غیر ہونے لگی.... رنگ سیاہ پڑنے لگے۔
آوازیں بھی اب ان کے حلق سے نہیں نکل رہی تھیں.... حلق بالکل
سوکھ چکے تھے.... آنکھوں میں موت کی ویرانی پھیل گئی تھی.... پھر وہ
بالکل ناامید ہو گئے.... اس وقت انہوں نے آگے بڑھ کر سوئچ آف کر
دیا.... اس وقت.... جب انہیں کوئی امید قطعاً" نہیں رہ گئی تھی۔
جونہی سوئچ آف ہوا.... وہ فرش سے الگ ہو گئے.... یوں لگا جیسے ان
میں زندگی لوٹ آئی ہو.... اور پھر ان کے رنگ صاف ہوتے چلے
گئے.... لمحہ بہ لمحہ ان کی حالت بہتر ہوتی چلی گئی.... ساتھ ہی ان کے
چہروں پر حیرت بڑھتی چلی گئی.... ان میں سے ایک نے پرمسرت انداز
میں چیخ کر کہا۔

"انسپکٹر جمشید.... تمہارا جواب نہیں.... تت.... تم بہت عظیم
ہو"۔

عین اس لمحے دروازے پر دستک ہوئی.... ان کے چہرے
دروازے کی طرف اٹھ گئے۔

انسپکٹر جمشید بھی چونک گئے۔
انہوں نے ان چھے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔
انہوں نے کندھے اچکا دیئے۔ پھر ایک دروازے کے قریب
گیا۔

○☆○

گھر میں

"باہر کون ہے.... ہم نے کہا تھا نا.... کوئی اس طرف نہ آنے پائے"۔

"سس.... سر.... سر ڈاک"۔ باہر سے کہا گیا۔

"کک.... کیا کہا.... سر ڈاک"۔ اندر سے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"جی ہاں! سر ڈاک آئے ہیں.... وہ انسپکٹر جمشید سے اور آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں"۔

"اوہ اچھا.... ٹھہریں"۔

انہوں نے دیکھا.... ان کے چہروں پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔

"یہ سر ڈاک کیا چیز ہے؟"

"ایک خوفناک چیز.... لیکن اب باتیں کرنے کا وقت کہاں رہ گیا"۔ یہ کہہ کر ایک نے دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھولنے والے کو ایک دھکا لگا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا اندر کی طرف آیا.... پھر ایک پہاڑ سا آدمی اندر داخل ہوا۔

"تم لوگ ایک دم نکمے ہو.... چھے مل کر ایک کو نہیں گرا سکے"۔

"آپ.... آپ کو کیسے معلوم ہوا سر"۔ ان میں سے ایک نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"اس کمرے میں جو ہوا.... ہم نے ٹی وی سکرین پر سب دیکھا اور سنا ہے.... اسی لئے تو مجھے یہاں آنا پڑا ہے.... ویسے میرا خیال تھا جب میں یہاں پہنچوں گا.... تم اس وقت تک موت کی وادی میں جا چکے ہو گے.... لیکن یہ ہوا کیسے؟"

"بس عین وقت پر انہوں نے سوئچ آف کر دیا.... کیا آپ نے یہ منظر نہیں دیکھا"۔

"نہیں.... جب میں نے دیکھا کہ یہ تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے کا پروگرام بنا چکے ہیں.... مجھے حرکت میں آنا پڑا"۔

"جی نہیں.... میرا انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا"۔

"ہاں! یہ بات ثابت ہو گئی.... لیکن جو سوالات ہم پوچھنا چاہتے ہیں.... آپ کو ان کا جواب تو دینا ہو گا"۔

"چلئے.... اب آپ سوالات کر لیں"۔ وہ مسکرائے۔

"یہ کیا چکر ہے.... بس یہ بتا دیں"۔

"چکر آپ لوگوں کا چلایا ہوا ہے.... اور پوچھ رہے ہیں مجھ

ے.... ہے کوئی تک"۔ وہ جل کر بولے۔

"وفد کے ساتھ جو پیٹر ڈوئی تھا.... اس کے خون کا گروپ او نیگیٹو ہی تھا.... ملازمت والا غلط ہو سکتا ہے.... وفد کے سرٹی فیکیٹ والا غلط نہیں ہو سکتا.... لیکن تمہارے ملک میں پہنچ کر وہ بھی بی پوزیٹو بن گیا.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"میں کہہ چکا ہوں.... چکر آپ لوگوں کا چلایا ہوا ہے اور پوچھ مجھ سے رہے ہیں"۔

"اب یا تو تم زبان کھولو گے یا موت کو گلے لگا لو گے"۔

"تو کیا عدالت میں آپ میری لاش کو پیش کریں گے"۔

"لاش اس حالت میں ملے گی کہ خودکشی نظر آئے گی"۔ وہ ہنسا۔

"اچھی بات ہے.... آپ یہ کوشش بھی کر کے دیکھ لیں"۔

"تم لوگ جاؤ.... ذرا گھوم پھر کر اپنی حالت درست کرو.... نکلے کہیں کے.... اس نے جھلا کر کہا اور وہ چھے اس طرح بھاگے جیسے جیل کا دروازہ اچانک کھل گیا ہو۔

ان کے جاتے ہی پہاڑ سے آدمی نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

"نالائق لوگوں سے نجات ملی.... اب میں اور تم ذرا آرام سے بات چیت کریں گے.... ہاں تو یہ کیا چکر ہے؟"

"بتا چکا ہوں.... چکر آپ نے چلایا ہے.... پوچھ مجھ سے رہے ہیں"۔

جواب میں اس نے ایک زناٹے دار تھپڑ ان کے گال پر رسید کر دیا.... اب یہ اور بات ہے کہ وہ ان کے لگا نہیں.... اس کا بازو گھوم کر رہ گیا.... خود اسے بھی بازو کے ساتھ گھومنا پڑ گیا اور اس طرح اس کی کمر ان کے سامنے آ گئی.... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... ایک لات اس کی کمر پر پوری قوت سے دے ماری.... گھومنے کی وجہ سے توازن تو وہ پہلے ہی کھو چکا تھا' لات لگنے پر کیسے بچ سکتا تھا.... اوندھے منہ دھڑام سے گرا اور پھر اس کی چیخوں نے وہی حال کیا.... وہ پہلوں کی چیخوں سے ہوا تھا.... کمرہ لرزنے لگا.... کیونکہ انہوں نے فوراً" سوئچ آن کر دیا تھا۔

"بند کرو.... بند کرو.... سوئچ آف کر دو"۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے میرے پیارے پہاڑ"۔

"دیکھو.... میں تمہیں انعام اور اکرام سے لاد دوں گا.... اس مقدمے سے بھی نجات دلا دوں گا.... میری اتنی اہمیت ہے.... کہ عدالت کی کارروائی کو رکوا دوں"۔

"اس مقدمے سے میں خود نبٹ لوں گا اور انعام اور اکرام کا مجھے لالچ نہیں.... لہٰذا تمہاری پیش کش پر غور نہیں کر سکتا"۔

"اگر میں مر گیا.... تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے.... اور پھر کسی طرح نجات حاصل نہیں کر سکو گے"۔

"اللہ مالک ہے.... زندگی اور موت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے....

میں کون ہوتا ہوں تمہاری جان لینے والا"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"حد ہو گئی.... تم تو بات ہی نہیں سنتے اور ادھر میری جان نکلی جا رہی ہے"۔

"کوئی پروا نہیں.... ایسا بھی ہوتا ہے"۔

"ارے ارے.... سوئچ آف کر دو.... ورنہ میں مر جاؤں گا"۔

"چیخنے کے دوران وہ یہ باتیں بہت مشکل سے کر رہا تھا.... اور پھر اس کا رنگ سیاہ پڑنے لگا.... جان نکلنے لگی.... کپکپی طاری ہو گئی' آنکھوں میں موت کا خوف چھا گیا.... ہاتھ پیر کانپنے لگے.... جب وہ بالکل مایوس ہو گیا.... اور اس نے محسوس کر لیا کہ اب وہ مرنے لگا ہے تو انہوں نے سوئچ آف کر دیا.... بس پھر کیا تھا.... فوراً" اس کی جان میں جان آنے لگی.... پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس نے انسپکٹر جمشید کے پاؤں پکڑ لیے۔

"انسپکٹر جمشید.... میں تمہارا بے دام غلام ہوں.... اب تم پر مقدمہ نہیں چل سکے گا.... میں رکوا دوں گا اس کو"۔ سرڈاک نے کہا۔

"نہیں.... آپ ایسا نہیں کریں گے.... میں اس مقدمے کو آخر تک لڑوں گا.... اور عدالت سے ہی بری ہونے کی کوشش کروں گا.... آپ دخل اندازی نہیں کریں گے"۔

"اچھی بات ہے.... جیسے آپ کی مرضی"۔ اس نے کہا۔

"اب آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟"

"ہم عدالت میں بیان دیں گے.... انسپکٹر جمشید سے مزید پوچھ گچھ کے باوجود ہم کچھ معلوم نہیں کر سکے"۔

"شکریہ"۔ وہ مسکرائے۔

"اب آپ دو دن تک مکمل آرام کریں.... یہاں آپ کو ہر طرح کا آرام ملے گا.... اور اگر آپ پسند کریں تو آپ کے ساتھیوں کو بھی آپ کے پاس پہنچا دیا جائے"۔

"ایسا ہو جائے تو مزا رہے گا"۔

"اچھا.... ان کے ہوٹل کا فون نمبر بتا دیں.... میں انہیں بلا لیتا ہوں"۔

"شکریہ"۔

اور پھر وہ دو دن انہوں نے آرام سے گزارے' دو دن بعد پھر عدالت میں مقدمہ پیش ہوا.... اس روز عدالت شروع ہوتے ہی سرکاری وکیل نے بیان دیا۔

"ہم سرتوڑ کوشش کے باوجود بلڈ گروپ کے فرق کی وجہ معلوم نہیں کر سکے.... لہٰذا یہ مقدمہ واپس لیا جاتا ہے"۔

"کیا کہا.... آپ نے.... مقدمہ واپس"۔ جج صاحب بولے۔

"ہاں جناب والا.... جب تک خون کے گروپ کا مسئلہ حل نہیں

ہو جاتا.... انسپکٹر جمشید کو مجرم ثابت نہیں کیا جا سکتا.... اور یہ مسئلہ حل ہو نہیں رہا.... اس لئے.... ہم اس مقدمے کو خارج کرنے کی درخواست کر رہے ہیں"۔

"اوہ اچھا.... مقدمہ ختم کیا جاتا ہے.... انسپکٹر جمشید آزاد ہیں.... جہاں چاہیں جا سکتے ہیں"۔

اور وہ اپنے ہوٹل میں آ گئے۔

"اب ہم یہاں رک کر کیا کریں گے جمشید.... کیا خیال ہے.... واپس کیوں نہ چلیں"۔

"بالکل.... ہم آج ہی واپس جائیں گے"۔

اسی روز وہ اپنے ملک روانہ ہو گئے.... انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کا کوئی پتا نہیں تھا.... دارالحکومت کے ایرپورٹ پر گویا پورا شہر ان کے استقبال کے لئے امڈ آیا تھا.... انشارجہ کی اس قدر بڑی شکست ہونے پر ان کے چاہنے والے بہت خوش تھے.... انہیں جلوس کی صورت میں پہلے ایوان صدر لایا گیا.... وہاں صدر نے انہیں مبارک باد دی پھر وہ گھر پہنچے۔

جونہی وہ گھر میں داخل ہوئے.... بہت زور سے اچھلے۔

○☆○

یہ کیا ہے

گھر میں انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برادرز پارٹی موجود تھی.... انہیں دیکھ کر وہ کھل اٹھے۔

"آپ لوگوں سے یہ امید نہیں تھی انکل"۔ فاروق نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"اچھا تو پھر.... کیسی امید تھی؟" وہ مسکرائے۔

"آپ کو چاہیے تھے.... ہم سے پہلے انشارجہ پہنچے ہوتے"۔

"اور ہم وہاں آپ لوگوں سے پہلے پہنچ گئے تھے' جب پورے پروگرام کا پتا چلا تو ہم نے فیصلہ کر لیا.... سیدھے انشارجہ چلے جاتے ہیں.... لہٰذا ایرپورٹ پر ان لوگوں کا پروگرام وار کرنے کا تھا.... جسے ہم نے ناکام بنا دیا تھا.... اور آپ لوگوں کو معلوم نہیں.... انہوں نے تین وار اور کیے.... جن کو ہم نے ناکام بنایا"۔

"ارے باپ رے.... تین وار اور.... ہمیں ان کا پتا کیوں نہ چل سکا۔

"اسے اتفاق کہہ لیں.... یا یہ کہ آپ لوگ مقدمے میں پوری

طرح محو تھے"۔

"اوہ.... اوہ.... تب تو آپ کا شکریہ انکل.... اور یہ لوگ وہاں کیوں نظر نہیں آئے؟" فاروق نے منہ بنایا۔

"پھوڑ لو.... دل کے پھپھولے.... اچھی طرح پھوڑ لو"۔ محسن نے جل کر کہا۔

"ہائیں ہائیں.... تم تو شاید لڑنے مرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہو"۔ فاروق بوکھلا کر بولا۔

"یہ.... یہ راز کی بات آپ کو کیسے معلوم ہو گئی"۔ شوکی کانپ کر بولا۔

"کون سی راز بات؟"

"یہ کہ ہم نے آج کل ادھار لے رکھا ہے"۔

"حد ہو گئی.... ارے بھئی میں نے ادھار کھائے بیٹھے کہا ہے.... محاورہ بولا ہے"۔

"لل.... لیکن"۔ پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا۔

"آپ کو کیا ہوا انکل"۔

"تمہارے اس جملے نے میری بھوک کو چمکا دیا ہے"۔

اس پر ان سب کو ہنسی آ گئی.... ادھر پٹ سے بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

"تو کیا ہوا بھائی جان.... یہاں کون سا کھانا تیار کرنے میں وقت

لگتا ہے.... صرف تین منٹ میں کھانا میز پر لگا ہو گا"۔

"ارے باپ رے.... تت.... تین منٹ" پروفیسر داؤد بوکھلا اٹھے۔

"آپ کا مطلب ہے.... تین منٹ زیادہ ہیں"۔

"ہاں بہت.... کیا یہ وقفہ ایک منٹ نہیں ہو سکتا ہے"۔

"ہاں کیوں نہیں.... ایسا بھی ہو سکتا ہے.... پہلے میں ایک چیز تیار کر کے آپ کے سامنے رکھتی ہوں.... آپ کھانا شروع کریں.... وہ چیز ابھی ختم نہیں ہو گی کہ اور چیزیں شروع ہو جائیں گی"۔

"لل.... لیکن بیگم"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اب یہ آپ لیکن کہاں سے لے آئے؟"

"چودہ سو سال پہلے کا"۔

"جی.... کیا کہا.... چودہ سو سال پہلے کا لے کر آئے ہیں لیکن"۔ آصف بھونچکا رہ گیا۔

"ہاں بالکل"۔ وہ مسکرائے۔

"اف انکل.... اتنا پرانا لیکن"۔

"لیکن بھئی.... یہ لیکن ہے بہت مزے کا"۔

"تب پھر.... کھانے میں اسے بھی شامل کر لو جمشید"۔ پروفیسر داؤد جلدی سے بولے۔

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی.... ادھر باورچی خانے کی کھڑکی

سے بیگم جمشید کا ہاتھ باہر نکلا۔۔۔ اس میں ٹرے تھی اور ٹرے میں سوئیوں کا زردہ تھا۔۔۔ جس کی خوشبو نے انہیں بے چین کر دیا۔۔۔ پروفیسر داؤد نے لپک کر وہ ٹرے پکڑ لی اور ادھر انسپکٹر جمشید کا ہاتھ فون کی گھنٹی کی طرف بڑھا۔

"یہ خطرناک فون ہے۔۔۔ اسے نہ سنیں۔۔۔ ورنہ آپ کا کھانا دھرا کا دھرا رہ جائے گا"۔

"لیکن بیگم۔۔۔ فون تو سننا ہی ہو گا"۔

"اچھا جیسے آپ کی مرضی۔۔۔ لیکن ریسیور اٹھانے سے پہلے۔۔۔ کم از کم دو چار لقمے تو لے لیں"۔

"اوہ نہیں بیگم۔۔۔ یہ فون کرنے والے کے ساتھ زیادتی ہو گی"۔

"اچھا خیر۔۔۔ آپ کی مرضی"۔ انہوں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔۔۔ آج ان شاء اللہ ہم کھانا پوری طرح کھائے بغیر نہیں جائیں گے"۔

یہ کہتے ہوئے انہوں نے ریسور اٹھا لیا۔۔۔ دوسری طرف سے صدر کی آواز سنائی دی۔

"جمشید۔۔۔ ہم ملنے کے لیے آ رہے ہیں۔۔۔ کہیں نکل نہ جانا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔

"لو بھئی۔۔۔ صدر صاحب نہ جانے کن لوگوں کے ساتھ آ رہے

"۔

"تو کیا ہوا جمشید۔۔۔ آنے دو۔۔۔ ظاہر ہے' مبارک باد دینے کے آ رہے ہوں گے"۔

"ہاں! یہی کہا جا سکتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

پھر انہوں نے کھانا جلدی جلدی ختم کیا۔۔۔ تاکہ صدر صاحب آنے سے پہلے فارغ ہو جائیں۔۔۔ ایسے میں فرحت نے چونک کر

"اور انکل۔۔۔ آپ کا وہ چودہ سو سال پرانا لیکن تو رہ ہی گی"۔

"ہاں! وہ بات یہ تھی کہ میری بیگم ایک وقت میں کئی کھانے کر کے سامنے رکھ دیتی ہیں۔۔۔ جب کہ میں اس بات کو پسند کرتا کہ ایک وقت میں بس ایک کھانا ہونا چاہیے"۔

"اوہ! اب ہم سمجھے کہ آپ کیا کہنا چاہتے تھے۔۔۔ دراصل بات ہے کہ ہماری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں کبھی ایک میں دو طرح کا سالن نہیں کھایا۔۔۔ ایک وقت میں آپ صلی اللہ وسلم کے دسترخوان پر ایک طرح کا سالن ہوتا تھا۔۔۔ اور اکثر تو ایک کا بھی نہیں ہوتا تھا"۔

"اوہ ہاں! واقعی یہ بات ہمارے ذہنوں سے نکلی ہوئی تھی"۔ نے چونک کر کہا۔

"لہٰذا اب ہم ایک وقت میں ایک سالن ہی کھایا کریں گے"۔

"بھئی واہ.... یہ تو میرے لیے بہت آسانی ہو گئی"۔ بیگم جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ سنت پر عمل کرنے کی برکت ہے.... جو ایک سنت کو زندہ کرتا ہے' اسے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"سنت کو زندہ کرنے کا کیا مطلب؟" رفعت بول اٹھی۔

"مثلاً آج کے دور میں بہت سی سنتوں پر لوگ عمل کرنا چھوڑ بیٹھے ہیں.... کوئی سنت پر عمل کرنا شروع کر دے تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا"۔

"بہت خوب! اب ہم ہر ممکن کوشش کیا کریں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت پر عمل کریں.... آپ مثال کے طور پر بتائیں.... آج کے دور میں کون سی سنتیں چھوڑی جا چکی ہیں.... چلیں ایک تو اس وقت بتا ہی دیں"۔ آصف نے کہا۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں.... مسواک کرنا.... ہر نماز کے لیے وضو سے پہلے.... یہ سنت ہے.... اب کتنے لوگ ہیں جو اس سنت کو اپنائے ہوئے ہیں"۔

"چلیے یہ تو ہو گئی ایک سنت.... اور کوئی مثال"۔

"ایک سنت ہے ڈاڑھی کی.... لوگوں نے ڈاڑھی رکھنا چھوڑ دیا ہے.... جب کہ تمام پیغمبروں کی ڈاڑھیاں تھیں.... اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈاڑھیاں تھیں.... اس سنت کو تو لوگوں نے بری

طرح چھوڑ دیا ہے"۔

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی.... وہ چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے.... اور دروازے پر پہنچ گئے.... محمود نے دروازہ کھولا اور پھر وہ بے حد حیرت زدہ رہ گئے.... باہر صدر اور ان کے ساتھیوں کے بجائے ایک دبلا پتلا آدمی کھڑا تھا.... اس کے چہرے پر گہرا طنز تھا۔

"فرمائیے.... ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"کچھ بھی نہیں.... آپ میرے لیے کیا کر سکتے ہیں.... آپ تو اپنے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتے.... مجھے کسی نے یہ خط ابھی ابھی دیا ہے.... تاکہ یہ میں آپ تک پہنچا دوں"۔

"لیکن.... یہ آپ نے کیا کہا ہے.... کہ میں تو اپنے لیے کچھ نہیں کر سکا"۔

"پورے شہر میں اس وقت شور ہے.... یہ بات صرف میں نہیں کہہ رہا"۔

"کیا مطلب.... کیا شور ہے پورے شہر میں؟"

"یہ کہ انسپکٹر جمشید اپنے لیے کچھ نہیں کر سکے"۔

"ایک منٹ"۔ یہ کہہ کر وہ فرزانہ کی طرف مڑے۔

"فرزانہ تم ذرا اندر جانا.... اندر تمہاری ضرورت ہے"۔

"جی بہتر"۔ اس نے کہا اور اندر کی طرف مڑ گئی۔

"ہاں جناب! مہربانی فرما کر بتائیے.... لوگ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"طرح طرح کی باتیں کر رہے ہیں.... انسپکٹر جمشید ناکام گئے.... اس کیس میں وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوئے.... یہ ان کی زندگی بہت بڑی شکست ہے"۔

"بس.... اتنی سی بات"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ اس بات کو اتنی سی بات کہہ رہے ہیں"۔

"اور آپ کے خیال میں یہ کتنی سی بات ہے"۔

"بہت بڑی.... کل کے اخبارات تو دیکھنے والے ہوں گے"۔

"بہت خوب بھئی.... پھر تو ہم بھی دیکھیں گے.... ان اخبار کو"۔

"آپ کو تو خیر بہت زیادہ مزا آئے گا"۔

"یہ تو اچھی بات ہے.... ویسے اس آدمی کا حلیہ کیا تھا.... نے یہ خط آپ کو دیا تھا"۔

"وہ لمبے قد کا بھاری بھرکم آدمی تھا"۔

"غلط.... بالکل غلط"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"خط آپ کو کسی لمبے اور بھاری بھرکم آدمی نے نہیں دیا تھا" وہ مسکرائے۔

"یہ.... یہ بات آپ کیسے کہہ سکتے ہیں.... جب کہ آپ اسے دیکھا نہیں"۔

"میں کہہ سکتا ہوں"۔

"آخر کیسے"۔

"خط پر ایک انگوٹھے کا نشان ہے.... شاید اس کے ہاتھ پر تیل لگا ہوا تھا.... وہ انگوٹھا کسی بھاری بھرکم آدمی کا نہیں، دبلے پتلے آدمی کا ہے"۔

"تب وہ اس کے انگوٹھے کا نہیں.... میرے انگوٹھے کا نشان ہو گا"۔ اس نے اپنا انگوٹھا دکھایا۔

"نہیں.... آپ کے انگوٹھے پر تیل نہیں لگا ہوا"۔

"اوہ"۔ وہ حیران رہ گیا۔

"میرا اندازہ درست ہے نا؟"

"ہاں بالکل"۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اور آپ نے یہ جھوٹ کیوں بولا؟" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"آپ کو آزمانے کے لیے"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"چلیے خیر.... آپ آزما چکے.... اب تشریف لے جائیں"۔

انہوں نے فرزانہ کو واپس آتے دیکھ کر کہا۔

"شکریہ جناب"۔ یہ کہہ کر وہ مڑا اور چلا گیا۔

دور سے انہوں نے سرکاری گاڑیاں آتے دیکھ لیں.... لہٰذا وہیں رک گئے۔

"صدر صاحب آ رہے ہیں"۔

"اور فرزانہ تم اپنا کام کر ڈالا"۔

"ہاں! اس شخص کا تعاقب کیا جائے گا اور جہاں بھی یہ جائے گا... رپورٹ مل جائے گی"۔

"چلو ٹھیک ہے"۔

اسی وقت گاڑیاں دروازے پر پہنچ گئیں... صدر صاحب کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ دھک سے رہ گئے۔

ان کے چہرے پر غصے کا ایک عالم تھا... اس قدر غصے میں انہوں صدر صاحب کو آج تک نہیں دیکھا تھا... پھر وہ چلائے۔

"جمشید! یہ سب کیا ہے؟"

○☆○

کیا مطلب

وہ حیرت زدہ رہ گئے... سب اس بات پر حیران تھے کہ ہوا کیا ہے، صدر اس قدر غصے میں کیوں ہیں... کیوں کہ ان کے خیال میں تو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی... بلکہ وہ تو یہ سمجھے تھے کہ صدر صاحب انہیں انشارجہ کی عدالت سے باعزت بری ہونے پر مبارک باد دینے آئے ہیں۔

"معاف کیجئے گا سر... بات کیا ہوئی؟" انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

"تت... تم انشارجہ سے واپس کیوں آئے... عدالت نے تمہیں بری کر دیا تھا... لیکن کیس تو ختم نہیں ہو گیا تھا... تمہیں وہاں ٹھہر کر یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ پیٹر ڈوئی کا قاتل ہے کون؟"

"اگر مجھ سے یہ غلطی ہوئی بھی ہے... تب بھی آپ اس قدر غصے میں کیوں ہیں... پہلے تو آپ اس بات کی وضاحت کر دیں... تاکہ ہم صورت حال جان سکیں"۔

"بار بار انجانے لوگ ایوان صدر کے نمبروں پر فون کر رہے ہیں

کہ یہ کیا بات ہوئی.... اگر انسپکٹر جمشید قاتل نہیں ہیں.... تب بھی پیٹر ڈوئی کا کوئی نہ کوئی تو قاتل ہے.... پھر انسپکٹر جمشید کیس درمیان میں چھوڑ کر کیوں آئے.... انہیں تو وہیں ٹھہر کر قاتل کو منظر عام پر لانا چاہیے تھا"۔

"حیرت ہے.... نہ جانے یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟"

"اتنا تو ہر کوئی کہے گا جمشید کہ آخر پیٹر ڈوئی کو پھر کس نے قتل کیا؟"

"ہاں بالکل کہے گا.... اور میں کیس پر کام جاری رکھوں گا.... لیکن اس کے لیے مجھے انشارجہ میں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں تھی.... وہاں ہمارے لیے خطرات منہ کھولے کھڑے ہیں.... آپ اس بات کی تصدیق انسپکٹر کامران مرزا سے کر لیں"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا مطلب.... یہ لوگ کب آئے؟" انہوں نے چونک کر کہا۔

"انشارجہ میں کیس شروع ہونے سے پہلے ہی یہ لوگ وہاں پہنچ گئے تھے"۔

"اوہ اچھا.... کامران مرزا تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو"۔

"یہی سر.... کہ انسپکٹر جمشید نے جو کیا.... درست کیا.... ہمیں مزید وہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں تھی.... اور یہ پروپیگنڈا صرف اس لیے کیا جا رہا ہے کہ ہم وہاں چلے جائیں اور ان کی گولیوں کا نشانہ بن جائیں"۔

"اوہ نہیں"۔ وہ چونکے۔

"میں عرض کرتا ہوں"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور پھر وہاں انہوں نے جو کام کیا تھا' اس کی تفصیل سنا ڈالی.... انہوں نے تین موقعوں پر انسپکٹر جمشید کو نشانہ بنانے والوں کو نشانہ بنایا تھا.... اس طرح کہ کوئی ان پر شک بھی نہیں کر سکتا تھا.... اگرچہ آس پاس کے لوگوں کی اچھی طرح تلاشیاں لی گئی تھیں.... ان کی بھی تلاشی لی گئی تھی.... لیکن تلاشی لینے والوں کو کچھ ملتا تو وہ انہیں گرفتار کرتے۔

"چلو خیر.... یہ تو ٹھیک ہے.... لیکن جب تک اس کیس کو مکمل نہیں کیا جائے گا.... لوگ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے.... وہ باتیں اخبارات میں شائع کروائی جائیں گی"۔

"میں سمجھتا ہوں سر.... اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے منصوبے میں ہو گئے ہیں ناکام.... اور اپنے زخم چاٹ رہے ہیں.... چاہتے ہیں.... کسی طرح اس ناکامی کا بدلہ فوراً لے لیں"۔

"اس کا حل صرف اور صرف یہ ہے کہ تم اصل قاتل تک پہنچ جاؤ.... اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی"۔

"بہت بہتر سر.... آپ فکر نہ کریں"۔

"تو پھر میں اطمینان رکھوں.... تم یہ کام کرو گے"۔

"ہاں سر یہ میری ذمے داری ہے"۔

اور پھر صدر صاحب چلے گئے۔

"انہیں کسی نے بھڑکایا تھا... تاکہ میں غصے میں آکر انشارجہ چلا جاؤں"۔ وہ مسکرائے۔

"لیکن آپ کم از کم اس کیس کے سلسلے میں وہاں نہیں جانا چاہتے"۔

"نہیں! یہ کیس یہاں شروع ہوا تھا... یہیں ختم ہو گا"۔ وہ بولے۔

"لیکن کیسے اباجان! وفد کے ارکان تو اب انشارجہ میں ہیں"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"کوئی پرواہ نہ کرو"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی... انہوں نے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو انسپکٹر جمشید... آج شام ٹھیک سات بجے ہوٹل تھری مون"۔

"کیا مطلب؟"

"آج شام ٹھیک سات بجے ہوٹل تھری مون" پھر وہی کہا گیا۔

"اوہو... آگے بھی تو کہو نا"۔

"آج شام ٹھیک سات بجے ہوٹل تھری مون"۔

یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا گیا۔

یہ لوگ کسی نہ کسی گڑبڑ کی کوشش میں ہیں... اصل میں انہیں

مرچیں یہ لگی ہوئی ہیں کہ مجھے عدالت نے رہا کیوں کر دیا... ان کا تو خیال تھا... عدالت مجھے پھانسی کی سزا سنائے گی... ہوا الٹ... لہٰذا اب تلملا رہے ہیں"۔

"لیکن اس پیغام سے ان کا مقصد کیا ہے... ٹھیک سات بجے ہوٹل تھری مون"۔

"وہ چاہتے ہیں... ہم ہوٹل تھری مون پہنچ جائیں... اور ان کے جال میں پھنس جائیں"۔

"تب پھر... اس کا مطلب ہے... آپ نہیں جائیں گے"۔

"جانا تو خیر ہو گا"۔ وہ مسکرائے۔

"جی... کیا مطلب... یہ کیا بات ہوئی... جب آپ کے خیال میں وہاں ہمارے لیے جال بچھایا گیا ہے... تو ہم کیوں جائیں"۔

"اس جال کو تار تار کرنے کے لیے"۔ وہ مسکرائے۔

"کہیں ایسا نہ ہو انکل... کہ وہ لوگ ہمیں تار تار کر دیں... وہ زخم کھائے ہوئے ہیں... انہیں پختہ یقین تھا کہ آپ کو عدالت سے پھانسی کی سزا دلوا دیں گے... ظاہر ہے' عدالت بھی ان کی... وکیل بھی ان کا... جج بھی ان کا' پروگرام بھی ان کا... لیکن ان سب باتوں کے باوجود آپ کو سزا نہ دلوا سکے... تو اب یہاں کچھ نہ کچھ کرنے کے لیے آئے ہیں"۔ آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"یہی بات ہے آصف' لیکن ہمیں پھر بھی جانا ہو گا"۔ وہ

مسکرائے۔

"چلیے پھر آپ کی مرضی.... ہم کیا کہہ سکتے ہیں"۔

اور پھر وہ شام کے سات بجے ہوٹل تھری مون پہنچ گئے.... یہ ایک غیر ملکی ہوٹل تھا.... اس کی ساری انتظامیہ غیر ملکی تھی.... اس ہوٹل میں آتے بھی صرف غیر ملکی تھے.... ملکی لوگوں کو داخلے کی اجازت تھی ہی نہیں.... یہی وجہ تھی کہ جب وہ اپنی بڑی گاڑی سے اتر کر دروازے کی طرف بڑھے تو دروازے پر موجود دربانوں نے برے برے منہ بنائے.... پھر نزدیک پہنچنے پر ان میں سے ایک قدرے آگے بڑھا اور بولا۔

"آپ کو شاید معلوم نہیں' یہ ہوٹل تھری مون ہے"۔

"بالکل معلوم ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"تب پھر آپ کو یہ معلوم نہیں کہ یہاں صرف غیر ملکیوں کو آنے کی اجازت ہے.... ملکی لوگوں کے لیے یہاں کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔

"ہمیں یہ بات بھی اچھی طرح معلوم ہے.... اگرچہ میں اس اجازت کے خلاف ہوں.... لیکن ہوٹل انتظامیہ نے بڑے پیمانے پر سفارشیں کرا کے یہ بات منظور کرا لی ہے.... اس لیے میں مجبور ہوں.... اور اسی طرح آج ہم یہاں آنے پر مجبور ہیں.... پہلے تو آپ ہمارے کارڈ دیکھ لیں.... اور یہ بات نوٹ کر لیں کہ ہم یہاں کھانے

پینے نہیں آئے.... ہمیں تو اپنی ڈیوٹی انجام دینا ہے"۔

"کک.... کیا مطلب.... ڈیوٹی؟"

"ہاں جناب! ڈیوٹی"۔

"ہم سمجھے نہیں جناب؟"

"اسی لیے تو کہا ہے.... پہلے یہ دیکھ لیں"۔

انہوں نے کارڈ کھائے.... ان کے چہروں پر الجھن دوڑ گئی۔

"آپ ہوٹل کے باہر لان میں تشریف رکھیے.... میں مینجر صاحب کو بلاتا ہوں"۔

"اچھی بات ہے.... لیکن ذرا جلدی.... ہم زیادہ انتظار کے قائل نہیں ہیں"۔

"اچھا"۔ اس نے کہا اور ان کے کارڈ لیے اندر چلا گیا۔

"حیرت ہے.... ان لوگوں نے آخر ایسے ہوٹل کو کیوں چنا.... جس میں ہمارا داخلہ بھی مشکل ہو"۔

"اس کی بھی کوئی وجہ تو ہو گی"۔

پھر انہوں نے ایک لمبے چوڑے غیر ملکی کو آتے دیکھا.... اس کے چہرے پر الجھن ہی الجھن تھی.... آخر نزدیک آنے پر وہ بولا۔

"میرے لیے بہت بڑا مسئلہ ہے جناب"۔

"ہم سمجھے نہیں.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں.... کیا آپ ہوٹل کے مینجر ہیں؟"

"ہاں جناب! آپ کو پہلے ہی معلوم ہے.... ہمارے یہاں غیرملکیوں کا داخلہ ممنوع ہے.... اگر میں آپ لوگوں کو اندر لے جاتا ہوں تو سب لوگ احتجاج کریں گے.... جواب طلب کریں گے.... برا منائیں گے.... آیندہ ہوٹل میں نہ آنے کی دھمکی دیں گے"۔

"ہم جانتے ہیں.... لیکن بتا چکے ہیں.... ہم ہوٹل میں کھانے پینے کے لیے نہیں آئے"۔

"تب پھر.... آپ کس لیے آئے ہیں؟"

"کسی نامعلوم آدمی نے ہمیں چیلنج کیا ہے.... یہ کہ ہم یہاں پہنچ جائیں.... اور بس.... اس نے اتنا ہی کہا تھا.... اب ہم کیا کرتے.... آپ خود سوچ لیں"۔

"تب پھر میں آپ کو پچھلے دروازے سے ایک الگ کمرے میں لے چلتا ہوں"۔

"اس طرح فون کرنے والے کو کیسے معلوم ہو گا.... کہ ہم آ چکے ہیں"۔

"جب اس نے چیلنج کیا ہے.... اور وقت دیا ہے.... تب تو وہ خود یہاں سات بجے سے پہلے آ چکا ہو گا.... اس نے آپ کو آتے دیکھ بھی لیا ہو گا.... لہٰذا جب میں آپ لوگوں کو لے کر اندر جاؤں گا تو وہ یہ منظر بھی دیکھ لے گا.... لہٰذا وہ بھی وہاں آ جائے گا.... اور آپ سے بات کرے گا"۔

"آپ کی بات معقول ہے.... ایسا ہی کر لیتے ہیں"۔

"ابا جان"۔ ایسے میں فرزانہ نے کچھ کہنا چاہا۔

"ہاں! میں سمجھتا ہوں.... تم کیا کہنا چاہتی ہو.... بس خاموش رہو"۔ انہوں نے گویا اسے ڈانٹ دیا۔

انسپکٹر کامران مرزا مسکرا دیے.... جس کا مطلب تھا' وہ بھی سمجھ گئے تھے کہ فرزانہ کیا کہنا چاہتی تھی.... وہ مینجر کے ساتھ لان کی طرف سے ہوٹل کے اندر داخل ہوئے.... اس طرف گاہک وغیرہ تھے ہی نہیں۔

"اس طرف سے آیئے جناب"۔ اس نے نیچے کی طرف جاتی سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا آپ ہمیں کسی تہ خانے میں لے جانا چاہتے ہیں؟"

"جی نہیں.... ہوٹل نیچے بھی ہے.... جتنی عمارت اوپر نظر آتی ہے.... اتنی ہی نیچے بھی ہے"۔ اس نے بتایا۔

"اوہ.... تب تو ٹھیک ہے"۔

سیڑھیاں اترنے پر وہ ایک بڑے کمرے میں آ گئے.... لیکن یہاں کوئی نہیں تھا.... نہ گاہک.... نہ عملہ.... انہوں نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

"حیرت ہے یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"۔

"آیئے.... میں دکھاتا ہوں.... صرف یہ کمرہ خالی ہے.... باقی

پورے ہوٹل میں اس وقت گاہک موجود ہیں"۔

یہ کہہ کر اس نے دیوار میں نہ جانے کیا کیا.... دو چھوٹے چھوٹے خلا نظر آنے لگے۔

"ان میں سے جھانکیں"۔

انہوں نے جھانکا.... ہر طرف لوگ کھا پی رہے تھے.... عیش کر رہے تھے' یوں لگتا تھا جیسے انہیں کھانے پینے اور عیش کرنے کے سوا کوئی کام ہی نہ ہو.... شراب اور جوا بھی چل رہے تھے.... انہوں نے نفرت زدہ انداز میں آنکھیں ان سوراخوں پر سے ہٹا لیں۔

پھر وہ ہوٹل کے مینیجر کی طرف مڑے اور اسے گھورتے ہوئے بولے۔

"تب پھر یہ کمرہ کیوں خالی ہے؟"

ہوٹل مینیجر کے چہرے پر ایک خفیف سی مسکراہٹ ابھر آئی.... پھر وہ بولا۔

"ایسی کسی ضرورت کے لیے ہی یہ خالی رکھا گیا ہے.... آپ لوگ یہاں تشریف رکھیں.... اور بتائیں.... آپ کیا لینا پسند کریں گے"۔

"کچھ نہیں.... ہم یہاں اپنے دشمن کا انتظار کریں گے"۔ محمود نے کہا۔

"کیا آپ کو یقین ہے.... وہ یہاں آ جائے گا"۔ آفتاب نے

مینیجر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"ہاں بالکل آئے گا"۔ ہوٹل کے مینیجر نے پر یقین انداز میں

"آپ یہ بات یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں"۔

سب نے ہوٹل مینیجر پر نظریں گاڑ دیں۔

"اس طرح کہ اس نے مجھے بھی فون کیا تھا"۔

"کیا مطلب؟"

وہ زور سے اچھلے۔

○☆○

کھانا

انہوں نے حیرت زدہ انداز میں مینجر کی طرف دیکھا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر... ارے ہاں... آپ کا نام کیا ہے؟"

"خادم کو ایم وی پام کہتے ہیں"۔

"آپ نے کیا کہا... اس نامعلوم آدمی نے ایک فون آپ کو بھی کیا تھا؟"

"ہاں! اس نے یہ کمرہ کرائے پر مانگا تھا اور درخواست کی تھی کہ آپ لوگوں کو کچھ بتائے بغیر اس کمرے میں لے آیا جائے... اور آپ بھی ایسا چاہتے تھے... سو میں نے یہ کر ڈالا... اب اس میں میرا کیا قصور"۔

"آپ نے ٹھیک کیا... کیا اس نے پورا ہال بک کرایا تھا... کہ آپ اس کو اس کے لیے خالی رکھیں"۔

"ہاں جناب... اسی لیے تو یہ آپ کو اس وقت خالی نظر آ رہا ہے"۔

"اوہ اچھا... اب ہم سمجھ گئے... انہوں نے پورا انتظام کیا ہے"۔

"ہاں بالکل... اور میں ان الفاظ کے ساتھ ہی واپس جانا چاہوں گا... کیونکہ ان کے آنے کا وقت ہو چکا ہے... اور میں آپ کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہیں کر سکتا"۔

"شکریہ"۔ وہ بولے۔

مینجر چلا گیا... پھر انہوں نے سیڑھیوں پر کسی کو دیکھا... وہ آٹھ آدمی تھے... انہیں دیکھ کر وہ بری طرح اچھلے... وہ آٹھ کے آٹھ اس گروہ کے ارکان تھے... جس کا ایک ساتھی پیٹر ڈوئی تھا۔

"اوہ! تو آپ لوگوں نے ہمیں یہاں آنے کا چیلنج دیا تھا؟"

"ہاں! کیا کرتے... مجبوری تھی جناب... کچھ نہ کچھ تو کرنا تھا"۔ لاری کی آواز سن کر انہیں جھٹکا لگا... انسپکٹر کامران مرزا کی بھی یہی حالت ہوئی... باقی لوگ کوئی خاص بات محسوس نہیں کر سکے"۔

"تشریف رکھیں... اور اطمینان سے بات کر لیں"۔ انسپکٹر جمشید نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ہاں! کیوں نہیں"۔

وہ کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے... ہال کے درمیان میں ایک بہت بڑی میز تھی... اس کے چاروں طرف کرسیاں تھیں... شاید اس ہوٹل کا یہ کمرہ اس قسم کے کاموں کے لیے ہی وقف تھا۔

"انسپکٹر جمشید.... ہمارا آپ سے ایک سوال ہے"۔ لاری نے کہا۔

"پوچھیے.... ویسے آج آپ بات کیوں کر رہے ہیں.... وفد کا سربراہ تو اب مسٹر جوزف شرنام ہیں"۔

"وہ وفد تو کب کا ختم ہو گیا.... ویسے اس وفد کا سربراہ پہلے میں تھا اور نائب سربراہ مس ریٹا تھیں"۔ وہ مسکرایا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" انسپکٹر جمشید زبردستی مسکرائے.... وہ اندر اندر یہ بات سن کر پریشان ہو گئے تھے۔

"اصل میں سربراہ میں تھا.... نائب یہ تھیں.... لیکن بظاہر سربراہ مسٹر پیٹر ڈوئی اور نائب جوزف شرنام کو بنایا گیا تھا"۔

"خیر.... یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے.... اس وقت جب کہ یہ معاملہ آپ کی عدالت کے ذریعے ختم ہو چکا ہے.... آپ نے ہمیں یہاں کیوں بلایا ہے"۔

"ہمارا آپ سے ایک سوال ہے.... اور دوسرا سوال انسپکٹر کامران مرزا سے ہے"۔

"کیا مطلب.... مجھ سے بھی؟" وہ چونکے اور مسکرائے۔

"ہاں جناب!" لاری نے منہ بنایا"۔

"خیر فرمائیے.... آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"خون کا گروپ کیسے بدل گیا؟"

"یہ مجھ سے زیادہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"دوسری بات ہم انسپکٹر کامران مرزا سے کریں گے.... یہ کہ ہمارے دارالحکومت میں تین لاشیں پائی گئیں ہیں.... انہیں حد درجے پراسرار طریقے سے ہلاک کیا گیا ہے.... کیا ان تینوں کو مسٹر انسپکٹر کامران مرزا آپ نے ہلاک کیا ہے؟"

"اس سوال کا جواب دینے سے پہلے میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہوں گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کریں سوال"۔ اس نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا آپ ان تین آدمیوں کا ذکر کر رہے ہیں.... جنہیں آپ نے انسپکٹر جمشید کو ختم کرنے پر مقرر کیا تھا؟"

"ہم نے کسی کو مقرر نہیں کیا تھا"۔

"تب پھر میں نے بھی کسی کو ہلاک نہیں کیا تھا"۔

"اچھا ہم اقرار کرتے ہیں.... ہم نے ان تینوں کو اس کام کے لیے مقرر کیا تھا؟"

"بہت خوب! تب ان تینوں کو میں نے ہلاک کیا ہے"۔ وہ بولے۔

"اب آپ کو ہم انشارجہ لے کر جائیں گے"۔

"ایسا نہیں ہو سکے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیوں.... کیوں نہیں ہو سکے گا"۔

"اس لیے کہ.... نہ آپ انہیں اس غلط کام کے لیے مقرر کرتے، نہ مجھے ایسا کرنا پڑتا.... آخر آپ نے ایسا کیوں کیا.... جب کہ عدالت کے ذریعے سزا آپ کیجیلا میں ہو ہی جانی تھی"۔

"ہمیں خطرہ تھا.... کہیں انسپکٹر جمشید بچ نہ نکلیں.... اور یہی ہوا"۔

"تب اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟"

"قصور تو بس ہمارا ہے.... اپنے خیال میں ہم بہت مضبوط منصوبہ بنا کر نکلے تھے.... لیکن ہوا کیا.... چوں چوں کا مربہ"۔

"خیر.... اب آپ مجھے اپنے ملک میں لے جانا چاہتے ہیں"۔

"ہاں! یہیں سے ہم تم لوگوں کو لے جائیں گے.... اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو گی.... وہاں انسپکٹر جمشید سے یہ بھی پوچھیں گے.... کہ خون کا گروپ کیسے بدل گیا تھا؟"

"پہلے تو یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ آپ ہمیں انشارجہ لے جانے کے قابل کس طرح ہیں؟"

"او کے.... میں ابھی وضاحت کیے دیتا ہوں.... یہ ہوٹل غیرملکیوں کا ہے.... اس میں ملکی لوگ آ جا ہی نہیں سکتے.... پولیس کو بھی دخل اندازی کی اجازت نہیں.... کوئی خاص بات ہو جائے تو پہلے پولیس صدر سے اجازت لے گی.... پھر کوئی قدم اٹھائے گی.... لہٰذا کسی

کے یہاں اچانک آ جانے کا کوئی امکان نہیں.... اب ہم یہاں سے قرض کیا کچھ تابوت انشارجہ لے جانا چاہتے ہیں"۔

"تابوت.... کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"آپ کو شاید یاد نہیں.... ایک حادثے میں ہمارے ہوٹل کے کچھ لوگ مر گئے تھے.... یہ چند دن پہلے کی بات ہے.... ان کے تابوت اب تیار ہیں.... اور حکومت کی طرف سے انہیں انشارجہ لے جانے کی اجازت ہو چکی ہے.... بلکہ انتظامات بھی حکومت کی طرف سے کرا دیے گئے ہیں.... ان تابوتوں میں ہم آپ لوگوں کو لے جائیں گے"۔

"کیا یہ اتنا آسان کام ہے"۔

"ہاں!" لاری نے پرسکون آواز میں کہا.... اور ساتھ ہی ان سب کے ہاتھوں میں پستول نظر آئے.... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... ان میں سے ہر ایک کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آئے.... ساتھ ہی لاری کی آواز سنائی دینے لگی۔

"یہ کام ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں ہے.... اور پھر انشارجہ میں انسپکٹر کامران مرزا سے تینوں آدمیوں کے خون کا بدلہ لیا جائے گا.... اور انسپکٹر جمشید سے پیٹر ڈوئی کا"۔

"اس میں تو آپ لوگ پہلے ہی ناکام ہو چکے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"میں نے اس منصوبے کی شروع سے مخالفت کی تھی، لیکن

دوسرے لوگ ضد پر اڑ گئے کہ نہیں.... اپنے ملک کی عدالت سے سزا دلا کر ہی انسپکٹر جمشید کو پھانسی دلائی جائے گی"۔

"اور آپ کس بات کے حق میں تھے؟"

"اس بات کے کہ انشارجہ میں لانے سے پہلے ہی گولی مار دی جائے.... اور یہ موقع ہمیں اب ہاتھ لگ ہی گیا ہے"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"تب پھر ہمیں تابوتوں میں بند کر کے لے جانے کی کیا ضرورت ہے.... گولی مار دیں بس"۔

"اب اتنا کچھ ہو جانے کے بعد تو ہمارا جی یہی چاہتا ہے کہ تابوتوں میں بند کر کے وہاں لے جائیں اور سب کی موجودگی میں گولی ماری جائے"۔

"اچھی بات ہے.... آپ یہ کوشش بھی کر کے دیکھ لیں"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"کیا اس سے یہ بہتر نہیں رہے گا.... کہ آپ ہمیں بتا دیں.... پیٹر ڈوئی کے خون کا گروپ کیوں بدل گیا"۔

"فی الحال میں یہ نہیں بتا سکتا"۔

"فی الحال سے کیا مطلب.... کیا کچھ وقت گزرنے کے بعد بتا دیں گے"۔

"ہاں بالکل بتاؤں گا.... لیکن ابھی نہیں"۔

"آخر کیوں؟"

"وجہ بھی نہیں بتا سکتا"۔

"تب پھر ہم اپنے پروگرام پر عمل کرنے پر مجبور ہیں"۔

"آپ کی مرضی"۔

ان الفاظ کے فوراً بعد ان سب نے ایک ساتھ ٹریگر دبا دیے.... انہوں نے خود کو گولیوں سے بچانے کے لئے فرش پر لوٹ لگائی.... لیکن یہ کیا.... گولیاں چلنے کی آواز تو گونجی ہی نہیں تھی.... البتہ وہ گرتے چلے گئے۔

کمرے میں ایک عجیب سی بو انہوں نے بے ہوش ہونے سے پہلے محسوس کی تھی.... پھر انہیں کسی چیز کا ہوش نہ رہا۔

"انہیں ہوش آیا تو وہ ایک چوکور سی جگہ میں تھے.... لیکن اس جگہ میں کوئی روشن دان نہیں تھا.... کوئی کھڑکی نہیں تھی.... کوئی دروازہ نہیں تھا.... یہ دیکھ کر وہ بوکھلا اٹھے۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا.... یہ کیسا کمرہ ہے"۔ شوکی نے لرز کر کہا۔

"چوکور.... دیکھ نہیں رہے کیا؟" آصف نے جھلا کر کہا۔

"دیکھ رہا ہوں.... لیکن اس کمرے کا دروازہ کہاں ہے؟" شوکی نے بھنا کر کہا۔

"مجھے کیا معلوم.... میں بھی یہاں تمہارے ساتھ ہی آیا ہوں"۔ آصف چلا اٹھا۔

"اچھا کان نہ کھاؤ"۔ شوکی نے تلملا کر کہا۔

"حد ہو گئی.... تم تو آپس میں لڑنے لگے ہو.... بھئی یہ چوکور کمرہ ضرور ہے.... لیکن اس میں کوئی دروازہ نہیں' کوئی کھڑکی نہیں.... کوئی روشن دان نہیں"۔

"یہ تو ہم بھی دیکھ رہے ہیں"۔

"تب پھر؟"

"سوال یہ ہے کہ جب اس میں کوئی راستا نہیں ہے تو پھر ہم اندر کیسے پہنچ گئے؟"

"اس کا مطلب ہے.... راستا کوئی ہے.... لیکن وہ نظر نہیں آ رہا.... گویا خفیہ راستا"۔

"ہاں.... ان کم بختوں کے پاس گیس پستول تھے.... ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وہ اس حد تک منصوبہ بندی کر کے آئے ہیں.... ہم تو اس خیال میں تھے کہ اچانک کسی نے فون کر کے ہمیں بلا لیا ہے اور بس"۔

"خیر کوئی بات نہیں.... دیکھا جائے گا"۔ خان رحمان نے کندھے اچکائے۔

عین اس لمحے کمرے میں آواز گونجی۔

"کیوں.... کیسی رہی؟"

"کس سلسلے میں کیسی رہی؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"تم لوگ ایک بار پھر انشارجہ میں ہو.... اور کسی کو پتا بھی نہیں

چلا.... یعنی تم لوگوں کو ہم تابوتوں میں لائے ہیں.... جب کہ حادثے میں مرنے والوں کو ہم نے وہیں ہوٹل تھری مون کے ایک تہ خانے میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا.... اب تم لوگوں کی وہاں تلاش ہوتی رہے گی اور تم لوگوں کا کام ختم ہو جائے گا"۔

"اللہ مالک ہے.... ہم بے چارے کیا کر سکتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"انسپکٹر جمشید اگر یہ بتا دیں کہ پیٹر ڈوئی کے خون کا گروپ کیسے تبدیل ہو گیا تو ہم آپ لوگوں کو اب بھی چھوڑ سکتے ہیں"۔

"اس بات پر ہم یقین کیسے کر لیں؟" انسپکٹر جمشید کچھ سوچ کر بولے۔

"کس بات پر؟"

"اگر ہم یہ بتا دیں تو آپ لوگ ہمیں چھوڑ دیں گے"۔

"آپ کو ہماری بات پر اعتبار کرنا ہو گا اور کوئی طریقہ نہیں ہے"۔

"اچھی بات ہے.... میں بتانے کے لیے تیار ہوں.... لیکن میری ایک شرط ہے"۔

"اور وہ کیا؟"

"میں یہ ساری بات اپنے ملک میں بتاؤں گا"۔

"کیا واقعی"۔

"ہاں.... ہم لوگ جھوٹ نہیں بولتے"۔

"آپ لکھ کر دے دیں"۔

"اور دوں کیسے.... یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"۔

"آپ تحریر تو لکھیں"۔

انہوں نے تحریر لکھ دی.... دستخط کر دیے۔

"یہ رہی تحریر" وہ بولے۔

"بہت خوب! اب مہربانی فرما کر اس تحریر کو دیوار کے ساتھ فرش سے لگا دیں"۔

انہوں نے ایسا ہی کیا.... فوراً ہی دیوار میں ذرا سی جھری پیدا ہوئی اور کاغذ خود بخود اس طرف سرک گیا.... پھر اس کو کھینچ لیا گیا۔

"بہت خوب انسپکٹر جمشید.... آپ تحریر لکھ کر دے چکے ہیں.... اب آپ کو بتانا ہو گا"۔

"تو میں نے کب کہا ہے.... نہیں بتاؤں گا.... لیکن بتاؤں گا اپنے ملک میں"۔

"فکر نہ کریں.... ہم بھی آپ سے ساری کہانی آپ کے ملک میں سنیں گے"۔

"تمام متعلقہ لوگوں کی موجودگی میں سنئے گا.... زیادہ مزا آئے گا"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"کیا مطلب؟" چونک کر کہا گیا۔

"مطلب یہ کہ اس کیس کے دوران جن لوگوں سے واسطہ رہا.... ان سب کو ایک جگہ اگر جمع کر لیا جائے تو بہت لطف رہے گا"۔

"ہم کوشش کریں گے.... پہلے ہم انتظام کر لیں.... پھر آپ کو لے چلیں گے.... فی الحال آپ اسی کمرے میں رہیں گے"۔

"بھوکے پیاسے"۔ پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں.... آپ کو ہر چیز ملے گی.... فکر نہ کریں"۔

عین اس لمحے دیوار کے نیچے ایک ذرا سا خلا نمودار ہوا اور اس کے ذریعے کھانے پینے کی چیزیں اندر سرکا دی گئیں۔

ان چیزوں کو دیکھ کر انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا زور سے چونکے۔

○☆○

مہمان کا کمرہ

وہ چونکے ضرور تھے.... لیکن انہوں نے اپنا یہ چونکنا ظاہر نہیں ہونے دیا تھا.... ویسے ان کے ساتھیوں نے محسوس کر لیا تھا کہ کوئی بات ضرور ہے.... چنانچہ انہوں نے اب اشارات میں بات چیت شروع کی.... پھر فوراً ہی پروفیسر داؤد بولے۔

"لو بھئی.... کھانا تو آیا.... مارے بھوک کے میرا برا حال ہے.... نہ جانے کب تک تابوتوں میں بند رہے ہیں ہم"۔

"ٹھیک ہے.... پہلے کھانا کھا لیا جائے"۔

اس کے بعد وہ کھانے پر ٹوٹ پڑے.... کھانا بالکل خشک قسم کا تھا.... اور پانی کی پلاسٹک کی بوتلیں ساتھ تھیں.... چند منٹ بعد تمام چیزیں صاف ہو گئیں۔

"ارے.... یہ.... یہ مجھے نیند کیوں آ رہی ہے.... وہ بھی اس قدر گہری"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"اس میں بے چاری نیند کا.... نیند کا.... کیا قصور؟" فاروق نے منہ بنایا اور آنکھیں بند کر لیں۔

"مم.... میں بھی.... ہاں میں بھی"۔ خان رحمان کی آواز بھی نیند میں ڈوب گئی۔

پھر تو وہ سب فرش پر لیٹتے چلے گئے.... جب تین منٹ اس حالت میں گزر گئے.... تو ایک آواز سنائی دی۔

"یہ سب بے ہوش ہو گئے ہیں.... بے وقوف کہیں کے.... چلو اپنے پروگرام پر عمل کرو"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی کمرے میں ایک دروازہ کھلا اور انہیں سمیٹ کے باہر لے جایا گیا.... پھر ایک گاڑی میں لادا گیا.... کچھ دیر گاڑی میں سفر کرایا گیا.... اس کے بعد پھر گاڑی سے اتارا گیا۔

"لو بھئی.... پہنچا دیا انہیں ان کے ملک میں"۔ کسی نے ہنس کر کہا۔

"کل جب یہ جاگیں گے.... تو خود کو اپنے ملک میں پائیں گے.... مزا آ گیا"۔

اور پھر آوازیں بند ہو گئیں.... وہ اسی طرح لیٹے رہے.... دوسرے دن اس کمرے کا دروازہ کھولا گیا.... اور دروازہ کھولنے والے دھک سے رہ گئے۔

○

"اسے کہتے ہیں ترکی بہ ترکی جواب دینا"۔ فاروق کی شوخ آواز سنائی دی۔

"تب پھر ان کی تو ہو گئی ترکی تمام"۔

"وہ خیال کر رہے تھے.... کہ ہمیں الو بنا رہے ہیں.... جب کہ بن رہے تھے خود الو.... ہمارے ملک میں ہمیں رکھ کر ہم سے کہہ رہے تھے.... اب ہم انشارجہ میں ہیں"۔

"آخر انہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہ واقعی اس چکر میں ہیں کہ خون کا گروپ کیسے بدل گیا.... ابھی تک یہ لوگ یہ معمہ حل نہیں کر پائے.... حالانکہ بات بالکل سامنے کی تھی"۔

"وہ اس وقت اپنے گھر میں تھے.... دراصل انہوں نے وہ کھانا کھایا نہیں تھا.... سمجھ گئے تھے کہ اس میں ضرور کچھ ملایا گیا ہے.... صرف بے ہوشی کی بنیاد پر وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ انہیں انشارجہ سے پھر ان کے ملک میں پہنچا دیا گیا ہے.... جب کہ انہیں انشارجہ لے جایا ہی نہیں گیا تھا.... جب وہ انہیں اس عمارت میں بند کر کے چلے گئے تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں.... اور اپنے ذرائع اختیار کر کے باہر نکل آئے.... انہوں نے دیکھا.... وہ عمارت ہوٹل تھری مون تھی۔

اب انہوں نے اکرام کو فون کیا۔

"اوہ سر.... آپ لوگ کہاں ہیں.... ہم تو تلاش کر کر کے تھک چکے ہیں"۔ ان کی آواز سن کر وہ چونکا۔

"چھوڑو اس بات کو.... ہم گھر میں ہیں.... تم فوراً ہوٹل تھری

ں کو گھیرے میں لے لو"۔

"جی.... کیا فرمایا سر.... تھری مون کو"۔ اکرام کانپ گیا۔

"ہاں کیوں.... کیا ہوا؟"

"یہ بہت مشکل کام ہے سر.... آپ کو معلوم ہے اس ہوٹل کا ک کون ہے؟"

"کون ہے؟"

"وہی رانو.... جس نے دھمکی دی تھی آپ کو"۔

"اور ایم ڈی پام کون ہے؟"

"وہ.... وہ تو صرف مینیجر ہے.... ایک طرح سے وہ رانو کا غلام ہے.... لیکن رانو خود ہوٹل میں کبھی نظر نہیں آتا"۔

"ٹھیک ہے.... ہوٹل کو گھیرے میں لے لو.... ایم ڈی پام کو گرفتار کر لو.... ہم اس سے رانو کا پتا خود پوچھ لیں گے"۔

"تب پھر ہوٹل کو گھیرے میں لینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"کیوں.... یہ کیا بات ہوئی؟"

"مطلب یہ کہ مسٹر ایم ڈی پام کو ہم ایسے ہی بلا لیتے ہیں"۔

"آخر تم گھبرا کیوں رہے ہو"۔

"ہدایات یہی ہیں سر.... کہ ہوٹل تھری مون کے معاملات میں ل اندازی نہ کی جائے"۔

"چاہے ہم سب کے سب کو اغوا کر کے وہاں کیوں نہ رکھا گیا

ہو"۔

"جی.... کیا فرمایا.... آپ کو اغوا کر لیا گیا تھا.... اور وہاں رکھا گیا تھا"۔

"ہمارے پاس اس بات کا ثبوت بھی موجود ہے"۔

"تب تو ان لوگوں کو گرفتار کرنا ہو گا"۔

"ہاں بالکل.... فوراً روانہ ہو جاؤ.... اور کسی کو کانوں کان پتا نہ چلے کہ تم کہاں چھاپہ مارنے جا رہے ہو"۔

"ٹھیک ہے سر.... آپ فکر نہ کریں"۔

انہوں نے فون بند کر دیا۔

"اس سے کیا ہو گا جمشید؟" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"اس وقت ہم اور ہمارے دشمن ایک ذہنی جنگ لڑ رہے ہیں.... ہمارے دشمن ہم سے کچھ چاہتے ہیں.... میں ان کی خواہش پوری نہیں کر سکتا.... وہ کسی نہ کسی طرح اس کو پورا کرنا چاہتے ہیں.... ادھر مجھے کچھ وقت درکار ہے.... کسی کو بچانے کے لیے.... جب تک مجھے یہ اشارہ نہیں مل جاتا کہ اب معاملہ خطرے سے باہر ہے.... اس وقت تک میں ان لوگوں سے ٹکرانا پسند نہیں کروں گا.... اسی لیے میں آپ لوگوں کو ہوٹل تھری مون سے چپ چاپ لے آیا تھا.... ورنہ ہم وہاں رک کر دشمنوں کا سامنا کر سکتے تھے.... آخر انہیں وہاں آنا ہی تھا.... لیکن میں چند وقت چاہتا ہوں.... اور وہ مجھے کوئی مہلت دینے پر تیار

نہیں ہیں.... اس وقت دراصل ہماری لڑائی یہ ہے"۔

"تب پھر.... ابا جان.... اس کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ ہم غائب ہو جاتے ہیں"۔

"یہی تو مشکل ہے.... ہم فی الحال غائب بھی نہیں ہو سکتے"۔

"تب پھر.... ذہنی جنگ جاری رکھیں.... ویسے کیا یہ جنگ لڑنے والے وفد کے ارکان ہی ہیں"۔

"ہاں بالکل"۔ انہوں نے کہا۔

عین اس وقت دروازہ پر دستک ہوئی.... انہوں نے سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... پھر محمود اٹھ کر دروازے پر گیا۔

"کون؟" اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

"مہمان"۔ باہر سے کہا گیا۔

"مہمان کا نام بھی ہوتا ہے؟"

"سردار عرفان خان طیاری"۔ باہر سے آہستہ آواز میں کہا گیا۔

"جی.... کیا فرمایا.... سردار عرفان خان طیاری؟" محمود نے بلند آواز میں کہا تاکہ اندر تک آواز پہنچ جائے۔

"اوہو طیاری صاحب ہیں.... محمود دروازہ کھول دو"۔

"کیا کہہ رہے ہیں ابا جان"۔ فرزانہ گھبرا گئی۔

"کیوں.... کیا ہوا؟"

"پہلی بات.... ہم نہیں جانتے.... طیاری صاحب کون ہیں....

دوسری بات.... ہمیں کیا معلوم کہ باہر طیاری صاحب ہی ہیں یا کوئی
کا نام استعمال کر رہا ہے"۔

"میں ان کی آواز پہچانتا ہوں.... یہ میرے دوست ہیں"۔

"ہائیں.... اچھا.... آپ نے آج تک ان کا ذکر نہیں کیا"۔

"بس.... مدت ہوئی.... ان سے ملاقات نہیں ہوئی.... عام طور
ملک سے باہر رہتے ہیں"۔

"تب پھر.... یہ عین ممکن ہے.... کہ کوئی طیاری صاحب
میک اپ میں آ جائے"۔ فرحت بولی۔

"ہاں! یہ عین ممکن ہے.... لیکن دروازہ کھول کر دیکھنا تو پڑے
ہی.... ویسے سب لوگ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں.... وہ اگر میک
آپ میں ہوا تو ہماری نظروں سے بچ نہیں سکے گا"۔

وہ ادھر ادھر ہو گئے.... پوزیشن لے لی گئی.... پھر محمود نے دروا
اس طرح کھولا کہ خود دروازے کے ساتھ پیچھے ہٹتا چلا گیا.... ساتھ
اس نے طیاری صاحب کی حیرت میں ڈوبی آواز سنی۔

"ہائیں.... یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے.... ارے بھئی جمشید
کیا.... یہ تم اتنے بزدل کب سے ہو گئے"۔

ان الفاظ کے ساتھ کوئی اندر آ گیا.... مورچے میں سے انہوں
نے اس کا جائزہ لیا.... پھر بلند آواز میں بولے۔

"آہا.... میرے دوست سردار عرفان طیاری.... یہ تو واقعی آپ

ہیں.... ۲۰ جنوری کی وہ شام مجھے آج تک یاد ہے.... جب ہم نے دو
خوفناک دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا اور ان دونوں کو ختم کر ڈالا تھا"۔

"چلو شکر ہے.... تم نے مجھے پہچانا تو جمشید"۔ طیاری صاحب
بولے۔

پھر تو سبھی اپنے اپنے مورچے سے نکل آئے۔

"یہ کیا ماجرا ہے.... سب لوگ کہاں چھپے ہوئے تھے"۔ طیاری
نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ اطمینان سے بیٹھ جائیں.... بتاتے ہیں ساری بات"۔

وہ صحن میں بیٹھ گئے.... انسپکٹر جمشید نے انہیں بتایا کہ وہ کن
حالات کا شکار ہیں پھر بولے۔

"اب آپ بتائیں.... اچانک میرا خیال آپ کو کیسے آ گیا اور
اتنی مدت آپ نے کیوں کبھی میری خبر نہیں لی"۔ ان کے لہجے میں
شکایت تھی۔

"بس کیا بتاؤں.... زندگی اب مشین کی سی ہو گئی ہے.... کام'
کام اور بس کام"۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"آج کل کیا کام کر رہے ہیں.... اور کہاں رہ رہے ہیں؟"

دونوں اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے.... جب کہ باقی لوگ بور
ہو رہے تھے.... لہٰذا چھوٹی پارٹی تو اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی.... رہ
گئے انسپکٹر کامران مرزا' خان رحمان اور پروفیسر داؤد.... انہیں اخلاقاً" ان

کے ساتھ بیٹھنا پڑا۔

"مجھے تو ان طیاری صاحب کا اس وقت آنا شک میں مبتلا کر رہا ہے"۔ فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تو تم ہو جاؤ شک میں مبتلا.... تمہیں کون کہہ رہا ہے.... نہ ہونے کے لیے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اب تم سے کون مغز مارے؟" فرزانہ جل کر بولی۔

"اوہ اچھا.... تم ان سے مغز مار رہی تھیں.... مجھے پتا نہ چلا' ورنہ اپنا یہ جملہ ضائع نہ کرتا"۔ فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"ہے کوئی تک ان باتوں کی؟"

"میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے.... ہم چھپ کر طیاری صاحب کی حرکات اور سکنات کا جائزہ لیں"۔ فرحت نے کہا۔

"کیا اس وقت.... اس وقت تو وہ ابا جان کے ساتھ بیٹھے ہیں"۔

"نہیں.... رات کے وقت"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... ابا جان تو شاید ان کے بارے میں شک میں مبتلا نہیں ہیں.... لیکن کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ انہیں مجبور کر دیا گیا ہو.... پہلے انہیں اپنے جال میں پھانسا گیا ہو.... اور اس کے بعد ادھر بھیجا گیا ہو"۔

"ہاں! اس بات کا زبردست امکان ہے"۔

"ان حالات میں ظاہر ہے' انکل کو ان پر شک نہیں گزرے

گا.... وہ میک اپ میں تو ہوں گے نہیں"۔

"ٹھیک ہے.... ہم تمام رات جاگ کر ان کی نگرانی کریں گے.... باری باری جاگنا ہمارے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہو گا.... رات کا نصف حصہ ہم میں سے نصف جاگیں گے.... اور بقیہ نصف باقی دوسرے جاگیں گے"۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔

"کوئی بات ایسی بھی ہے.... جو ٹھیک نہ رہے"۔ مکھن نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہر بات کے بارے میں آپ لوگ کہتے ہیں.... یہ ٹھیک رہے گا"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"اوہ ہاں.... یہ ٹھیک رہے گا"۔ فاروق فوراً بولا۔

سب ہنس پڑے.... پھر انہوں نے اپنے آپ کو دو پارٹیوں میں تقسیم کیا.... پہلی پارٹی کو رات کے پہلے حصے میں جاگنا تھا.... دوسری کو بعد والے حصے میں.... پہلی پارٹی میں محمود' آصف' شوکی' فرزانہ اور رفعت تھے.... جب کہ دوسری پارٹی میں فاروق' آفتاب' مکھن' فرحت اور اشفاق تھے.... دوسری پارٹی سونے کے لیے لیٹ گئی.... جب کہ پہلی گھر کے ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ گئی.... اور بڑی پارٹی ابھی تک باتوں میں مصروف تھی.... آخر ان کے کمرے کی لائٹ بھی آف کر

دیگ لی.... اور اب صرف صحن میں زیرو کا بلب جلتا رہ گیا۔

ٹھیک گیارہ بجے مہمان کے کمرے کا دروازہ کھلا۔

○☆○

کہ چکا

مہمان کو اس کے کمرے میں پہنچا کر انسپکٹر جمشید اپنے کمرے میں آ گئے.... آج ان بڑوں نے ایک کمرے میں سونے کا فیصلہ کیا تھا۔

"اس مہمان کے بارے میں کیا خیال ہے جمشید؟" پروفیسر داؤد نے دبی آواز میں کہا۔

"یہ میرے دوست سردار خان طیاری کا ہی چہرہ ہے.... اس چہرے پر میک اپ نہیں کیا گیا"۔

"اوہ.... تب تو ہمیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں.... یعنی ہمیں لمبی تان کر سو جانا چاہیے"۔

"ہاں بالکل.... فکر کی کوئی بات نہیں"۔

وہ بھی سونے کے لیے لیٹ گئے.... ایسے میں پروفیسر نے کہا۔

"لیکن جمشید.... ذرا سوچو.... فرض کرو.... تمہارا خیال غلط نکل آئے.... اور یہ صاحب اٹھ کر گھر کا صفایا کر دیں"۔

"اس کا امکان نہیں.... بس آپ آرام کریں"۔

"تم کہتے ہو تو کر لیتے ہیں آرام.... اور یہ بھی ذہن میں رہے

جمشید کہ چھوٹی پارٹی بھی اس مہمان کی طرف سے بے فکر ہو گی.... اور وہ بھی لمبی تان کر سو جائے گی"۔

"کوئی بات نہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"گویا تمہیں پوری طرح اطمینان ہے"۔

"ہاں بالکل"۔ وہ بولے۔

"آؤ بھئی.... پھر سوئیں"۔ خان رحمان نے کہا۔

سب سونے کے لیے لیٹ گئے.... اور پھر انہیں نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

اچانک کوئی آواز سن کر خان رحمان کی آنکھ کھل گئی۔

"کک.... کون؟" ان کے منہ سے نکلا۔

"شش" انہوں نے دیکھا انسپکٹر جمشید نے انگلی ہونٹوں پر رکھی ہوئی تھی.... گویا انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کر رہے تھے۔

"یہ.... یہ آواز کیسی تھی"۔ انہوں نے اشارے میں پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں.... میں باہر نکل کر دیکھنے جا رہا ہوں.... تم ٹھہرو"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید دبے پاؤں باہر نکل گئے.... خان رحمان نے دیکھا.... انسپکٹر کامران مرزا اور پروفیسر داؤد جوں کے توں سوئے ہوئے تھے.... ان کی آنکھ نہیں کھلی تھی.... وہ اسی طرح چپ چاپ بستر پر لیٹے رہے.... جب کافی دیر ہو گئی اور وہ لوٹ کر نہ آئے تو ان سے رہا

نہ گیا.... اٹھے اور کمرے سے نکل گئے۔

"خان رحمان چلے گئے.... اب شاید مجھے جانا پڑے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے پروفیسر داؤد کا کندھا پکڑ کر ہلایا۔

"آخر یہ ہو کیا رہا ہے"۔ پروفیسر گھبرا گئے۔

"شاید چکر میں چکر شروع ہے.... انسپکٹر جمشید نے جس آدمی کو سردار عرفان طیاری خیال کیا.... وہ طیاری نہیں کوئی اور ہے.... ورنہ گڑبڑ کیوں ہوتی"۔

"تب پھر ہم ایک ساتھ کیوں نہ نکلیں"۔ پروفیسر نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں.... ایک ایک ہی ٹھیک رہیں گے"۔

"مجھے.... ڈر لگ رہا ہے"۔

"مجھے بھی لگ رہا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا کہا.... ڈر لگ رہا ہے.... اور تمہیں.... یار کامران مرزا اب تم مجھ سے بھی مذاق کرنے لگے"۔ پروفیسر داؤد بوکھلا اٹھے۔

"میں مذاق نہیں کر رہا"۔

"ہائیں.... ارے.... تو کیا تمہیں واقعی ڈر لگ رہا ہے"۔ انہوں نے خوف زدہ انداز اختیار کیا۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"ارے باپ رے"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"اور اب میں مزید رک نہیں سکتا"۔

"اچھا بھائی.... جاؤ پھر.... اللہ مالک ہے.... کچھ دیر تمہارا انتظار کر کے.... میں بھی وہیں آؤں گا"۔ انہوں نے بے بسی کے عالم میں کہا۔

اور انسپکٹر کامران مرزا مسکرا دیے.... ساتھ ہی کمرے سے نکل گئے.... دس منٹ تک انتظار کرنے کے بعد وہ بھی بے چین ہو گئے اور کمرے سے نکل آئے۔

بیگم جمشید اپنے کمرے کے دروازے میں تھوڑی سی جھری کر کے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں.... اب انہوں نے بھی دس منٹ تک انتظار کیا.... کوئی واپس آتا نظر نہ آیا.... تو وہ بھی انھیں اور باہر نکل گئیں۔

اس کے پندرہ منٹ تک پورے مکان پر موت کا سناٹا چھایا رہا.... پھر صحن میں ایک سرسراتی آواز سنائی دی۔

"آجاؤ شارا.... اب یہ سب لوگ میرے قبضے میں ہیں"۔

"بہت خوب! بیرونی دروازے کی طرف سے آواز سنائی دی.... اور پھر قدموں کی آواز ابھری.... اور آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔

○

انسپکٹر جمشید کے گھر کے نیچے ایک تہہ خانے میں وہ سب رسیوں سے جکڑے پڑے تھے.... بگران اور شارا انہیں غمگین نظروں سے دیکھ رہے تھے.... ان کے پیچھے کرسیوں پر ان کے چھے دوسرے ساتھی بھی

بیٹھے تھے۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آیا.... آخر یہ کیسے ہو گیا جمشید"۔ پروفیسر داؤد بولے.... انہیں بھی بری طرح رسیوں سے باندھا گیا تھا۔

"میں سردار عرفان طیاری کی آواز سے دھوکا کھا گیا.... آواز مصنوعی نہیں تھی"۔

"تت.... تو کیا طیاری نے تمہیں دھوکا دیا"۔

"نہیں.... وہ شاید ان لوگوں کی قید میں ہے.... اور اس کا روپ دھار کر یہاں بگران آیا تھا.... اب بگران اور شارا تو کسی کا میک اپ کرتے نہیں.... وہ تو اپنا چہرہ اپنی قوت سے دوسرے میں ڈھال لیتے ہیں.... اور ایسا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں"۔

"اف مالک.... اور جمشید.... تمہیں کب پتا چلا.... یہ کہ سارا کام بگران اور شارا کا ہے"۔

"ہوش میں آنے پر جب میں نے خود کو رسیوں میں جکڑا پایا تو فوراً ذہن اس طرف گیا.... پھر جب میں نے رسیوں کی طرف غور سے دیکھا تو اس پر یقین ہو گیا.... کیونکہ اس قسم کی رسیاں یہ دونوں پہلے بھی استعمال کر چکے ہیں.... یہ رسیاں نہ تو کسی چاقو سے کٹ سکتی ہیں.... نہ جل سکتی ہیں.... اور جتنا ان کو کھولنے کے لیے زور لگائیں.... اتنا ہی گوشت میں دھنستی ہیں.... لہٰذا کوئی زور نہ لگائے"۔

"ارے باپ رے.... اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ ہم پھنس

گئے"۔

"فی الحال تو یہی کہا جا سکتا ہے"۔

عین اس وقت انہوں نے قدموں کی آواز سنی.... دوسرے لمحے وہ زور سے چونکے.... کیونکہ آنے والا سردار عرفان طیاری تھا۔

"ہائیں.... یہ کیا.... عرفان طیاری تو یہ رہے"۔ پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

"عرفان.... طیاری.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید پھنکارے۔

"انسپکٹر جمشید.... تم اس خیال میں تھے.... کہ مسٹر بگران یہاں میرے میک اپ میں آئے تھے.... یہ ایسا کر سکتے تھے.... لیکن تم فوراً بھانپ لیتے.... کیونکہ میرا قد ان کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہے.... قد کا یہ فرق تم فوراً محسوس کر لیتے.... یہ اپنا قد بڑھا تو سکتے ہیں.... چھوٹا نہیں کر سکتے.... ادھر انہیں معلوم تھا.... کہ میں تمہارا لنگوٹیا ہوں.... تم میرے لیے فوراً دروازہ کھول دو گے.... اس لیے انہوں نے مجھ سے بات کی.... میں ٹھہرا پہلے ہی ان کا غلام.... لہٰذا یہ کام کیوں نہ کرتا"۔

"غلام.... کیا مطلب؟"

"مجھ جیسے نہ جانے کتنے آدمی اس ملک میں انشارجہ کے غلام ہیں.... اس غلامی کے پردے میں وہ زندگی بھر عیش کرتے ہیں"۔

"اوہ نہیں.... نہیں"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"کیا ہوا جمشید"۔ خان رحمان گھبرا گئے۔

"سردار عرفان طیاری جیسے آدمی غدار ثابت ہوتے ہیں تو مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے خان رحمان.... میں اسے معاف نہیں کروں گا"۔ وہ غمگین انداز میں مسکرائے۔

"اب اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا جمشید"۔ طیاری کا لہجہ زہریلا تھا۔

"کس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا مسٹر طیاری؟" خان رحمان بھنائے۔

"اس سے کہ یہ مجھے معاف کرتے ہیں یا نہیں.... کیونکہ اس تہ خانے سے اب تم لوگ زندہ سلامت نہیں نکل سکو گے.... یہ تہ خانہ ہی تمہارا مقبرہ بنے گا.... مسٹر بگران اور شارا نے یہ فیصلہ کیا ہے"۔

"اور تم نے؟" ان کے لہجے میں طنز تھا۔

"میرا فیصلہ وہی ہے.... جو ان کا ہے"۔

"بہت خوب! اب جو انجام ان کا ہو گا.... وہی تمہارا ہو گا.... یہ میرا فیصلہ ہے"۔

"رسیوں میں جکڑا ہوا جمشید شاید پاگل ہو گیا ہے.... جو اتنا بھی نہیں سمجھ رہا کہ اب وہ ان رسیوں سے نجات حاصل نہیں کر سکے گا"۔

"لیکن مسٹر طیاری، ہم ایک شرط پر ان لوگوں کو چھوڑ سکتے

ہیں"۔ ایسے میں بگران کی آواز گونج اٹھی۔

"جی.... کیا مطلب میرے آقا؟" طیاری گھبرا گیا۔

"ہاں.... اگر انسپکٹر جمشید صرف یہ بتا دیں کہ خون کا گروپ کیسے بدل گیا تو میں انہیں رہا کر سکتا ہوں"۔

"میں یہ کل بتا سکوں گا.... کل سے پہلے نہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب.... کل کیوں اور آج کیوں نہیں"۔ شارا چونکی۔

"بس میری مرضی"۔ انہوں نے سر کو جھٹکا دیا۔

"نہیں! یہ بات مرضی کی نہیں.... اس کی کوئی وجہ ہے"۔

"اب تم جو بھی سمجھو"۔

"جب کہ ہم آج ہی معلوم کرنا پسند کریں گے"۔ بگران غرایا۔

"کوشش کر دیکھو مسٹر بگران"۔ ان کا لہجہ پرسکون تھا۔

"او کے.... تیاری شروع کرو بھئی.... شارا کرو"۔ بگران نے سرد آواز میں کہا۔

"کیا مطلب.... تم کیا کرنا چاہتے ہو"۔ خان رحمان چلائے۔

"بس دیکھتے جائیں"۔ شارا مسکرائی۔

"پروا نہ کرو خان رحمان.... یہ ان کی گیدڑ بھبکیاں ہیں.... ہم ان میں نہیں آئیں گے"۔

"مسٹر جوزف شرنام"۔ بگران کی سرد آواز گونجی۔

"یس باس"۔

"انہیں دکھا دو.... ہم گیدڑ بھبکیاں نہیں دے رہے.... عملی م اٹھا رہے ہیں"۔

"ہائیں مسٹر شرنام.... آپ مسٹر بگران عرف لاری کو باس کہہ ہے ہیں.... وفد کی صورت میں تو آپ سربراہ تھے"۔ فاروق بوکھلا ا۔

"اصل باس تو یہی ہیں.... میں تو فرضی سربراہ تھا.... اور پیٹر ڈوئی ی فرضی سربراہ تھا"۔ وہ مسکرایا۔

"تو یہ کہو نا.... وہ وفد ہی فرضی تھا"۔

"ہاں! یہ بھی کہا جا سکتا ہے"۔ مسٹر شرنام نے سر ہلایا۔

"کیا مطلب.... یہ.... یہ بات خود تم کہہ رہے ہو کہ ہاں! یہ بھی ا جا سکتا ہے"۔ محمود چونکا۔

"بالکل.... وہ وفد فرضی تھا.... اصل مقصد تھا تمہیں چکر میں ا.... انسپکٹر جمشید کو اپنے ملک کی عدالت سے سزائے موت دلوانا.... ن ہم اپنے اس منصوبے میں بری طرح ناکام ہو گئے.... ہمیں اندازہ ں تھا کہ انسپکٹر جمشید ایک بہترین وکیل بھی ہیں اور وہ عدالت میں ے قانونی نکات پیش کریں گے کہ ہم لوگ سٹ پٹا جائیں گے"۔ مسٹر شرنام نے منہ بنایا۔

"ہائیں.... تو آپ سٹ پٹا گئے تھے؟" فاروق کی آواز میں

گھبراہٹ تھی.... باقی لوگ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"ہاں! اے.... تم تو بس چپ ہی رہو"۔

"آپ نے غلطی کی"۔ فاروق نے سرد آہ بھری۔

"غلطی.... کیسی غلطی"۔ بگران چونکا۔

"آپ کو میری زبان کو بھی رسیوں سے جکڑ دینا چاہیے تھا"۔

"یہ لوگ اب باتوں میں ہمارا وقت ضائع کریں گے.... یہ یوں بھی اس کام کے ماہر ہیں مسٹر شرنام.... آپ اپنا کام شروع کریں.... جب تک انسپکٹر جمشید زبان نہ کھولیں.... اپنا کام جاری رکھیں"۔

"بہت بہتر سر"۔ اس نے کہا۔

"ایک بات نوٹ کر لیں"۔ انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"اور وہ کیا؟"

"کل سے پہلے نہیں بتاؤں گا.... اور بتاؤں گا بھی سب کے سامنے"۔

"کیا مطلب.... سب کے سامنے.... یہاں سبھی تو موجود ہیں"۔

"نہیں.... تمام متعلقہ لوگوں کے سامنے بتاؤں گا"۔

"آج ہی بتانے کی تیاری کر لو.... اور ان لوگوں کے نام بتا دو.... جن کے سامنے بتانا چاہتے ہو.... ان سب کو یہاں جمع کرنا ہمارا کام ہے"۔

"میں ایک بات کہہ چکا.... بس کہہ چکا"۔ انسپکٹر جمشید کا لہجہ پختہ

تھا۔

"اور میں بھی ایک بات کہہ چکا.... بس کہہ چکا.... جونہی تم اعلان کرو گے کہ میں بتانے کے لیے تیار ہوں.... میں ان لوگوں کو یہاں بلا لوں گا.... اور پھر تم مزے لے کر بتانا.... کہ یہ سب کیسے ہوا؟"

"مسٹر بگران.... آپ ہار جائیں گے.... یہاں تک کہ کل کا دن آ جائے گا.... اور جونہی کل کا دن شروع ہو گا.... ہماری فتح کا سورج طلوع ہو چکا ہو گا.... شکست ہر حال میں تمہارا مقدر بن جائے گی.... اس بات کو آپ اس طرح لے لیں.... گرہ کیا.... آپ کل کے بعد ہماری کہانی ہم سے سن لیں.... ہم سب کو موت کے گھاٹ اتار دیں.... یہاں جتنے لوگ موجود ہوں.... ان سب کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیں.... تب بھی ہار آپ کی ہو گی.... ہم مر کر بھی یہ کیس جیت جائیں گے.... اس طرح یہ ہماری زندگی کا آخری کیس ہو گا.... لیکن ناکام نہیں.... کامیاب ترین کیس.... لوگ اس کیس کی کہانی حیران ہو کر پڑھیں گے.... اور مدتوں ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد کریں گے.... لہٰذا یہ سودا کچھ مہنگا نہیں ہو گا.... کیوں میرے ساتھیو.... آپ سب کو یہ سودا منظور ہے"۔

"بالکل منظور ہے"۔ وہ سب ایک ساتھ مسکرائے۔

"دیکھا مسٹر بگران.... یہ سب لوگ کس طرح میرا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں"۔

"ابھی یہ زبانی باتیں ہیں"۔ بگران مسکرایا۔

"تو پھر عملی باتیں شروع کریں"۔

"مسٹر شرنام.... اب میں مزید باتیں نہیں سن سکتا ان کی"۔ بگران گرجا۔

شرنام آگے آیا.... وہ انسپکٹر جمشید کی بالکل سیدھ میں کھڑا ہو گیا.... پھر اس نے نہ جانے کیا کیا.... ان کے منہ سے ایک دل دوز چیخ بلند ہوئی۔

○☆○

تمام تعریفیں

ان کی چیخ نے انہیں لرزا دیا.... ابھی ان سب کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ چیخے کیوں تھے۔

"ایک ایک چیخ ان کی بھی سناؤ مسٹر شرنام"۔ بگران کی آواز لہرائی۔

اور پھر باری باری ان سب کی چیخیں گونجتی چلی گئیں.... اب ان سب کو معلوم ہو گیا کہ وہ کیوں چیخے تھے۔

"اور کتنی چیخوں کے بعد ہتھیار ڈالو گے انسپکٹر جمشید.... ایک ہی بار بتا دو"۔ بگران ہنسا۔

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا.... ابھی تک وہ اس تکلیف کی زد میں تھے.... شرنام نے بلو پائپ کے ذریعے ایک ایک سوئی ان کے جسموں میں اتاری تھی.... سوئی گویا دہکتی آگ کی طرح جسم میں داخل ہوئی تھی اور اندر داخل ہونے کے بعد بھی وہ آگ کے انگارے کی سی جلن پیدا کر رہی تھی.... اس جلن میں کمی نہیں ہو رہی تھی.... اگرچہ سوئی جسم میں داخل ہوئے اب قریباً" ایک منٹ گزر گیا تھا۔

"ایک منٹ گزر گیا.... اگر تم بتانے پر تیار ہو تو ٹھیک.... ورنہ سب لوگ ایک ایک سوئی اور وصول کرو"۔

"نن نہیں.... نہیں"۔ وہ چلا اٹھے.... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا.... یہاں تک کہ انسپکٹر جمشید کی آنکھوں میں بھی خوف ہی خوف تھا.... اس قدر شدید تکلیف مزید برداشت کرنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے.... جب کہ ابھی صرف ایک منٹ گزرا تھا اور انہیں تو گزارنا تھے ۳۶۰۰ منٹ.... اس خیال نے ہی انہیں لرزا دیا۔

"تب پھر انسپکٹر جمشید.... بتائیں.... اور بتانے سے پہلے ایک بات نوٹ کر لیں"۔

انہوں نے سوالیہ انداز سے ان کی طرف دیکھا۔

"اگر تم لوگ یہ سوچ رہے ہو کہ ایک دو سوئیاں اور لگیں تو تم لوگ بے ہوش ہو جاؤ گے اور اس طرح تمہیں وقفہ مل جائے گا.... جی نہیں.... یہ غلط خیال ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"مطلب یہ کہ.... ایسا ہرگز نہیں ہو گا"۔

"کیسا ہرگز نہیں ہو گا"۔

"تم لوگ بے ہوش نہیں ہو گے.... یہ سوئیاں آدمی کو بے ہوش نہیں ہونے دیں گی.... یہ تو حواس کو اور جگائیں گی"۔

"یہ.... یہ کیسے ممکن ہے"۔

"ان کی تکلیف مرچیں سی لگا دیتی ہے.... ان مرچوں کی وجہ سے نیند نہیں آتی.... جیسے کوئی اپنی انگلی کاٹ کر اس پر مرچیں چھڑک دے"۔

انہیں یاد آ گیا.... ابھی کچھ ہی مدت پہلے انہیں جاگنے کے لیے یہ ترکیب کرنا پڑی تھی۔

"دیکھیے مسٹر بگران.... بے شک یہ سوئیاں ایک انوکھی تکلیف پہنچا رہی ہیں.... لیکن ہم بھی مجبور ہیں.... کل سے پہلے کچھ نہیں بتا سکتے"۔

"او کے.... مسٹر شرہام.... یہ لوگ باتوں کے بھوت نہیں ہیں.... سوئیوں کے بھوت ہیں"۔

"میں سمجھ گیا پروفیسر بگران"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے دوسری سوئی انسپکٹر جمشید کی طرف پھینک دی.... ان کے منہ سے پھر دل دوز چیخ نکل گئی.... ساتھ ہی اس نے باقی لوگوں کو بھی ایک ایک سوئی کا تحفہ اور دے دیا.... ان سب کی چیخوں نے ماحول میں تھرتھراہٹ پیدا کر دی۔

"انسپکٹر جمشید.... اپنی نہیں تو اپنے ساتھیوں کی حالت پر رحم کرو.... ذرا دیکھو.... پروفیسر داؤد کی اب کیا حالت ہے.... کیا ان میں تیسری سوئی برداشت کرنے کی ہمت ہے.... ذرا شوکی برادرز کو دیکھو.... اور ذرا اپنی بیگم کی طرف دیکھو"۔

انہوں نے سب پر ایک نظر ڈالی.... پھر بولے۔

"ہاں! میں محسوس کر سکتا ہوں.... کیوں ساتھیو.... آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے جمشید"۔ پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

"سنا انسپکٹر جمشید.... پروفیسر داؤد نے کیا کہا ہے؟"

"تم غلط سمجھے پروفیسر بگران"۔ پروفیسر داؤد بڑی مشکل سے مسکرائے.... مارے تکلیف کے ان کے لیے مسکرانے اور باتیں کرنا تو قریب قریب ناممکن ہو رہا تھا.... پھر بھی انہوں نے مسکرانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"میں نے جو انسپکٹر جمشید سے یہ کہا ہے کہ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے.... تو اس کا مطلب یہ تھا.... کہ اپنی بات پر ڈٹے رہو اور ہم سے کچھ نہ پوچھو"۔

"او کے.... اگر آپ کا مطلب یہ تھا تو پھر میں اپنی بات کا مطلب شرنام کو سمجھا دیتا ہوں.... مسٹر شرنام تم میری بات کا مطلب سمجھ گئے ہو"۔

"ہاں سر"۔

اس نے کہا اور ایک ایک سوئی سب کی طرف پھینک دی.... اس بار ان کی چیخیں پہلے سے بھی زیادہ بلند تھیں۔

عین اس وقت انہوں نے اوپر قدموں کی آوازیں سنیں.... شاید کچھ لوگ ان کے گھر میں داخل ہوئے تھے۔

"آ گئے.... آ گئے"۔ شوکی پکار اٹھا۔

"کون آ گئے"۔ بگران ہنسا۔

"آپ کے خیال میں یہ کون لوگ ہیں؟"

"ہمارے ساتھی.... ہم کچھ لوگوں کو نگرانی کے لیے اوپر بھی چھوڑ کر آئے ہیں.... تاکہ ہمارے کام میں ذرا سی بھی دخل اندازی نہ ہو"۔

"اوہ.... میرا خیال تھا.... ہمارے ساتھی آ گئے ہیں"۔

"نہیں.... فکر نہ کرو.... وہ نہیں آئیں گے.... آئیں گے.... تو انہیں بھی یہاں پہنچا دیا جائے گا.... آج کی تاریخ میں ہم نے اتنے پختہ کام کیے ہیں کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے"۔

عین اس وقت بگران کی جیب میں رکھے آلے پر اشارہ موصول ہوا.... اس نے آلہ نکال کر اس کا بٹن دبایا اور بولا۔

"ہاں کانگو.... کیا بات ہے؟"

"سر.... ساتھ والے گھر میں کچھ گڑبڑ کے آثار ہیں.... ایسا لگتا ہے کہ جیسے کچھ لوگ اس گھر میں داخل ہوئے ہیں"۔

"میں سمجھ گیا.... انسپکٹر جمشید کے کچھ ماتحت بیگم شیرازی کے گھر کے راستے اس گھر میں آنے کے لیے پر تول رہے ہوں گے.... انہیں

اڑا دو"۔

"او کے سر"۔

"نن نہی.... نہیں.... آپ ایسا نہیں کر سکتے"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"اور میں کیوں ایسا نہیں کر سکتا؟" بگران ہنسا۔

"اس لیے کہ آپ بگران ہیں.... کوئی عام مجرم نہیں.... بلاوجہ خون نہیں بہاتے پھرتے"۔

"اوہ ہاں.... یہ ٹھیک ہے.... اچھا کانگو.... صرف بے ہوش کرنے والا بم"۔

"او کے سر"۔

پھر اوپر سکوت چھا گیا۔

"اب ہم پھر سے اپنا کام شروع کرتے ہیں.... مسز شرنام اس وقت تک کتنی کتنی سوئیاں ان کے جسموں میں داخل ہو چکی ہیں"۔

"تین تین"۔

"اور تمہارے پاس کل کتنی سوئیاں ہیں"۔

"تین سو کے قریب"۔

"بھئی واہ.... ان کی تعداد سولہ سترہ ہے.... گویا ہر ایک کے حصے میں کم از کم پندرہ سولہ سوئیاں تو آئیں گی نا"۔

"اگر یہ کم پڑ گئیں تو میں دوسرا پیکٹ کھول لوں گا.... میں نے یہ

بتایا ہے کہ اتنی سوئیاں بلو پائپ میں ہیں"۔

"اوہ تب تو ٹھیک ہے.... اب اس صورت میں فکر کی کوئی بات نہیں"۔ بگران نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں تو پھر ہو جائے چوتھی سوئی"۔

"ایک منٹ مسز بگران"۔ انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"کیوں.... کیا ہمت جواب دے گئی ہے"۔

"اس نے تو جواب پہلی سوئی کے بعد ہی دے دیا تھا.... میں نے اس کا جواب سنا ہی نہیں تھا"۔ فاروق کی آواز سنائی دی۔

انہیں ایک جھٹکا سا لگا.... سب نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فاروق کی طرف دیکھا۔

"فاروق! یہ تم بولے تھے"۔

"میرا خیال ہے.... میں ہی بولا تھا.... آواز تو میری ہی تھی"۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اوہ.... اوہ.... اب مجھے کوئی پروا نہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب؟" بگران اور شارا ایک ساتھ بولے۔

"میں دیکھنا چاہتا تھا.... اب میرے ساتھیوں کا کیا حال ہے.... اب ان کا کیا خیال ہے.... لیکن فاروق کے جواب نے مجھے بتا دیا ہے.... ابھی ہم اور سوئیاں برداشت کر سکتے ہیں"۔

"لیکن انسپکٹر جمشید.... تم نے دوسرے پہلو کی طرف توجہ نہیں

دی"۔ بگران مسکرایا۔

"اور وہ کیا"۔

"یہ تو فاروق ہے.... جب کہ تمہارے ساتھیوں میں پروفیسر داؤد جیسے کمزور لوگ بھی موجود ہیں.... شوکی برادرز جیسے بزدل لوگ بھی موجود ہیں"۔

"یہ.... یہ میں نے کیا سنا ہے"۔ پروفیسر داؤد نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اور ہم نے کیا سنا ہے"۔

"جو سنا ہے.... اسی کے مطابق جواب دو"۔ انسپکٹر کامران رمزا نے فوراً کہا۔

"تو پھر جواب یہ ہے.... میں ابھی اور سوئیاں برداشت کر سکتا ہوں"۔ پروفیسر داؤد نے فوراً کہا۔

"اور ہم بھی آپ سے پیچھے نہیں رہیں گے"۔ شوکی نے کہا۔

"یہ کہنا آسان ہے"۔ شارا ہنسی۔

"تم عمل شروع کرو"۔

"شرنام.... یہ لوگ.... جیسا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا.... لاتوں کے بھوت ہیں"۔

"او کے باس.... یہ چوتھی سوئی برداشت نہیں کریں گے.... ہرین کا یہی کہنا ہے.... بڑے سے بڑا طاقت ور.... بڑی سے بڑی ہمت

والا اور زیادہ سے زیادہ قوت برداشت والا شخص بھی چوتھی کے بعد ہمت ضرور ہار دے گا"۔

"تب پھر انہیں چوتھی خوراک دے دو.... تاکہ ہم یہ خوش خبری سن سکیں"۔

"او کے باس"۔

جونہی شرنام کا رخ ان کی طرف ہوا' ان کے رنگ اڑ گئے.... جسموں میں تین تین جگہوں پر پہلے ہی آگ لگی ہوئی تھی.... اب چوتھی جگہ آگ لگنے والی تھی.... پھر باری باری ان کی چیخیں گونجتی چلی گئیں.... سب کے ایک ایک سوئی داخل کرنے کے بعد شرنام رک گیا۔

ادھر ان کے چہرے سیاہ پڑتے جا رہے تھے.... آگ کی جلن ناقابل برداشت ہو چکی تھی.... ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر بگران.... آپ کے نائب جوزف شرنام نے ٹھیک کہا تھا.... چوتھی سوئی کے بعد ہم لوگ ہمت ہار بیٹھیں گے.... میں ہمت ہار بیٹھنے کا اعلان کرتا ہوں"۔

"آپ کا یہ اعلان سن کر ہمیں از حد خوشی ہوئی"۔ بگران نے فوراً منہ کھولا۔

"لیکن ہمیں نہیں ہوئی"۔ شوکی کی آواز سنائی دی.... اگرچہ اس کے حلق سے بہت مشکل سے آواز نکل سکی تھی۔

"کیا مطلب.... تمہیں خوشی نہیں ہوئی"۔ انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے۔

"ہاں! نہیں ہوئی خوشی"۔ اس بار رفعت بولی۔

"ہم سب کو کوئی خوشی نہیں نہیں ہوئی۔ آپ کا یہ اعلان سن کر"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"ارے.... ان میں سے تو کسی کو بھی خوشی نہیں ہوئی"۔ انسپکٹر کامران مرزا چونکے۔

"لیکن مجھے اور آپ کو تو خوشی ہوئی ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب.... آپ دونوں کو کس بات کی خوشی ہوئی ہے"۔ فرزانہ چونکی۔

"اس بات کی کہ چوتھی سوئی وصول کرنے کے بعد بھی ہماری ہمتیں ابھی تک جواب نہیں دے سکیں.... جب کہ ان کا دعویٰ تھا.... چوتھی سوئی کے بعد کوئی مقابلے میں ٹکا نہیں رہ سکتا"۔

"اوہ! تو آپ اس بات پر خوش ہو رہے ہیں"۔

"ہاں! بالکل.... میں دیکھنا چاہتا تھا.... ہمارے ساتھیوں میں کس کس کی ہمت ابھی تک جوان ہے"۔

"اب میں سمجھی.... آپ ہمارے لیے پریشان نہ ہوں"۔

"بہت خوب.... مسٹر بگران اور مس شارا.... تم لوگوں نے بتا"۔

انہوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا' پھر ان کی نظریں جوزف شرنام کی طرف اٹھ گئیں۔

"یہ کیا مسٹر شرنام.... تم نے تو کہا تھا کہ چوتھی سوئی کے بعد ان کی ہمت بالکل جواب دے جائے گی"۔ بگران کی آواز سے جھلاہٹ ٹپک رہی تھی۔

"معاف کیجیے گا.... سر.... میں نے اپنا خیال نہیں سنایا تھا.... بلکہ جن لوگوں نے یہ سوئیاں تیار کی ہیں.... ان کی گارنٹی بتائی تھی"۔

"اوہ اچھا.... خیر.... اب پانچویں خوراک بھی دیکھ لیتے ہیں"۔

"بہت بہتر"۔

جوزف نے پانچویں سوئی بھی سب کے جسموں میں داخل کر دی.... ان کی چیخوں سے ایک بار پھر تہ خانہ گونج اٹھا۔

ان سب کے چہرے اس بار بالکل تاریک ہو گئے.... جسم ادھر ادھر لڑھک گئے۔

لیکن اس کے باوجود وہ بے ہوش نہیں ہوئے تھے.... اگر بے ہوش ہو جاتے تو پھر معاملہ ان کے لیے بہت آسان ہو جاتا۔

اور اس معاملے میں مشکل یہی تھی.... کہ ان میں سے کوئی بھی بے ہوش نہیں ہوا تھا۔

اور ہوش میں رہ کر چار سوئیوں کی تکلیف برداشت کرنا بھی ان کا کارنامہ تھا۔

انسپکٹر جمشید نے ان سب کو تعریفی نظروں سے دیکھا.... اور پکار اٹھے۔

"تمام تعریفیں ایک اللہ کے لیے ہیں.... جس نے ہم سب کو اس قدر ہمت عطا کی ہے"۔

عین اس وقت بگران کے آلے پر اشارہ موصول ہوا۔

○☆○

ایک اور سہی

بگران نے فوراً" آلہ جیب سے نکالا اور آن کرنے پر بولا۔

"ہاں کانگو.... اب کیا ہے"۔

"سر.... بیگم شیرازی کے گھر میں پراسرار نقل و حرکت پھر محسوس ہو رہی ہے"۔

"کیوں.... کیا تم نے بے ہوش کرنے والا گیس بم نہیں پھینکا تھا؟" بگران کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

"بالکل پھینکا تھا سر.... اور وہاں موجود سب لوگ بے ہوش ہو گئے تھے"۔

"یہ تم نے کیسے کہہ دیا کہ وہاں موجود لوگ بے ہوش ہو گئے تھے"۔

"گیس نکل جانے پر میں نے نمبر نو کو وہاں کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا تھا سر"۔

"اوہ اچھا.... اگر وہاں پھر ہل چل ہے.... تو ایک بم اور سہی"۔

"شکریہ سر"۔

"اور کانگو.... اب ایسی خبریں سنا کر میرے کام میں رکاوٹ نہ بنو.... خود کر لینا جو کر سکتے ہو.... اوپر کی ذمے داری تمہاری ہے.... اوپر سے کوئی اس طرف نہ آئے بس"۔

"او کے سر"۔ آواز سنائی دی.... اور بگران نے آلہ جیب میں رکھ لیا۔

"بے وقوف کہیں کا.... معمولی باتوں پر تنگ کرتا ہے.... ہاں مسٹر جوزف.... کتنی کتنی سوئیاں ہو گئیں"۔

جوزف شرنام کی طرف سے کوئی جواب نہ ملنے پر بگران اور شارا نے اس کی طرف دیکھا تو وہ فرش پر لڑھکا نظر آیا۔

"ارے.... یہ کیا.... مسٹر جوزف شرنام.... تمہیں کیا ہوا.... یہ.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں"۔

جوزف کی طرف سے اب بھی کوئی جواب نہ ملا.... وہ بوکھلا کر اس پر جھک گئے.... دوسرے لمحے وہ بہت زور سے اچھلے۔

"یہ.... یہ کیا.... مسٹر جوزف شرنام تو بے ہوش ہو چکے ہیں"۔

"کیا!!!" بگران کے سب ساتھی ایک ساتھ چلائے۔

"لیکن کیسے.... یہ کیسے بے ہوش ہو گئے.... ابھی تو یہ بالکل ٹھیک تھے.... ان پر مزے لے لے کر سوئیاں پھینک رہے تھے"۔

"پتا نہیں.... ہم کانگو سے ہونے والی بات چیت کی طرف لگ گئے اور ادھر یہ لڑھک گئے"۔

اب بگران اکڑوں اس کے پاس بیٹھ گیا اور لگا اس کا جائزہ لینے۔

"کوئی زخم نہیں ہے.... کچھ نہیں.... لیکن یہ بے ہوش ہو چکا ہے"۔ بگران بڑبڑایا۔

"تب پھر یہ کہا جا سکتا ہے.... ان کی بے ہوشی کا وقت آ گیا تھا.... یہ قدرتی بے ہوشی کا شکار ہوئے ہیں"۔

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے.... خیر.... اس واقعے کا افسوس تو بہت ہے' لیکن ہم اپنا کام روک بھی تو نہیں سکتے.... مسٹر چاڈ نائے.... اس کے منہ سے ہو پائپ نکال لو"۔

"او کے سر"۔ چاڈنائے بولا اور بے ہوش جوزف کی طرف بڑھا۔

"وہ.... وہ اس کے منہ میں نہیں ہے"۔

"کک.... کیا مطلب.... ہو پائپ اس کے منہ میں نہیں ہے"۔ بگران' شارا اور دوسرے چلا اٹھے۔

"ہاں.... نہیں ہے"۔

"تب.... وہ.... وہ کہاں چلا گیا"۔ بگران اٹک اٹک کر بولا۔

"اس.... اس کے پیٹ میں"۔ چاڈ نائے نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ارے.... نن نہیں"۔ بگران چلا اٹھا۔

"تب پھر مسٹر بگران اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"اس کا مطلب ہے.... غلطی سے سانس کے ذریعے ہو پائپ اس کے حلق سے نیچے اتر گیا اور زہریلی سوئیوں کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا"۔

"ہاں! بالکل یہی بات ہے"۔

"افسوس ہوا.... ارے ہاں.... اس کی جیب میں اور سوئیاں ہیں.... وہ نکال لو"۔

چاؤ نائے نے سوئیوں کا دوسرا پیکٹ نکال لیا۔

"لیکن سر.... یہاں اور ہو پائپ نہیں ہے"۔

"کوئی بات نہیں.... ہم سوئیاں چٹکی سے پکڑ کر ان کے جسموں میں داخل کریں گے"۔

"لک.... کہیں.... اس طرح سوئیاں ہمیں نقصان نہ پہنچائیں"۔

"نہیں بھئی.... جب یہ جسم میں داخل ہوتی ہیں.... تب جلن پیدا کرتی ہیں.... جوزف کے بھی جسم میں چلی گئی تھیں.... اس لیے وہ بے ہوش ہو گیا.... وہ بھی اس لیے کہ یک دم تمام سوئیاں چلی گئی"۔

"ہوں ٹھیک ہے"۔

اب چاؤ نائے نے پیکٹ کو کھولا اور ایک سوئی اس میں سے چٹکی میں لے لی.... پھر وہ انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا.... جونہی وہ ان کے نزدیک پہنچا.... انسپکٹر جمشید کرسی سمیت اچھلے اور اس سے ٹکرا گئے۔

چاؤ نائے کی دل دوز چیخ نے پورے تہ خانے کو لرزا دیا.... پھر وہ

وہ مسلسل چیخنے لگا۔

"اوہو.... کیا ہو گیا ہے تمہیں"۔ بگران نے جھلا کر کہا۔

"ایک ذرا سی ٹکر نے تمہیں اس قدر چیخنے پر مجبور کر دیا"۔ شارا نے منہ بنایا۔

"نن.... نہیں.... سوئی میرے بازو میں داخل ہو گئی ہے"۔

"لو.... پیکٹ مجھے دو.... اب یہ کام میں کروں گا.... اور دیکھوں گا کہ کیسے انسپکٹر جمشید کرسی سمیت مجھ پر حملہ کرتا ہے"۔ بگران کی آواز حد درجے جھنجلائی ہوئی تھی۔

"پپ.... پیکٹ.... وہ.... وہ تو جب ٹکر لگی.... ہاتھ سے نکل گیا تھا"۔

"حد ہو گئی"۔ شارا پھنکاری۔

پھر انہوں نے پیکٹ کی تلاش میں نظریں ادھر ادھر دوڑائیں۔

"حیرت ہے.... پیکٹ کہاں گیا"۔ بگران نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"دیکھنے والی آنکھیں تمہارے پاس نہیں ہیں.... ورنہ فوراً نظر آ جاتا"۔ فاروق کی آواز سنائی دی۔

"کمال ہے.... تم لوگ اب بھی بول سکتے ہو"۔ شارا نے منہ بنایا۔

"کیا کریں، مجبور ہیں.... بولے بغیر رہ نہیں سکتے.... ورنہ اس

وقت بولنا دنیا کا مشکل ترین کام لگ رہا ہے"۔

"ارے تو کیا پیکٹ تمہیں نظر آ رہا ہے"۔

"ہاں بالکل نظر آ رہا ہے"۔ فاروق مسکرایا۔

"کہاں ہے وہ"۔

"ہم اتنے بے وقوف نہیں کہ بتا دیں پیکٹ.... بچ.... بچ.... بچ"۔

"بس بس بس.... اتنا ہی کافی ہے"۔ انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

"اوہ.... مجھ سے تو واقعی وہ ہو چلی تھی"۔ فاروق بوکھلا اٹھا۔

"وہ ہو چلی تھی.... یار تم جملے ادھورے کیوں چھوڑ دیتے ہو"۔

"جتنی ہمت پاتا ہوں.... اتنا بول دیتا ہوں.... اس کے بعد پھر ہمت جمع کرتا ہوں تو پھر بول دیتا ہوں.... تم محسوس کر ہی رہے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس ہمت کی کس قدر کمی ہے"۔

"ہاں! یہ تو ہے.... آج اس چیز کی ہمارے ہاں واقعی بہت کمی واقع ہو گئی ہے.... خیر کوئی بات نہیں.... جب ان سوئیوں کا اثر ختم ہو گا.... طاقت بحال ہو جائے گی"۔

"ارے! میں کہتا ہوں.... سوئیاں کہاں ہیں.... ڈھونڈو ان کو"۔ بگران چلا اٹھا۔

وہ بوکھلاہٹ کے عالم میں ادھر ادھر سوئیوں کو ڈھونڈنے لگے.... ادھر وہ دل ہی دل میں دعا کرنے لگے کہ وہ نہ ملے.... جب کہ پیکٹ

انہیں واقعی صاف نظر آ رہا تھا.... اب یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہی کام تھا کہ وہ انہیں نظر نہ آتا۔

"عجیب بات ہے.... آخر ہمیں پیکٹ نظر کیوں نہیں آ رہا"۔

"میں آپ کو بتا دوں بگل اگران"۔ رفعت منمنائی۔

"ہاں بتاؤ پیاری بچی"۔ بگران فوراً اس کی طرف مڑا.... اس نے اس طرف بھی توجہ نہیں کہ کی رفعت نے اسے کیا کہہ کر پکارا تھا۔

"ہائیں! یہ میں یک دم پیاری بچی بھی ہو گئی"۔ رفعت نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! تم بہت زیادہ پیاری بچی ہو.... جلدی بتاؤ.... سوئیوں کا پیکٹ کہاں ہے"۔

"بتا دیتی ہوں.... پہلے میری ایک فرمائش پوری کریں"۔

"خبردار رفعت.... دماغ تو نہیں چل گیا.... وہ سوئیاں ہمارے جسموں میں داخل کی جائیں گی"۔ محمود گرجا۔

"ارے باپ رے.... لیکن محمود.... یہ بھی تو دیکھو.... پہلے میں ان سے اپنی فرمائش پوری کرا رہی ہوں۔

"دیکھو پیاری بچی کم از کم میں تم لوگوں کی رسیاں نہیں کھولوں گا"۔ بگران مسکرایا۔

"گولی ماریں رسیوں کو"۔ رفعت نے جھلا کر کہا۔

"ہائیں.... تو پھر اور کیا فرمائش ہے تمہاری؟"

"ایک عدد ٹافی"۔

"کیا کہا.... ایک عدد ٹافی.... تت.... تم پاگل ہو گئی ہو.... ایک ٹافی کے بدلے سوئیوں کا پیکٹ انہیں دکھاؤ گی"۔

"مم.... میں کیا کروں.... ٹافی کی طلب بڑھتی جا رہی ہے"۔ رفعت کے انداز میں حد درجے گھبراہٹ تھی۔

"ارے باپ رے"۔ پروفیسر داؤد پکار اٹھے۔

"اب.... اب آپ کو کیا ہوا"۔ آصف ان کی طرف مڑا۔

"خربوزے کو دیکھ کر خربوزے نے رنگ پکڑ لیا"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"ہم.... ہم سمجھے نہیں انکل.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"رفعت کو اگر ٹافی کی بھوک لگ سکتی ہے تو مجھے کھانے کی بھوک کیوں نہیں لگ سکتی"۔

"اوہ اوہ.... اسے کہتے ہیں.... ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا"۔ خان رحمان ہنسے۔

"ہائیں کیا مطلب.... انکل آن.... مم.... میرا مطلب ہے.... انکل خان رحمان.... کسے کہتے ہیں.... ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا؟" محمود کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"شاید میں غلط محاورہ بول گیا ہوں.... غالباً" میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ سوال گندم جواب چنا.... مم.... مگر نہیں.... یہاں شاید یہ بھی فٹ

نہیں بیٹھ رہا.... نہیں بیٹھ رہا نا"۔ انہوں نے تائید کروانے والے انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

"نہیں بیٹھ رہا تو کھڑا رہنے دیں.... آپ کا کیا جاتا ہے"۔

"اوہ ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے.... کھڑے رہو بھئی.... ارے مم.... مگر.... کون کھڑا رہے.... یہ ہم کس کے کھڑے رہنے کی بات کر رہے ہیں"۔

"اے خبردار.... تم لوگ باتوں میں ہمارا وقت برباد کرنا چاہتے ہو.... ہاں لڑکی بتاؤ.... پیکٹ کہاں ہے"۔

"ٹافی"۔ رفعت پکاری۔

"اب ہم تمہارے لیے اس وقت ٹافی کہاں سے لائیں"۔

"جہاں سے بھی لا سکتے ہیں.... لائیں"۔

"اچھا بابا.... ایک منٹ ٹھہرو"۔

یہ کہہ کر اس نے جیب سے آلہ نکالا.... تاکہ کانگو سے بات کر سکے.... ایسے میں رفعت نے چونک کر کہا۔

"ارے ہاں یاد آیا.... ٹافی تو فاروق کی جیب میں بھی ہوتی ہے عام طور پر"۔

"کیا کہا.... فاروق کے پاس ٹافی ہوتی ہے.... پھر کیا مشکل ہے.... شارا.... ذرا تم فاروق کی جیب سے ٹافی نکال کر اس بچی کو دے دو"۔

"یہ ہمیں بے وقوف بنا رہے ہیں"۔

"کوئی بات نہیں.... انہیں کوشش کر لینے دو.... اس کے بعد ہماری باری آئے گی انہیں بے وقوف بنانے کی"۔

"ہائیں.... تو کیا یہاں بے وقوف بنانے کے بلے ہو رہے ہیں"۔ محسن نے حیران ہو کر کہا۔

"دو.... دیکھئے مس شارا.... صرف ٹافی نکالیے گا.... کہیں میری جیب کی باقی چیزوں پر ہاتھ صاف نہ کر دیں"۔

"اوہ شٹ اپ"۔ شارا چلائی۔

"آپ کو غصہ آگیا.... بری بات ہے"۔ فاروق مسکرایا۔

اسی وقت شارا نے اپنا ہاتھ باہر نکالا.... لیکن اس میں پنسل تراش تھا۔

"اس کی جیب میں تو نہ جانے کیا کیا الا بلا بھرا پڑا ہے.... ٹافی کی بجائے پنسل تراش نکل آیا"۔ شارا جھلا اٹھی۔

"یہ مجھے دے دیں"۔ محمود بول پڑا۔

"کیوں تم کیا کرو گے اس کا.... ہاتھ پیر تو بندھے ہوئے ہیں"۔

"پھر بھی آپ دے دیں"۔

"ارے تو پکڑو گے کیسے؟"

"منہ میں رکھ دیں"۔

"یہ لو"۔ اس نے نفرت زدہ انداز میں کہا اور پنسل تراش اس کے منہ میں رکھ دیا۔

"دھت تیرے کی.... اب کی بار لائٹر نکل آیا"۔

"یہ مجھے دے دیں"۔ فرزانہ بولی۔

"کیوں.... تم سگریٹ سلگاؤ گی اس سے"۔ شارا ہنسی۔

"یہ مجھے پسند ہے"۔

"اچھا تو یہ تم لے لو.... لیکن پکڑو گی کیسے.... ہاتھ پیر تو بندھے ہوئے ہیں"۔

"منہ سے پکڑ لوں گی"۔

"لو پھر.... تم بھی کیا یاد کرو گی"۔ اس نے لائٹر فرزانہ کے منہ میں دے دیا۔

"ہم لوگ بھی عجیب ہیں مسٹر بگران"۔ نونی بل نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ بات کس سلسلے میں کہی آپ نے؟" بگران ان کی طرف مڑا۔

"اپنے دشمنوں کی فرمائش اس طرح پوری کر رہے ہیں.... جیسے یہ آپ کے اپنے بچے ہیں"۔

"ان کا جی بہلا رہے ہیں.... تاکہ یہ ہمارا مطالبہ پورا کر دیں"۔

بگران مسکرایا' نونی بل منہ بنا کر رہ گیا۔

اب پھر شارا فاروق کی جیب ٹٹول رہی تھی۔

"یہ تو لگتا ہے.... جیسے آپ بھوسے کے ڈھیر سے سوئی تلاش کر

رہی ہیں"۔ فونڈا گرین جل کر بولا۔

"ہاں واقعی.... ٹافی تلاش کرنا کافی مشکل ثابت ہو رہا ہے"۔ شارا نے سر ہلایا.... پھر چونک کر بولی۔

"یہ رہی ٹافی"۔

اب جو اس کا ہاتھ باہر آیا تو واقعی اس میں ٹافی تھی.... اس نے وہ رفعت کی طرف بڑھا دی۔

"یہ لو ٹافی.... اور بتاؤ.... سوئیوں والا پیکٹ کہاں ہے؟"

"ٹافی کا کاغذ تو اتار دیں"۔

"بس شارا.... یہی کام نہ کرنا.... یہ کام رفعت خود کر لے گی"۔ بگران ہنسا۔

"کیا مطلب.... میں بندھے ہاتھوں سے اس کا کاغذ کیسے اتار سکتی ہوں"۔

"منہ میں رکھ کر دانتوں سے کام لو.... کاغذ اتر جائے گا"۔ بگران نے تجویز پیش کی۔

"دال گلتی نظر نہیں آتی"۔ رفعت نے منہ بنایا۔

"مقابلہ بگران اور شارا سے ہے.... اور یہ بچے نہیں ہیں"۔

"بھئی دال نہیں گلتی تو گوشت گلا لو"۔ پروفیسر داؤد جھلا اٹھے.... اور وہ سب بے ساختہ مسکرا دیے۔

"یہ لو.... منہ میں رکھ لو اس ٹافی کو"۔

یہ کہہ کر شارا نے ٹافی زبردستی اس کے منہ میں ٹھونس دی.... رفعت نے اس کو فوراً سانس کے ذریعے ان کی طرف اچھال دیا.... جونہی ٹافی فرش پر گری.... ایک دھماکا ہوا.... لیکن بگران اور اس کے ساتھی جوں کے توں کھڑے رہے.... انہیں اس دھماکے سے کچھ بھی نہیں ہوا تھا.... پھر فرزانہ نے لائٹر ان کی طرف اچھالا.... اور محمود نے پنسل تراش اچھال دیا.... یہ دونوں چیزیں بھی دھماکے سے پھٹیں.... لیکن ان لوگوں کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔

"حد ہو گئی.... یعنی کہ.... آپ لوگ تو ٹس سے مس نہیں ہوئے"۔

"اگر ایسا ہونے کی امید نہ ہوتی.... بلکہ ایسا ہونے کا یقین نہ ہوتا تو ہم ہرگز یہ چیزیں تمہیں نہ دیتے.... مطلب یہ کہ تمہاری یہ ترکیب.... تمہاری یہ چال بے کار گئی.... اب کوئی نئی چال شروع کرو"۔ بگران نے جلدی جلدی کہا۔

"اب ہم اتنی چالیں کہاں سے لائیں"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"تم لوگوں کی کوئی چال کارگر نہیں ہو گی.... سوائے مایوسی کے کچھ پلے نہیں پڑے گا"۔

"لیکن میں ایسے میں ایک بات کہوں گا"۔ انسپکٹر جمشید کے جملے نے انہیں چونکا دیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں.... کہیے"۔ بگران نے انہیں گھورا۔

انسپکٹر جمشید نے اسے بھرپور انداز میں مسکرا کر دیکھا۔

"یہ کہ ہماری چال ناکام نہیں گئی"۔ انسپکٹر جمشید کا لہجہ پرسکون تھا۔

"مہربانی فرما کر وضاحت کریں"۔ بگران پھنکارا۔

"کم از کم یہ بچے ناکام نہیں رہے"۔ وہ بولے۔

"آخر کیسے؟" بگران دھاڑا۔

اس کی دھاڑ نے تہ خانے میں خوف طاری کر دیا۔

○☆○

میں مجبور تھا

"حیرت ہے مسٹر بگران.... سوئیاں تو ہمارے جسموں میں چبھی ہیں.... آگ کی لہریں تو ہمارے جسموں میں اٹھ رہی ہیں.... اور دھاڑ رہے ہیں آپ"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ادھر ادھر کی نہ ہانکیں.... تم لوگوں کے بچکانے دھماکے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے.... پھر بھی کہا جا رہا ہے کہ چال ناکام نہیں گئی.... آخر یہ چال کامیاب کیسے ہو گئی"۔

"حد ہو گئی.... آخر ہم کیوں بتائیں کہ ہم کامیاب کیسے ہو گئے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ویسے خان رحمان آج دن کیا ہے؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"دن.... یہ تمہیں ان حالات میں دن پوچھنے کا خیال کیسے آ گیا"۔

"خیال کا کیا ہے انکل.... وہ تو کسی بھی وقت.... کسی بھی چیز کا آ جاتا ہے"۔ فاروق مسکرایا۔

"حد ہو گئی.... شارا آخر سوئیوں کا وہ پیکٹ ہمیں نظر کیوں نہیں

آ رہا ہے.... انہیں کیوں نظر آ رہا ہے.... کیا ہم سب اندھے ہیں؟"
بگران نے چیخ کر کہا.... مارے غصے کے اس کا برا حال ہو گیا تھا۔

"نن نہیں.... یہ اتفاق ہے کہ ہمیں وہ نظر نہیں آ رہا.... خیر ہم
پھر بھی کوشش کرتے ہیں"۔

انہوں نے پھر ادھر ادھر دیکھا.... لیکن پیکٹ نظر نہ آیا۔

"اسے کہتے ہیں.... بغل میں لڑکا.... شہر میں ڈھنڈورا"۔ فرزانہ
کی آواز لہرائی۔

"کیا مطلب؟" بگران چونکا۔

"اب میں آپ کو ہر بات کا مطلب بتانے سے رہی"۔

"ایسی کی تیسی میں گیا سوئیوں کا پیکٹ.... اب میں دوسرے
طریقے سے ان کی زبان کھلواؤں گا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی بگران کے ہاتھ میں ایک خنجر نظر آیا....
اس کا پھل خوب چمک رہا تھا۔

"اس خنجر سے میں رفعت کے پاؤں کی سب سے چھوٹی انگلی
کاٹوں گا.... اگر اس پر بھی انسپکٹر جمشید نے زبان نہ کھولی تو دوسرے
پاؤں کی چھوٹی انگلی کاٹ دی جائے گی.... انسپکٹر جمشید.... کیا آپ کو یہ
سودا منظر ہے"۔

"مسٹر بگران.... آپ فرزانہ سے پہل کیوں نہیں کرتے"۔ انسپکٹر
جمشید نے پرسکون آواز میں تجویز پیش کی.... ساتھ ہی مسکرائے بھی۔

"نہیں.... میں جانتا ہوں.... آپ محمود، فاروق اور فرزانہ کی ان
ت میں کم پروا کریں گے.... اور دوسرے بچوں کی زیادہ"۔

"لیکن ہم اپنے انکل سے یہ کہنا پسند کریں گے کہ انہیں ہماری
کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں.... اگر مسٹر بگران اور مس شارا کو
ت دینے میں مجھے زبان بند رکھنا ضروری ہے تو پھر ایسا ہی کریں"۔
ت نے جلدی جلدی کہا۔

"شکریہ رفعت.... میں جانتا ہوں.... میں کہاں تک جا سکتا
.... مسٹر بگران آپ یہ کام فرزانہ، فاروق یا محمود سے شروع
یں.... یہ میری درخواست ہے"۔

"درخواست نامنظور"۔ بگران ہنسا اور رفعت کی طرف بڑھا۔

"حد ہو گئی.... یہ کوئی چھٹی کی درخواست ہے جسے آپ نامنظور
رہے ہیں"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

"پروفیسر بگران یہ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں"۔ شارا
کاری۔

"ہاں! میں محسوس کر رہا ہوں.... لیکن شارا کب تک.... انہیں
ں بھی بہت وقت گزارنا ہے.... اور ہم اس وقت سے پہلے ان کی
ان کھلوانے میں کامیاب ہو جائیں گے.... تم فکر نہ کرو.... میرا یہ خنجر
ت خاص قسم کا ہے.... ہڈی کو بھی اس طرح کاٹ دیتا ہے جیسے عام
تو موم کو"۔

یہ کہہ کر بگران رفعت کے بالکل نزدیک ہو گیا.... اس نے ایک ہاتھ سے اس کے پاؤں کی چھوٹی انگلی کو پکڑ لیا.... اور دوسرے ہاتھ سے خنجر انگلی کے نزدیک لے آیا۔

"انسپکٹر جمشید.... انگلی کٹنے والی ہے"۔

"ہاں! میں جانتا ہوں"۔ وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"تو پھر کیا کاٹ دوں؟"

"نہیں"۔ وہ بولے۔

"کیا.... آپ نے کیا کہا انکل نہیں"۔ رفعت چلائی۔

"ہاں.... یہی کہا ہے.... نہ کاٹو"۔

"آپ.... آپ اپنا فیصلہ واپس لیں انکل.... ورنہ میں"۔

"ورنہ میں کیا رفعت؟"

"ورنہ میں آپ کو معاف نہیں کروں گی"۔

"اور ہم بھی معاف نہیں کریں گے ہاں"۔ فرزانہ بولی۔

"اچھا تم خاموش ہو جاؤ.... مجھے پروفیسر بگران سے بات کرنے دو"۔

"کوئی بات نہیں ہو گی.... یا انگلی کٹے گی.... یا آپ زبان کھولیں گے"۔

"میں ہار گیا"۔ انسپکٹر جمشید نے گویا اعلان کیا۔

"اپنے الفاظ واپس لے لیں انکل.... آپ کی ہار ہمیں کسی قیمت

منظور نہیں"۔ رفعت چلائی۔

"اب میں مزید مہلت نہیں دے سکتا"۔

"میں نے کہا تو ہے.... میں ہار گیا"۔

"تب پھر بتاؤ.... خون کا گروپ کیسے بدل گا"۔

"میں یہ بات اپنے ملک کے صدر اور چند دوسرے لوگوں کے سامنے بتا سکتا ہوں.... آپ ان لوگوں کو فون کر کے بلانے کی اجازت دے دیں"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ بگران نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا"۔

"تب پھر ان سب کو بھی یہاں بے دست و پا کرنا پڑے گا.... اب یہ کہ وہ یہاں ہاتھ اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوں گے"۔

"منظور ہے.... وہ مسکرائے۔

"میں آپ کا موبائل آپ کے منہ کے سامنے کر رہا ہوں.... نمبر بتا دیں.... ڈائل میں کروں گا"۔

"او کے.... سب سے پہلے میں صدر صاحب سے بات کروں گا"۔

"نمبر بتائیں"۔

انہوں نے نمبر بتا دیے.... فون کیا گیا.... سلسلہ ملتے ہی صدر صاحب کی آواز سنائی دی.... وہ انسپکٹر جمشید کی آواز سن کر مارے حیرت

کے بولے۔

"اف جمشید.... تم لوگ آخر ہو کہاں"۔

"اپنے گھر میں"۔

"کیا.... نہیں"۔

"آپ فوراً" یہاں آ جائیں"۔

"میں آ جاؤں.... فوراً"۔ صدر نے حیران ہو کر کہا.... اس کے ساتھ ہی بگران نے فون بند کر دیا۔

"آپ کسی کو بھی تفصیل نہیں بتائیں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

اس طرح وزیر خارجہ اور دوسرے ذمے دار آفیسرز کو فون کیے گیا.... اکرام کو بھی فون کیا گیا.... پھر ان کا انتظار شروع ہوا.... ایک گھنٹے بعد صدر وہاں پہنچے.... ان کے لیے دروازہ کھولا گیا.... تو کانگو نے انہیں بتایا کہ انہیں ہاتھ اٹھا کر اندر آنا پڑے گا"۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"آپ بے شک انسپکٹر جمشید سے بات کر لیں"۔

"ہاں کراؤ بات"۔

پھر موبائل پر بات کی گئی۔

"یہ ٹھیک ہے سر.... جس طرح یہ کہہ رہے ہیں.... آپ اس طرح آئیں"۔

"او کے.... وہ بولے اور ہاتھ اٹھا کر اندر داخل ہوئے.... دروازہ ورا" بند ہو گیا.... پہلے ان کی تلاشی لی گئی.... پستول وغیرہ نکال لیا ے.... تب انہیں تہ خانے میں لایا گیا.... مارے حیرت کے ان کا برا ں تو پہلے ہی تھا.... انہیں بندھا ہوا دیکھ کر ان کے رہے سہے اوسان ی خطا ہو گئے۔

"یہ.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں جمشید.... کیا تمہیں مجبور کر دیا گیا کہ مجھے یہاں بلایا جائے"۔ ان کے لہجے میں زمانے بھر کی حیرت ہے۔

"نہیں سر.... یہ بات نہیں ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"تب پھر؟"

"آپ کو میری فرمائش پر بلایا گیا ہے"۔

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... تم بھلا مجھے اپنے ساتھ کیوں لانے لگے"۔

"بالکل ٹھیک.... میں آپ کو پھنسوانا ہرگز پسند نہیں کرتا، لیکن آپ ذرا اس پہلو پر بھی غور کریں کہ ان لوگوں نے یہ کیسے پسند کر لیا آپ بھی یہاں آ جائیں.... جب کہ یہ سارے معاملے کو خفیہ رکھنے تلے ہوئے ہیں"۔

"کیا مطلب.... کون سا معاملہ.... اور یہ کون لوگ ہیں؟"

"یہ آپ کا وہی وفد ہے.... جس کا سربراہ یہ پیٹر ڈوئی کو بنا کر

لائے تھے"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"لیکن اب یہ ان شکلوں اور صورتوں میں نہیں ہیں.... اب اپنے اصل حلیوں میں ہیں اور آپ نے ابھی ان کی طرف غور نہیں دیکھا' ورنہ آپ خوب زور سے اچھلتے"۔

"کیا مطلب.... ان میں ایسی کیا بات ہے؟"

یہ کہہ کر ان سب پر نظر ڈالی اور پھر بگران اور شارا کو دیکھ زور سے اچھلے۔

"ارے باپ رے.... یہ تو بگران اور شارا ہیں"۔

"ہاں سر.... وفد میں یہ لاری اور مسز ریٹا کے نام اپنائے ہوئے تھے"۔

"نن نہیں.... نہیں"۔ یہ کہہ کر صدر نے ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"انسپکٹر جمشید درست کہہ رہے ہیں"۔

"اوہ.... اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا.... چند لمحے حیرت کا بت بنے رہنے کے بعد وہ بولے۔

"تب پھر تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا"۔

"ابھی چند لوگ اور آنے والے ہیں.... وزیر خارجہ.... آئی صاحب' اکرام اور کچھ اور لوگ' پہلے وہ آ جائیں.... پھر میں ایک ہی

وضاحت کروں گا"۔

"اچھی بات ہے جمشید.... لیکن مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔

"آپ کو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے.... یہ کام ہم پہلے سے کر رہے ہیں صاحب صدر"۔ فاروق نے شرما کر کہا۔

"اوہ.... تم ایسے میں بھی طبیعت شگفتہ رکھ سکتے ہو"۔ ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں سر.... کیوں نہیں"۔

صدر صاحب مسکرا کر رہ گئے.... ان حالات میں بھی مسکرانا آسان کام نہیں تھا.... پھر باری باری باقی لوگ آتے چلے گئے.... اور حیران ہوتے چلے گئے.... لیکن صدر کو وہاں دیکھ کر کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی.... آخر میں وزیر خارجہ آئے.... ان کا نام تنویر جام شا تھا.... ان سے رہا نہ گیا.... بول اٹھے۔

"یہ کیا ہے سر"۔

"انسپکٹر جمشید وضاحت کریں گے"۔

"یہ لوگ تو بندھے ہوئے ہیں؟"

"ہاں! یہ بندھے ہوئے ہیں.... انہیں باندھنے والے اس طرف کھڑے ہیں.... اور ہم لوگ بھی ان کی زد میں ہیں"۔

"تب پھر.... ہمیں یہاں کس نے بلایا.... کیا ان لوگوں نے انسپکٹر جمشید کو مجبور کر کے ہمیں یہاں بلایا ہے"۔ تنویر جام شا نے بوکھلا کر

کہا۔

"نہیں! انہوں نے انسپکٹر جمشید کو بالکل مجبور نہیں کیا.... بلکہ انہوں نے خود ہمیں اپنی مرضی سے یہاں بلایا ہے"۔ صدر صاحب نے مسکرا کر کہا۔

"کیا!!!" وزیر خارجہ دھاڑے.... ان کا رنگ اڑ گیا.... مارے غصے کے جسم کانپنے لگا.... ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"ہاں! میں ایسا کرنے پر مجبور تھا"۔

○☆○

فون

"بات سمجھ میں نہیں آئی جمشید.... جب تم خود یہاں پھنسے ے تھے.... اور ان لوگوں کا تم لوگوں سے کوئی مطالبہ تھا.... اور ہمیں ں بلانے کا ان کا کوئی پروگرام نہیں تھا.... تو پھر آخر.... ہم لوگوں کو ں بلانے کی کیا ضرورت تھی؟" صدر صاحب کے لہجے میں حیرت ں۔

"میں نے کہا نا سر.... کہ میں مجبور تھا.... کہانی سنانے پر مجبور ہو یا تھا.... لہٰذا میں نے سوچا.... کہانی سنانے کے بعد بگران اور شارا ں زندہ تو چھوڑیں گے نہیں.... انتقام لینے کے لیے فوراً موت کے ات اتار دیں گے.... اور یہ کہانی ہمارے ساتھ ہی یہاں دفن ہو ے گی.... کسی کو کانوں کان پتا نہیں چلے گا.... کہ کہانی تھی کیا.... اور کسی کو یہ پتا چلے گا کہ ہم کہاں چلے گئے.... تو کیا اس سے یہ بہتر ں تھا کہ میں اپنے لوگوں کو کہانی سنا دوں"۔

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو جمشید"۔ صدر مارے حیرت کے بولے۔

"کیوں سر.... آپ نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا؟" ان کے لہجے میں

حیرت تھی۔

"ایسے کہ کہانی تو چلو ہمیں معلوم ہو جائے گی.... لیکن ساتھ ہی یہ لوگ ہمیں بھی تو ختم کریں گے.... آخر یہ ہمیں کیوں زندہ چھوڑنے لگے.... لہٰذا اپنے ساتھ تم ہمیں بھی لے ڈوبے.... اور اس کا کوئی فائدہ نہیں رہ جائے گا.... تم ذرا اس بات کی وضاحت کرو"۔ صدر نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"جی بہت بہتر.... لیکن میرے خیال میں اس کی وضاحت مسٹر بگران کر دیں"۔

"ہاں ضرور.... میں آپ کا مقصد جان گیا انسپکٹر جمشید.... آپ واقعی بہت گہرے آدمی ہیں.... اور آپ جیسے آدمیوں کی قدر کرنی ہی چاہیے"۔ بگران ہنسا۔

"آپ پہلے وضاحت کر دیں.... میری تعریف کو رہنے دیں کیونکہ تمام تعریفیں بس ایک اللہ کے لیے ہیں"۔

"اچھا اچھا.... صاحب صدر اور دوسرے نئے آنے والے حضرات.... میں آپ لوگوں کو پورا اطمینان دلاتا ہوں.... کہ آپ لوگوں کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا جائے گا.... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا پارٹی کو بھی سزا اس لیے دی جائے گی کہ یہ انشارجہ کے دورے پر ہمارے تین آدمی قتل کر آئے ہیں"۔

"معاف کرنا پروفیسر بگران.... اگر وہ انسپکٹر جمشید پر حملہ نہ کر

رہے ہوتے تو میں ہرگز انہیں ختم نہ کرتا.... یہ تم جانتے ہو.... بلاوجہ ہم کسی بھی انسان کا خون نہیں بہاتے"۔

"ہاں! میں جانتا ہوں.... تمہارا جرم بہت ہلکا ہے.... اور اس پر غور کیا جا سکتا ہے کہ تم لوگوں کو بھی زندہ چھوڑ کر ہم یہاں سے رخصت ہو جائیں.... منصوبوں کا کیا ہے.... منصوبے یا تو کامیاب ہو جاتے ہیں یا ناکام.... ہم پھر کوئی منصوبہ تیار کر لیں گے.... اور آ جائیں گے ادھر"۔ بگران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب آپ لوگوں کا اطمینان ہو گیا.... یہ کم از کم آپ لوگوں کو موت کے گھاٹ نہیں اتاریں گے.... زندہ سلامت چھوڑ جائیں گے"۔

"چلو خیر.... ہم لوگوں کا غصہ ختم ہو گیا.... لیکن پروفیسر بگران آخر دشمن ہیں.... ان کی بات پر اس حد تک اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا.... لہٰذا میں تمہیں حکم دیتا ہوں.... جو یہ جاننا چاہتے ہیں.... وہ نہ بتایا جائے"۔

"یہ کیا بات ہوئی صاحب صدر"۔ بگران نے منہ بنایا۔

"اگر تمہیں انسپکٹر جمشید کی زبان پر اعتبار ہے.... تو یہ تم سے وعدہ کر لیتے ہیں.... کہ ہم تمہیں جانے دیں گے.... تم انہیں کھول دو.... ہم یہاں سے کہیں اور آرام سے بیٹھ کر بات کریں گے اور اس کے بعد تم یہاں سے چلے جانا"۔

"نہیں جناب.... میں اس حد تک ان پر اعتبار نہیں کر سکتا"۔

بگران نے کہا۔

"آپ کی مرضی.... میں انسپکٹر جمشید کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ہرگز کچھ نہ بتائیں"۔ صدر نے منہ بنایا۔

"آپ نے تو آکر ہمارا کام اور مشکل بنا دیا"۔ بگران نے برا منہ بنایا۔

"اپنا کام آسان کر لیں.... اور ان لوگوں کو کھول دیں.... ہم لوگ الگ کہیں چل کر بیٹھ جائیں گے.... اخباری نمایندوں کو بھی بلا لیں گے.... وہاں غیر ملکی نمایندے بھی آجائیں گے.... ہم ان سب کے سامنے وعدہ کر لیں گے.... کہ آپ لوگوں کو جانے کی اجازت دی جائے گی"۔

بگران اور شارا سوچ میں ڈوب گئے.... آخر کافی دیر بعد دونوں نے سر اٹھایا.... اور بگران بولا۔

"او کے.... ہمیں یہ بات منظور ہے.... آپ انتظامات کر لیں.... لیکن غیر ملکی نمایندے ضرور موجود ہوں"۔

"آپ فکر نہ کریں"۔

اور پھر صدر ان انتظامات میں لگ گئے.... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا جی ہی جی میں مسکراتے رہے.... کیونکہ اس طرح انہوں نے ایک کامیابی اور حاصل کی تھی.... جس کا احساس ابھی تک بگران اور شارا کو نہیں ہوا تھا۔

تین گھنٹے بعد صدر نے انہیں بتایا۔

تمام انتظامات مکمل ہو گئے ہیں.... اور اب صرف ان کے وہاں پہنچنے کی دیر ہے"۔

"ٹھیک ہے.... انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کو کھول دیا جائے"۔ بگران نے کہا۔

ان کی رسیاں ایک آلے کی مدد سے کاٹی گئیں.... اس وقت انہوں نے دیکھا.... جسم پر جس جس جگہ رسیاں بندھی تھیں.... وہاں سے خون رس رہا تھا.... ان کی اس حد تک نازک حالت دیکھ کر باقی لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"افسوس! آپ لوگوں کو اس قدر ظلم نہیں کرنا چاہیے تھا"۔ صدر نے کہا۔

"ان رسیوں کے علاوہ اور جس قسم کی رسی سے بھی ان لوگوں کو باندھا جاتا' یہ خود کو چھڑا لیتے.... اس لیے اس رسی سے کام لیا گیا.... ہم مجبور تھے"۔

"خیر کوئی بات نہیں صاحب صدر"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تمہاری مسکراہٹ پر بھی جمشید.... میرا دل رو رہا ہے"۔

"نہیں نہیں.... آپ اپنے دل کو سمجھائیں.... یہ رونے کا مقام نہیں.... بلکہ رونے کا مقام آگے آئے گا"۔

"کیا کہا جمشید.... رونے کا مقام آگے آئے گا"۔ وہ چونکے۔

"ہاں سر.... رونے کا مقام آگے آئے گا"۔ وہ بولے۔

"میں سمجھا نہیں جمشید.... وہ وقت کون سا ہو گا"۔

"میں اس پروگرام کے بعد بتاؤں گا سر.... پھر آپ رو لیجئے گا"۔

"اوہ اچھا.... اگر رونے کا کوئی ایسا مقام آنے والا ہے.... تو ہم ضرور روئیں گے جمشید.... تم فکر نہ کرو"۔ انہوں نے سنجیدہ انداز میں کہا۔

اب ان کا وہاں سے سفر شروع ہوا.... بگران اور شارا کے باقی ساتھی کافی پریشان دکھائی دے رہے تھے.... آخر چاؤ نائے سے رہا نہ گیا۔

"پروفیسر بگران.... بات سمجھ میں نہیں آئی"۔

"کون سی بات بھئی"۔ وہ بولے۔

"آخر ہمیں ان کی شرائط ماننے کی کیا ضرورت تھی.... جب کہ یہ لوگ پوری طرح ہمارے قابو میں تھے"۔

"ہمیں ان سے وہ راز معلوم کرنا ہے.... جس راز نے پورے انشارجہ کو پریشانی میں مبتلا کر دیا.... کہاں تو ہم انسپکٹر جمشید کو انشارجہ کی عدالت میں پھانسی کی سزا دلوانے والے تھے.... کہاں یہ لوگ باعزت وہاں سے نکل آئے.... اور یہ سب خون کے گروپ کی وجہ سے ہوا.... ہم یہ جاننے کے لیے بری طرح بے چین ہیں کہ آخر یہ کیسے ہوا.... اور بس.... اب یہ بات انسپکٹر جمشید ہمیں ایک خاص وقت سے پہلے بتانے

کے لیے تیار نہیں تھے.... جب کہ ہم اس خاص وقت سے پہلے معلوم کرنے کے قابل بھی ہو گئے ہیں اور یہاں سے ہم آزاد واپس اپنے ملک بھی جا سکیں گے.... میں نہیں سمجھتا.... اس میں ہمارے لیے کیا خرابی ہو گئی ہے"۔ بگران جلدی جلدی کہتا چلا گیا۔

"بالکل پروفیسر بگران.... میں آپ کی تائید کرتی ہوں"۔ شارا مسکرائی۔

"مس شارا.... آپ تو ہمیشہ ہی پروفیسر بگران کی تائید کرتی ہیں.... آپ کی کیا بات ہے"۔ رابل بونی نے جل کر کہا۔

"تب پھر مسٹر بونی.... آپ کیا چاہتے ہیں.... میں پروفیسر بگران کی مخالفت کیا کروں.... لیکن یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا"۔

"تب پھر آپ ہمیں اس وفد سے الگ کر دیں"۔

"یہ کارروائی سننے سے پہلے یا بعد؟" شارا نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

"بعد میں"۔

"او کے.... انشارجہ پہنچنے کے بعد ہم پہلا کام یہی کریں گے"۔

"اور ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے"۔ بونی ہنسا۔

بگران اور شارا برے برے منہ بنا کر رہ گئے.... پھر انہیں ایک عمارت میں لایا گیا.... یہاں ایک بہت بڑا ہال تھا.... اس کے درمیان میں ایک میز تھی.... میز کے چاروں طرف کرسیاں بچھائی گئی تھیں....

انہیں کرسیوں پر بٹھایا گیا.... ایسے میں فون کی گھنٹی بجی.... پھر ریسیور صدر کی طرف بڑھایا گیا.... دوسری طرف سے انشارجہ کے صدر بات کر رہے تھے۔

"مسٹر صدر.... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

"یہ آپ کے بگران اور شارا جانیں.... سارا پروگرام ان کا ترتیب دیا ہوا ہے"۔

"اچھی بات ہے.... آپ میری ان سے بات کرا دیں"۔

"پروفیسر بگران صدر انشارجہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں"۔

"اچھا"۔ اس نے کہا اور ریسیور اٹھا لیا۔

"یس سر.... بگران بات کر رہا ہوں"۔

وہ دوسری طرف کی بات سنتا رہا.... ہوں ہوں کرتا رہا.... آخر اس نے یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

"آپ فکر نہ کریں سر.... سب باتیں میرے ذہن میں ہیں"۔

فون بند کرنے کے بعد اس نے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا۔

"اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"کہانی سنانا چاہتا ہوں.... اگر آپ سننے کے لیے تیار ہوں"۔

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں.... اسی لیے تو یہاں آئے ہیں"۔

"کہانی سننے کے بعد آپ کو یہاں سے ایئرپورٹ لے جایا جائے گا.... اور انشارجہ جانے والے جہاز میں سوار کرا دیا جائے گا.... یہ بات

آپ کو منظور ہے"۔

"ہاں منظور ہے"۔ بگران نے کہا۔

"میرا مطلب ہے.... آپ کو پھر یہاں.... ایک پل نہیں ٹھہرنے دیا جائے گا"۔

"او کے"۔

"اور اس سفر کے بعد اگر آپ پھر ہمارے ملک میں نظر آئیں گے تو ہم آپ کے خلاف کچھ بھی کر سکتے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک"۔

"تب پھر میں صدر صاحب کی اجازت سے کہانی شروع کرتا ہوں"۔

"ہم سننے کے لیے بری طرح بے چین ہیں"۔

"میں یہ کہانی کل کسی وقت سنانا چاہتا تھا.... اس وقت میں زیادہ اطمینان محسوس کرتا.... گویا اپنے وقت سے چھ سات گھنٹے پہلے سنانے پر مجبور ہو گیا ہوں.... اور یہ سب ان رسیوں کی وجہ سے ہوا.... لیکن مسٹر بگران.... اور مس شارا.... آپ بھی یہ بات یاد رکھیے گا.... کہ اب جب ہمیں موقع ملے گا.... ہم بھی آپ دونوں کو انہی رسیوں سے باندھیں گے"۔

"کیسے باندھیں گے.... آپ کے پاس یہ رسیاں کہاں؟" بگران ہنسا۔

"آپ.... وہ رسیاں میرے گھر کے تہ خانے میں چھوڑ آئے ہیں"۔

"اوہ اوہ"۔ بگران اور شارا ایک ساتھ بولے۔

"کیوں.... میری بات سن کر آپ کو دھکا لگا"۔

"ہاں! ہمیں خیال نہیں رہا.... آتے ہوئے ہمیں وہ رسیاں اٹھا لانی چاہئیں تھیں"۔

"چلئے خیر.... اب تو غلطی ہو گئی.... اب کیا ہو سکتا ہے"۔ شارا مسکرائی۔

"ہاں جمشید.... شروع کرو"۔

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے.... یہ کہانی اس وقت شروع ہوئی جب صدر صاحب نے ہمیں فون کیا اور وفد کی آمد کی اطلاع دی.... اور ہمیں ایوان صدر بلایا"۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی.... انسپکٹر جمشید کے الفاظ درمیان میں رہ گئے.... آپریٹر نے بتایا کہ فون انسپکٹر جمشید کا ہے۔

انہوں نے جونہی ریسیور کان سے لگایا.... زور سے اچھلے۔

○☆○

چکرانے والی بات

فون سننے کے بعد انہوں نے خفیہ الفاظ میں چند باتیں کیں اور پھر ریسیور رکھ کر ان کی طرف مڑے.... ان کی نظریں چند سیکنڈ تک بگران اور شارا پر جمی رہیں۔

آپ لوگوں نے یہ اچھا نہیں کیا"۔

"کیا مطلب.... ہم نے کیا کیا ہے؟"

"اس عمارت کو بہت پراسرار انداز میں گھیرے میں لیا گیا ہے"۔

"میں نے ایسا کرنے کی کوئی ہدایت نہیں دی تھی"۔ بگران نے منہ بنایا۔

"تب پھر وہ کون لوگ ہیں؟"

"مجھے نہیں معلوم"۔

"تب پھر.... ہم پہلے ان لوگوں کو سامنے لائیں گے.... ان سے دو دو باتیں کریں گے.... وہ چاہتے کیا ہیں"۔

"لیکن اس کا ایک اور مطلب بھی ہو سکتا ہے"۔ شارا نے

بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ آپ وقت حاصل کر رہے ہیں.... اس طرح.... ہمیں یہاں زیادہ سے زیادہ وقت تک الجھائے رکھنا چاہتے ہیں.... تاکہ آپ کا وہ وقت آ جائے.... جس سے پہلے آپ یہ کہانی سنانا نہیں چاہتے"۔

"ایسی بات نہیں.... ہم جب ایک وعدہ کر لیتے ہیں تو پھر اس کا پاس کرتے ہیں"۔

"تو پھر ان لوگوں کو پکڑوا لیں.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

اب ایک بار پھر انسپکٹر جمشید نے فون پر بات کی.... اس کے ایک گھنٹے بعد عمارت کا دروازہ کھولا گیا.... اور اکرام کے آدمی چند لوگوں کو پکڑ کر اندر لے آئے.... انہیں بری طرح باندھا گیا تھا۔

"سر.... صرف چارے ہمارے ہاتھ لگ سکے.... باقی بھاگ نکلے.... بہت سخت مقابلہ ہوا.... ہمارے بھی کچھ ساتھی زخمی ہوئے ہیں"۔

"ہوں اچھا.... انہوں نے کہا اور ان کی طرف مڑے۔

"ہاں بھئی.... تم لوگوں کا تعلق کس سے ہے.... ادھر دیکھو.... یہاں یہ لوگ موجود ہیں.... کیا یہی ہیں تمہارے لیڈر"۔

ان چاروں نے بگران، شارا اور ان کے ساتھیوں کی طرف

دیکھا.... پھر نفی میں سر ہلا دیے۔

"نہیں.... ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں"۔

"تب پھر تمہارا تعلق انہی سے ہے.... کیوں یہ ٹھیک ہے نا"۔ بگران نے انسپکٹر جمشید کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں جناب.... یہ بات بھی نہیں ہے"۔

"اوہ.... تب ان کا تعلق ہماری حکومت کی مخالف سیاسی جماعت سے ہے.... کیوں.... تمہارا تعلق تھری گن پارٹی سے ہے نا"۔

"ہاں جناب"۔ اس نے کہا۔

"بہت خوب! اب آپ لوگوں کا اطمینان ہو گیا"۔ بگران بولا۔

"اور آپ کا بھی اطمینان ہو گیا"۔

"ہاں ہو گیا.... انہیں لے جائیں.... اور خفیہ حوالات میں رکھیں"۔

"بہت بہتر سر"۔

انہیں لے جایا گیا.... اب انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے۔

"اس کام میں کتنا وقت صرف ہوا ہے؟" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرا دیے۔

"قریب قریب ڈیڑھ دو گھنٹے تو صرف ہو ہی گئے۔

"لیکن آٹھ گھنٹے نہیں گزر سکے.... گویا اب بھی آپ کے پاس چھ گھنٹے ہیں.... اور میری یہ عین خواہش ہے کہ اب بھی یہ ہو کہ میں

آٹھ گھنٹے سے پہلے آپ کو کچھ نہ بتاؤں"۔

"لیکن اب آپ معاہدہ کر چکے ہیں.... اور ہم یہاں اسی معاہدے کی وجہ سے موجود ہیں.... ورنہ آپ لوگ اس تہ خانے میں ہوتے.... اور رسیوں سے بندھی حالت میں ہوتے"۔

"ہاں! لیکن ہم کچھ نہ بتاتے.... یہ بھی سن لیں"۔

"اچھا خیر.... اب آپ مزید وقت ضائع نہ کریں.... اور کہانی شروع کر دیں.... ہم یہ کہانی سننے کے لیے بری طرح بے چین ہیں"۔ بگران نے برا سا منہ بنایا۔

"صرف آپ نہیں.... ہم بھی بری طرح بے چین ہیں"۔ صدر مسکرائے۔

"بالکل ٹھیک صاحب صدر.... میں مسٹر بگران سے آخری بار ایک درخواست کر لوں"۔

"کیا مطلب؟" وہ سب چونک اٹھے۔

"آپ اس کہانی کو سننے کے لیے چھ گھنٹے اور صبر کر لیں"۔

"کیا!!!" بگران اور شارا ایک ساتھ چلائے۔

"نہیں نہیں.... نہیں"۔ بگران بولا۔

"گویا آپ کوئی مہلت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں"۔

"بالکل نہیں.... پہلے ہی ان لوگوں کی وجہ سے ہمارے دو گھنٹے ضائع ہو گئے ہیں"۔ شارا نے منہ بنایا۔

"او کے.... مجبوری ہے پھر تو.... آپ مجھے معاف کر دیں صاحب صدر"۔

"مجھ سے معافی کس بات کی؟" وہ بولے۔

"اس بات کی کہ میں اپنے پروگرام کے عین مطابق کامیابی حاصل نہ کر سکا.... پروگرام کے عین مطابق کامیابی اس وقت حاصل ہوتی جب چھ گھنٹے اور گزر جاتے"۔

"ہمیں کچھ معلوم نہیں جمشید.... کچھ اندازہ نہیں.... کہ چکر کیا ہے اور تمہارا پروگرام کیا تھا؟" صدر صاحب نے جلدی سے کہا۔

"آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں"۔

"آخر یہ کہانی کب شروع ہو گی؟" وزیر خارجہ نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہ ہاں! ہم تو بھول ہی گئے.... کہ آپ بھی یہاں موجود ہیں اور آپ کا وقت بہت قیمتی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"کیا مطلب جمشید.... کیا میرا وقت قیمتی نہیں؟" صدر صاحب نے ہنس کر کہا۔

"آپ کا تو سب سے زیادہ قیمتی ہے"۔ انہوں نے کہا۔

"ہم سمجھ گئے"۔ بگران نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"یہ کہ آپ اسی طرح باتیں کر کے وقت ضائع کرنا چاہتے

ہیں"۔

"آخر اس طرح ہم کتنا وقت ضائع کر دیں گے.... کیا چھے گھنٹے"۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"آپ کے بچے اس گفتگو میں اگر شریک ہو گئے تو چھے گھنٹے بھی گزر سکتے ہیں"۔ شارا نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

پروفیسر داؤد اور خان رحمان کو بے ساختہ ہنسی آ گئی.... یہ جملہ اگرچہ شارا نے طنزیہ انداز میں کہا تھا.... لیکن بچوں پر خوب فٹ بیٹھا تھا.... وہ بھی مسکرائے۔

"بچے تو آج بالکل خاموش ہیں.... اگرچہ میں نے ان سے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ یہ بالکل نہ بولیں"۔ "تت.... تو آپ ہمیں بولنے کی کھلی چھٹی دے رہے ہیں انکل؟" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"نہیں! اس لیے کہ پھر بگران اور شارا الزام لگائیں گے کہ ہم نے جان بوجھ کر وقت گزارنے کی کوشش کی ہے"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔ آصف نے کندھے اچکائے۔

"انسپکٹر جمشید.... آپ اس خیال میں نہ رہیں کہ ہم اس عمارت میں کچھ نہیں کر سکتے اور یہ کہ اب آپ لوگ بندھے ہوئے نہیں ہیں.... ہم اب بھی سب کچھ کر سکتے ہیں.... آپ بس کہانی سنا دیں جلدی سے.... چھے گھنٹے اب آپ سے نہیں گزر سکیں گے"۔

"او کے.... میں بھی یہی سوچ رہا ہوں"۔ وہ مسکرائے۔

"تو پھر ہو جائیں شروع"۔

"یہ کہانی اس وقت شروع ہوئی.... جب صدر صاحب نے ہمیں فون کیا اور بتایا کہ ایک وفد انشارجہ سے ہمارے ملک میں پہنچ رہا ہے.... انشارجہ کی حکومت ہم سے کچھ دوستانہ معاہدے کرنا چاہتی ہے.... جب کہ ان کے اپنے ملک میں حکومت مخالف ایک سیاسی پارٹی ہے.... جو اس قسم کے تعلقات کے بالکل خلاف ہے.... چنانچہ وہ اس وفد کے راستے میں ہر ممکن رکاوٹ ڈالے گی.... اس لیے اس وفد کی حفاظت کی ذمے داری ہم لوگوں پر ہو گی.... پھر وفد دارالحکومت میں پہنچ گیا.... ادھر وفد آیا' ادھر گڑبڑ کے آثار شروع ہو گئے.... مجھے ایک شخص کی طرف سے دھمکی بھی ملی.... دھمکی دینے والا آدمی راٹو تھا.... اس سے ظاہر ہوا کہ ضرور حکومت کے خلاف لوگ کچھ کر کے رہیں گے.... چنانچہ ہم نے انہیں اس عمارت میں ٹھہرانے کا پروگرام ختم کر دیا جس میں ٹھہرایا جانا طے تھا.... اور انہیں اپنی ایک ذاتی خفیہ عمارت میں لے گئے.... لیکن وہاں پہنچتے ہی حیرت کا سامنا کرنا پڑا.... اس لیے کہ عمارت کے اندر سے ایک عدد بم ملا.... پھر دوسرا بم ملا.... جب کہ باہر سے کوئی بھی اندر نہیں گیا.... صرف مہمان وفد اندر تھا یا ہم لوگ.... ان حالات نے ہمیں پریشان کر دیا.... ہم اور محتاط ہو گئے.... فکرمند ہو گئے.... دوسری طرف وفد کے ارکان کا رویہ عجیب و غریب تھا.... وہ ہم سے تعاون نہیں کر رہے تھے.... وفد کے سربراہ پیٹر ڈولی

تھے.... جو گونگے تھے.... ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ ایک گونگے شخص کو آخر اس وفد کا سربراہ بنانے کی کیا ضرورت تھی.... اگر پیٹر ڈوئی کو وفد میں شامل کرنا اتنا ہی ضروری تھا تو انہیں سربراہ تو کم از کم نہ بنایا جاتا.... دوسری طرف مسٹر لاری اور مس ریٹا کی آوازیں سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے.... اس وقت مجھے یہ تو معلوم نہیں تھا کہ یہ دونوں دراصل بگران اور شارا ہیں.... کیونکہ انہیں شکلیں تبدیل کرنے کے لیے میک اپ کرنے کی ضرورت نہیں ہے.... یہ تو اس کے بغیر اپنے حلیے تبدیل کر لیتے ہیں.... لیکن ان کی آوازیں سن کر میرے اندر ایک طوفان سا اٹھتا تھا.... اس طوفان نے مجھے خبردار کر دیا اور میں اور زیادہ احتیاط کرنے پر تل گیا۔

ہم نے ہر ممکن کوشش کی کہ کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے.... کچھ نہ ہو.... وفد خیریت سے یہاں اپنا وقت پورا کرے اور واپس انشارجہ چلا جائے.... لیکن افسوس.... ایسا نہ ہو سکا.... اور گڑبڑ ہو کر رہی.... دوسری بار بھی عمارت کے اندر سے بم ملا تو ہم پریشان ہو گئے.... چھان بین کی.... لیکن یہ پتا نہ چلا سکے کہ بم اندر کس نے رکھا.... میرے اندر اٹھنے والا طوفان زور پکڑ رہا تھا.... میں اس طوفان کو کسی طرح دبانے میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا.... پروفیسر داؤد صاحب کے آلات کی مدد بھی لی گئی.... لیکن حادثہ ہونے سے پہلے ہم کچھ معلوم نہ کر سکے اور آخر کار حادثہ ہو گیا.... سربراہ پیٹر ڈوئی کا قتل ہو گیا"۔

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے.... دوسرے انتظار کرنے لگے.... جب کافی دیر گزر گئی اور وہ کچھ نہ بولے تو بگران پکار اٹھا۔

"اس طرح آپ وقت حاصل کر رہے ہیں.... آپ خاموش کیوں ہو گئے.... بات جاری رکھیں.... ہم آپ کو یہ کہانی چھے گھنٹے جاری نہیں رکھنے دیں گے"۔

"اوہ نہیں.... کہانی اس قدر لمبی تو ہو بھی نہیں سکتی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے

"تب پھر بیان کریں.... کیوں چپ ہو گئے"۔

"میں ذرا کہانی کا تانا بانا جوڑنے لگ گیا تھا"۔ وہ مسکرائے۔

"یہ کام آپ کو کہانی شروع کرنے سے پہلے کر لینا چاہیے تھا"۔

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں.... لیکن کبھی کبھی ذہن میں معاملات گڈمڈ بھی ہو جاتے ہیں.... ان کو یک جا کرنا پڑتا ہے.... آپ تو اتنی ہی مہلت دینے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں"۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔

"خیر.... آپ کر لیں اپنے ذہن میں واقعات یک جا"۔ شارا نے جل کر کہا۔

"شکریہ! کر چکا.... اب سنئے.... ہم سب اپنے کمروں میں تھے کہ ہم نے ایک چیخ سنی.... بہت بھیانک اور لرزہ خیز چیخ.... اس قدر لرزہ

خیز کہ ہم سب ہل کر رہ گئے.... اور کمروں سے نکل آئے.... بعد میں پتا چلا کہ پیٹر ڈوئی کی لاش ان کے کمرے میں پڑی ہے اور دروازہ اندر سے بند ہے.... لاش کھلی کھڑکی سے دیکھی گئی.... جو کہ دوسری طرف کھلتی تھی.... اور اس طرف جانے کے لیے چکر کاٹ کر جانا پڑتا تھا.... سب سے پہلی حیرت تو یہ ہونا چاہیے تھی کہ ایک گونگا چیخ کیسے پڑا.... لیکن.... اس پر حیرت بہت بعد میں ہوئی.... دوسری حیرت اس بات پر تھی کہ کھڑکی کے پاس سے کوئی اپنے کمرے تک کیسے آگیا.... یعنی اس قدر جلد کہ چیخ پہلے سنائی دی اور وہ اپنے کمرے سے بعد میں نکلا.... کیونکہ سب لوگ ایک دوسرے کے سامنے کمروں سے نکلے تھے.... اور چیخ سننے کے نصف منٹ تک سب نکل آئے تھے.... جب کہ کھڑکی سے کمرے تک کا فاصلہ ڈیڑھ منٹ کا ہے.... ایک لمبا چوڑا باغ عبور کرنا پڑتا ہے اس کام کے لیے.... لہٰذا کیس میں سب سے زیادہ چکر والی بات یہ تھی.... لیکن ہم سب بلاوجہ چکرا رہے تھے.... اور اس میں چکرانے والی بات کوئی نہیں تھی"۔

"کیا مطلب؟" صدر اور دوسرے ایک ساتھ بولے۔

○☆○

خوفناک بات

"تم نے کیا کہا جمشید.... اس میں چکرانے والی بات کوئی نہیں تھی"۔ صدر صاحب مارے حیرت کے بولے۔

"ہاں! کوئی نہیں تھی"۔ وہ مسکرائے۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو جمشید.... ہم سمجھے نہیں"۔

"یہ وفد بنایا گیا.... ایک سازش کے تحت بنایا گیا تھا.... اور سازش یہ تھی کہ پیٹر ڈوئی کو وہاں لے جا کر قتل کر دیا جائے گا"۔

"کیا مطلب؟" کئی حیرت زدہ آوازیں ابھریں۔

"ہاں جناب.... یہ انشارجہ سے ہی یہ پروگرام طے کر کے چلے تھے کہ پیٹر ڈوئی کو قتل کر دیا جائے گا.... اس وقت جب کہ ہم ان کی حفاظت پر مامور ہوں گے.... اور اس قتل کا الزام مجھ پر عاید کیا جائے گا.... پھر حکومت سے کہا جائے گا.... انسپکٹر جمشید کو ہمارے حوالے کرو.... جس طرح اس سے پہلے بھی یہ لوگ ہمارے ملک کے دو تین آدمیوں کو الزامات لگا کر لے جا چکے ہیں کہ انہوں نے ان کے ملک کے کچھ لوگوں کو ہلاک کیا اور یہ ہماری حکومت کی کمزوری تھی کہ انہیں

انشارجہ کے حوالے کر دیا.... حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ اگر کسی پر کوئی الزام ہے.... تو یہیں کی عدالت میں اس پر مقدمہ چلایا جائے.... بے شک انشارجہ کے وکیل آ کر مقدمہ لڑیں.... لیکن یہ غلط ہے کہ ہم اپنے شہری کو ان کے حوالے کر دیں.... اور پھر وہ وہاں زبردستی اسے مجرم ثابت کر کے پھانسی پر چڑھا دیں.... میں کم از کم اس طریقے کے خلاف ہوں اور بالکل اس کو پسند نہیں کرتا.... ہاں تو میرے بارے میں اس بار انہوں نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ انشارجہ کی عدالت سے مجھے موت کی سزا سنا دی جائے.... اور اس طرح یہ میری موت کا تماشا دیکھنا چاہتے تھے"۔

"نہیں جمشید.... تم غلط کہتے ہو"۔ صدر نے پرزور انداز میں سر ہلایا۔

"جی.... کیا مطلب.... میں نے کیا بات غلط کہی ہے"۔

"یہ کہ یہ لوگ پہلے ہی پیٹر ڈوئی کے قتل کا پروگرام بنا کر آئے تھے.... کوئی بھی شخص اپنے قتل کی سازش میں شریک نہیں ہو سکتا.... لہٰذا پیٹر ڈوئی یہ کس طرح منظور کر سکتا تھا"۔

"آپ غلط سمجھے سر.... پیٹر ڈوئی بے چارے کو بالکل معلوم نہیں تھا.... کہ ان کا منصوبہ کیا ہے"۔ انہوں نے فوراً کہا۔

"چلو خیر.... ہو سکتا ہے یہی بات ہو.... لیکن میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ تمہارا خیال غلط ہے.... یہ لوگ یہ منصوبہ بنا کر نہیں آئے

تھے"۔

"کیوں.... اب آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں"۔

"اس طرح جمشید.... کہ یہ اپنے ایک آدمی کا خون کیونکر کرنا پسند کر سکتے تھے"۔

"ہاں! یہ بات آپ کی زیادہ پر زور ہے"۔

"تو پھر تمہارا خیال غلط ہوا نا"۔

"نہیں.... میرا خیال غلط نہیں ہے.... یہ پیٹر ڈوئی کے قتل کا پروگرام بنا کر آئے تھے.... اور پیٹر ڈوئی کا قاتل جوزف شرنام ہے"۔

"واہ.... کیا بات کہی.... خنجر ملا ان کی اپنی الماری سے.... اور قاتل میں ہوں.... اور خنجر پر میری انگلیوں کے نشانات کیوں نہیں ہیں"۔

"خنجر کا دستہ ہی خون آلود تھا.... وہاں نشانات کہاں ملتے"۔

"تب پھر میں کس طرح قاتل ہوا"۔ جوزف شرنام نے کہا۔

"ہمارے پاس آپ کے خلاف ثبوت ہے.... لیکن چونکہ پیٹر ڈوئی آپ کا اپنا آدمی تھا.... یا نہیں تھا.... ہمیں اس سے غرض نہیں.... ہمیں غرض اس سے ہے کہ میں قاتل نہیں ہوں"۔

"اوہو.... میرے خلاف ثبوت کیا ہے"۔

"فاروق.... تمہیں خنجر پر لگی ایک چیز ملی تھی.... لیکن نہیں.... ایک منٹ ٹھہرو.... پہلے میں مسٹر جوزف سے بات کر لوں.... مسٹر جوزف

کیا آپ قاتل نہیں ہیں نا"۔

"نہیں.... بالکل نہیں"۔

"آپ لوگوں نے ان کا بیان سنا.... نہ انہوں نے پیٹر ڈوئی کو قتل کیا.... نہ انہوں نے خون آلود خنجر میری الماری میں رکھا.... یہ میرے کمرے میں کسی ضرورت کے تحت گئے"۔

"ہاں ہاں ہاں.... یہی بات ہے.... تو پھر؟" جوزف شرنام نے چیخ کر کہا۔

"اس سے پھر یہ ہے کہ ہمیں خنجر پر لگی ایک چیز ملی ہے اور وہ آپ کی ہے"۔

"کیا مطلب.... خنجر پر لگی ایک چیز.... میں سمجھا نہیں"۔

دوسرے بھی اس لمحے بہت حیرت زدہ نظر آئے۔

"ہاں جناب.... خنجر پر لگی ایک چیز.... ایک لمبا سا بال.... آپ کے بال ان سب سے لمبے ہیں اور ہم سب سے بھی.... اور آپ کے بالوں کا رنگ بھی وہی ہے.... جو اس بال کا ہے.... فاروق وہ بال سب کو دکھا دو"۔

"فاروق نے جیب سے ایک پڑیا نکالی اور اس کو کھول کر بال نکال کر سب کے سامنے لہرایا.... ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں"۔

"کیا خیال ہے.... یہ بال آپ کا ہے یا نہیں"۔

"ہاں! یہ میرا ہے.... اور میں نے ہی پیٹر ڈوئی کو قتل کیا ہے.... ہی آپ خود کہہ چکے ہیں.... کہ آپ کو یہاں مقدمہ چلانے کی ضرورت ہیں.... اب میں جانوں.... میری حکومت جانے"۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے.... آپ لوگ جا سکتے ہیں.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"ارے ارے.... یہ کیا.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ بگران چلا اٹھا۔

"کیوں جناب! آپ کو کیا ہوا؟"

"مجھے کیا ہوتا.... وہ خون کے گروپ کا مسئلہ تو رہ ہی گیا.... اس کہانی میں اس کا ذکر کب آیا ہے"۔

"اوہ ہاں واقعی.... واقعی.... یہ پہلو تو رہ ہی گیا"۔

"اسی پہلو کی وجہ سے تو ہم پھر یہاں آئے ہیں اور آپ کے ساتھ اس قدر کوشش کی گئی ہے"۔

"آپ مسٹر جوزف شرنام کو انشارجہ لے جائیں.... میں فون پر آپ کو بتا دوں گا"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... آپ کو یہیں بتانا ہو گا.... یہی بات طے ہوئی تھی.... کیوں صاحب صدر"۔ شارا نے جھلا کر کہا۔

"بالکل یہی طے ہوا تھا.... جمشید.... تم بتا دو"۔

"جی.... کیا فرمایا.... بتا دوں"۔

"ہاں بتا دو"۔

"یہ سن نہیں سکیں گے.... آپے سے باہر ہو جائیں گے"۔

"کیا مطلب.... کیوں آپے سے باہر ہو جائیں گے.... صرف اتنی سی بات تمہیں بتانا ہے نا.... کہ پیٹر ڈوئی کے خون کا گروپ کیسے بدل گیا"۔

"ہاں سر.... بات صرف اتنی سی ہے.... لیکن اتنی سی بات سن کر یہ آپے سے باہر ہو جائیں گے"۔

"حد ہو گئی.... ہم کیوں ہونے لگے آپے سے باہر؟"

"کیا آپ وعدہ کرتے ہیں.... پوری بات سن کر یہاں سے سیدھے انشارجہ روانہ ہو جائیں گے"۔

"آپ کا مطلب ہے.... ہم ایک آدھ روز بھی یہاں نہ ٹھہریں"۔

"جی ہاں بالکل! آپ کو یہیں سے جانا ہو گا"۔

"یہ شرط طے نہیں ہوئی تھی.... کیوں صاحب صدر؟" شارا نے چمک کر کہا۔

"یہ شرط طے نہیں ہوئی تھی.... لیکن ساری کہانی سننے کے بعد اور یہ بات سامنے آ جانے کے بعد کہ آپ یہاں ہمارے خلاف سازش بنا کر آئے تھے.... ہم کیونکر آپ کا یہاں ٹھہرے رہنا پسند کر سکتے ہیں"۔

"تو آپ نہ کیجئے گا.... ہمیں نکال باہر کیجئے گا"۔

"ہم جانتے ہیں.... یہ ہمارے لیے آسان نہیں ہو گا.... آپ کسی کے بھی حلیے میں ادھر ادھر ہو جائیں گے.... لہٰذا پہلے وعدہ کریں.... آپ فوراً یہاں سے روانہ ہو جائیں گے"۔

"تب بھی کیا ہے انسپکٹر جمشید.... ہم تو تمہارے ملک میں کسی وقت آ سکتے ہیں.... اور تم اور تمہارے ملک کی پوری پولیس اور فوج مل کر بھی ہمیں آنے سے روک نہیں سکتی.... کیونکہ کسی کو نہیں چلے گا.... ہم کس کے روپ میں یہاں آ گئے ہیں"۔

"آپ خوش فہمی میں مبتلا ہیں مسٹر ہگران"۔ خان رحمان بول

"کیسے؟" اس نے انہیں گھورا۔

"کیا لاری اور ریٹا کے روپ میں دیکھ کر انسپکٹر جمشید کو احساس ہو گیا تھا کہ معاملہ گڑبڑ ہے"۔

"ہاں! لیکن یہ تو اس وجہ سے ہوا ہم آپ لوگوں کے نزدیک دور رہنے کی صورت میں انسپکٹر جمشید کو کیسے معلوم ہو سکے گا"۔

"دیکھا جائے گا.... یہ اس وقت کا مسئلہ نہیں ہے"۔

"تب پھر آپ خون کے گروپ کی بات کریں"۔

"صاحب صدر.... کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں"۔

"ہاں! معاملہ یہی طے ہوا تھا.... لہٰذا انہیں بتانا ہو گا"۔ انہوں نے کہا۔

"جو آپ کا حکم.... ویسے میں چاہتا تھا.... ابھی یہ بات ان لوگوں کو نہ بتائی جائے"۔

"لیکن جمشید.... ہم ایک بات طے کر چکے ہیں"۔

"او کے سر.... لیجئے میں بتانے لگا ہوں.... جس وقت ہماری ملاقات آپ نے وفد کے ارکان سے کرائی.... تو مجھے بہت حیرت ہوئی"۔

"کس بات پر؟" بگران نے منہ بنایا۔

"اس بات پر کہ اس وفد کا سربراہ گونگا کیوں ہے.... ایک گونگے آدمی کو آخر وفد کا سربراہ بنانے کی کیا ضرورت تھی.... کیا ان میں ان کے مقابلے پر اور کسی آدمی میں قابلیت نہیں تھی.... اس خیال نے مجھے الجھن میں ڈال دیا.... میں سوچتا رہا.... سوچتا رہا.... اور پریشان ہوتا رہا.... پھر اچانک مجھے ایک خوفناک بات معلوم ہو گئی"۔ وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئے۔

"خوفناک بات.... کیا مطلب؟"

"جی ہاں.... بہت خوفناک بات.... میں نے جب پیٹر ڈوئی کو غور سے دیکھا.... بہت غور سے دیکھا تو میں جان گیا"۔

"کیا جان گئے.... جمشید.... تم ہم سب کو بہت زبردست طور پر سسپنس میں مبتلا کر چکے ہو.... بلکہ اس کوشش میں پوری طرح کامیاب ہو چکے ہو.... اس لیے مہربانی فرما کر اب اور سسپنس میں نہ ڈالو"۔ صدر

صاحب نے گھبرا کر کہا۔

باقی لوگ مسکرا دیے.... البتہ بگران، شارا اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر مسکراہٹ کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

"کیا کیا جائے سر.... بعض معاملات ہی ایسے ہوتے ہیں.... کہ ان میں سسپنس کو بگھارنا پڑتا ہے"۔ انہوں نے شرما کر کہا۔

"ہاں ہاں.... میں کہہ تو رہا ہوں.... بہت سسپنس پیدا ہو چلا ہے.... اب مزید کی گنجائش نہیں"۔

"لیکن سر.... معاملہ اس کے الٹ ہے"۔

"معاملہ اس کے الٹ ہے.... کیا مطلب؟"

"جی ہاں.... جب میں اگلی بات کروں گا تو سسپنس میں اور اضافہ ہو جائے گا"۔

"اوہو اچھا.... خیر بھئی.... پھر تو مجبوری ہے.... کر ڈالو اضافہ"۔

"تو پھر سنئے.... جب میں نے بہت زیادہ غور سے پیٹر ڈوئی کو دیکھا تو وہ پیٹر ڈوئی نہیں تھا۔

"کیا مطلب.... یہ کیا بات ہوئی"

کئی آوازیں بلند ہوئیں.... اب سب کے چہروں پر حیرت ہی حیرت نظر آنے لگی.... اب واقعی سسپنس میں حد درجے اضافہ ہو چکا تھا۔

○☆○

کہانی

چند لمحے تک سب لوگ انہیں ٹکر ٹکر دیکھتے رہے' آخر صدر صاحب نے کہا۔

"بات پلے نہیں پڑی جمشید.... آخر اس جملے سے تمہارا کیا مطلب ہے کہ پیٹر ڈوئی' پیٹر ڈوئی نہیں تھا"۔

"میں نے یہی کہا ہے سر.... اور بالکل ٹھیک کہا ہے.... میرے اس جملے کے بعد ذرا آپ بگران اور ان کے ساتھیوں کے چہروں کو دیکھئے.... ان چہروں پر اب کیا نظر آ رہا ہے"۔

ان کے چہرے ان لوگوں کی طرف گھوم گئے.... وہاں حیرت ہی حیرت نظر آ رہی تھی.... اور اس حیرت میں نفرت کا سمندر بھی شامل ہو گیا تھا.... اور یہ نفرت صرف اور صرف جمشید کے لیے ہی تھی.... اس لیے کہ انہی کے خلاف وہ منصوبہ بنا کر لائے تھے.... انہیں اپنے ملک میں پھانسی کی سزا دلوانے کا منصوبہ.... لیکن ان کا منصوبہ بہت بری طرح ناکام ہو گیا تھا.... نہ صرف یہ کہ وہ انسپکٹر جمشید کو پھانسی کی سزا نہیں دلوا سکتے تھے.... بلکہ الٹا یہ منصوبہ اب ان کے لیے پریشان کن ثابت

ہو رہا تھا.... انسپکٹر جمشید پرسکون انداز میں کہہ رہے تھے۔

"میں نے جب بہت غور سے ان کے چہرے کو دیکھا تو وہ پیٹر ڈوئی کا تھا ہی نہیں.... کسی اور کا چہرہ تھا.... اور وہ چہرہ جو کسی اور کا تھا.... مجھے جانا پہچانا نظر آیا"۔

"کیا مطلب؟" ایک بار پھر آوازیں ابھریں۔

"آج سے دس سال پہلے ہم نے اپنا ایک بہترین آدمی تربیت دے کر انشارجہ بھیجا تھا.... تاکہ وہ وہاں جاسوسی کے فرائض انجام دے.... اور انشارجہ کی خفیہ خبریں حاصل کر کے ہمیں بھیجا کرے.... جس طرح دوسرے ملک ہمارے ملک میں اپنے جاسوس بھیج دیتے ہیں.... یا ہمارے ملک کے کچھ غداروں کو خرید کر ان سے خبریں حاصل کرنا شروع کر دیتے ہیں.... وہ نوجوان کچھ مدت تک اپنے فرائض بخوبی انجام دیتا رہا.... لیکن پھر اتفاقی طور پر اس سے کوئی غلطی ہو گئی.... اپنی اسی غلطی کی وجہ سے وہ پکڑا گیا اور اس کے بعد اس کی طرف سے کوئی اطلاع نہ مل سکی.... نہ ہمیں اس کا کوئی سراغ مل سکا.... ہم نے خیال کیا کہ وہ پکڑا گیا ہے.... اس کا سراغ دوسرے جاسوسوں کے ذریعے لگانے کی کوششیں بھی کی گئیں.... لیکن ہمارے جاسوس کوئی بات اس کے بارے میں معلوم نہ کر سکے.... پھر بھی ہم نے کوشش جاری رکھی.... اور دس سال بعد وہ نوجوان مجھے پیٹر ڈوئی کی صورت میں نظر آیا"۔

"کیا!!!" اس بار تو سب کے سب اچھلے تھے.... سوائے انسپکٹر جمشید کے اپنے ساتھیوں کے.... کیونکہ ان سب کو ساری صورت حال ابتدا سے معلوم تھی۔

"کیا کہہ رہے ہو جمشید؟" صدر صاحب مارے حیرت کے بولے۔

"ہاں سر.... منصوبہ یہ تھا کہ ارشاد حاتمی کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی جائے.... اس کا حلیہ مستقل طور پر اس طرح تبدیل کر دیا جائے کہ کوئی بڑے سے بڑا ماہر بھی معلوم نہ کر سکے.... کہ وہ کون ہے' چنانچہ ہمارے نوجوان ارشاد حاتمی کا چہرہ تبدیل کیا گیا.... اسے پیٹر ڈوئی کا نام دیا گیا.... اور وفد کا سربراہ بنا کر ادھر لایا گیا.... پروگرام یہ تھا کہ یہاں لا کر میری موجودگی میں ارشاد حاتمی کو قتل کیا جائے اور قتل کا سارا الزام مجھ پر تھوپا جائے.... یعنی خون آلود خنجر میرے کمرے میں یا میری الماری میں رکھ کر اور ساتھ میں دنیا بھر کے اخبارات اور ریڈیو اور ٹی وی کے نمائندوں کو جمع کر لیا جائے.... تاکہ پوری دنیا میں یہ خبر پھیل جائے کہ انسپکٹر جمشید نے انشارجہ کے وفد کے سربراہ کو قتل کر دیا ہے اور یہ کہ ان پر مقدمہ انشارجہ کی عدالت میں چلے گا.... یہ تھا ان کا منصوبہ.... لیکن ان کی بدقسمتی کہ اس قدر زبردست تبدیلی کے باوجود میں نے ان کی حرکات' سکنات' یعنی ہاتھ پیر ہلانے کے انداز' چلنے' اٹھنے' بیٹھنے کے انداز سے جان لیا کہ وہ ارشاد حاتمی ہے.... اس لیے کہ ارشاد حاتمی میرے اپنے محکمے کا آدمی تھا.... اور میں نے ہی اسے تربیت

دی تھی.... اسے وفد کے سربراہ کی صورت میں دیکھ کر میری توشی گم ہو گئی.... حواس گم ہوتے محسوس ہوئے.... شدید ترین خطرے کا احساس ہوا.... میں سوچ میں ڈوب گیا کہ آخر یہ کرنا کیا چاہتے ہیں.... آخر میں نے اندازہ لگایا کہ ان کے ارادے نیک تو ہرگز نہیں ہیں.... لہٰذا میں حرکت میں آ گیا.... پہلا کام میں نے یہ کیا کہ جس سرکاری عمارت میں انہیں ٹھہرایا جانا تھا.... اس کو میں نے ان فٹ کر دیا.... اور انہیں اپنی ایک ذاتی عمارت میں ٹھہرانے کا پروگرام بنایا.... ادھر یہ لوگ خود کو صاف بچانے کے لیے یہ ظاہر کر رہے تھے کہ ان کی حکومت کی مخالف سیاسی جماعت اس وفد کے بالکل خلاف ہے اور وہ نقصان پہنچانے کی ہر حال میں کوشش کرے گی.... اسی بنیاد پر انہوں نے حفاظت کی ذمے داری مجھے دلوائی.... کیونکہ منصوبہ جو مجھے پھانسنے کا تھا.... میں انہیں اپنی عمارت میں لے آیا.... اب مجھے کچھ اطمینان ہوا' اس لیے کہ اس عمارت کے راز یہ لوگ نہیں جانتے تھے.... میں جانتا تھا.... میرے ذہن میں یہ خطرہ موجود تھا کہ یہ لوگ اس چکر میں ضرور ارشاد حاتمی کو نقصان پہنچائیں گے.... اور انہیں بچانا ہی اصل کام تھا.... لہٰذا میں نے ان لوگوں کو یہاں لانے سے پہلے ہی ایک کام اور کیا تھا"۔

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے.... دوسرے انتظار کرنے لگے.... آخر صدر صاحب بول اٹھے۔

"اور وہ کام کیا تھا جمشید.... تم خاموش کیوں ہو گئے؟"

"وہ کام یہ تھا کہ میں نے یہاں دو آدمی بھجوا دیے تھے.... ایک ان میں میک اپ کے بہت بڑے ماہر تھے.... دوسرا ان میں انشارجہ کا ایک جاسوس تھا"۔

"کیا مطلب؟" اس بار بگران اور شارا اور ان کے تمام ساتھی بری طرح اچھلے۔

"ہاں جناب.... میں نے اس منصوبے کا جواب ترکی بہ ترکی دینے کا فیصلہ کیا تھا.... میں نے ان ماہر کو پیٹر ڈوئی کی تصاویر دکھائیں.... پھر عمارت میں کام کاج کرنے والے ملازم کے روپ میں اس نے خود بھی پیٹر ڈوئی کا بہت اچھی طرح جائزہ لیا اور ایک خفیہ کمرے میں انشارجہ کے گرفتار شدہ جاسوس کے چہرے کو پیٹر ڈوئی کے چہرے میں بدلتا رہا.... انہوں نے مسلسل کام کیا.... اور آخر کار پیٹر ڈوئی کا چہرہ بالکل اس جاسوس کا بنا دیا"۔

"میں اس کہانی کو نہیں مانتا جمشید"۔ صدر صاحب نے برا سا منہ بنایا۔

یہ سن کر انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"اور تم مسکرائے کیوں"۔

"اس لیے کہ آپ کو اور یہاں موجود باقی لوگوں کو یہی بات کہنا چاہیے تھی.... پہلا سوال تو یہ ہے آپ کا کہ ارشاد حاتمی نے کس طرح

پیٹر ڈوئی بننا قبول کر لیا.... اور ہمارے پاس موجود انشارجہ کے جاسوس نے کس طرح پیٹر ڈوئی بننا منظور کر لیا؟"

"ہاں! یہی بات میں کہنا چاہتا تھا"۔

"تو اس کا جواب سن لیں.... ارشاد حاتمی کی برین واشنگ تو پہلے ہی کر دی گئی تھی.... یہاں لانے سے پہلے اس پر ہپناٹزم بھی کیا گیا.... اور ہدایات دی گئیں کہ وہ پیٹر ڈوئی ہے.... اور گونگا ہے.... کچھ بول نہیں سکتا اور بس.... گونگا اس لیے بتایا کہ کہیں میں اس کی آواز نہ پہچان لوں.... یہی حربہ میں نے استعمال کیا.... جاسوس کی برین واشنگ تو ہم پہلے ہی کر چکے تھے.... یعنی جب اس منصوبہ کا مجھے پتا تک نہ تھا.... لہٰذا میں نے اس پر ہپناٹزم بھی کر ڈالا.... اب وہ پیٹر ڈوئی تھا"۔

"چلو مان لیا.... لیکن تم نے ادل بدل کیسے کر دیا.... یعنی ارشاد حاتمی کی جگہ اس جاسوس کو کیسے پہنچا دیا.... اور ارشاد حاتمی کو کیسے نکال لیا؟" صدر بولے۔

"ہاں سر.... یہ سوال بھی اہم ہے.... لیکن میرے لیے نہیں.... میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس عمارت کے بارے میں میں جانتا ہوں.... یہ لوگ نہیں جانتے.... اس عمارت کے ہر کمرے میں ایک خفیہ راستا کھلتا ہے.... وہ راستا عمارت کے اندر جاتا ہے.... لہٰذا میں اس راستے سے جاسوس کو اندر لے گیا اور ارشاد حاتمی کو وہاں سے نکال لایا.... انہیں نکال کر لانے کے لیے البتہ انہیں بے ہوش کرنا پڑا تھا.... جب کہ

جاسوس کو بے ہوش کرنے کی بھی ضرورت پیش نہیں آئی تھی.... اسے تو چیانزم کی صورت میں پہلے ہی ہدایات دے دی گئی تھیں"۔

"ہوں! اب بات بنی"۔ صدر مسکرائے۔

"کیا مطلب.... جو شخص قتل ہوا.... وہ ہمارا اپنا آدمی تھا"۔ بگران چلا اٹھا۔

"ہاں جناب.... وہ آپ کا اپنا آدمی تھا.... آپ کے ہاتھوں مارا گیا.... اسی لیے اس کے خون کا گروپ وہ نہیں تھا.... جو آپ کے ساتھ آنے والے پیٹر ڈوئی عرف ارشاد حاتمی کا تھا.... اور ارشاد حاتمی کا خون کا گروپ وہ نہیں تھا.... جو پیٹر ڈوئی کے اصل کاغذات میں تھا.... اصل پیٹر ڈوئی بے چارہ تو نہ جانے کب کا مر چکا ہے.... ایک مرے ہوئے آدمی کا روپ ارشاد حاتمی کو دیا گیا تھا.... لیکن یہ منصوبہ ترتیب دینے والے یہ بھول گئے کہ خون کا گروپ بھی کوئی چیز ہے اور جاسوس کو قتل کرنے والا مسٹر جوزف یہ بھول گیا کہ ہر قاتل سے کوئی نہ کوئی غلطی ضرور ہوتی ہے.... جو اسے مجرم ثابت کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے.... اور میرا خیال ہے.... پروفیسر بگران اس سے بڑی شکست آپ کو آج تک نہیں ہوئی ہو گی.... کیا خیال ہے آپ کا"۔

"سوال یہ ہے کہ ارشاد حاتمی اب کہاں ہے؟" بگران نے پرسکون آواز میں کہا۔

"واہ.... کیا سوال ہے؟" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"مطلب یہ کہ آپ اس سوال کا جواب نہیں دیں گے"۔

"بھلا میں آپ کو کیسے بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں"۔

"لیکن ہم معلوم کر لیں گے.... انسپکٹر جمشید اس بات کو لکھ لیں.... ہم اس کا کھوج لگا لیں گے"۔

"ضرور کوشش کریں"۔

"اس دھمکی کے بعد جمشید.... ہم انہیں یہاں سے جانے ہی کیوں دیں؟" صدر بولے۔

"آپ الٹ کہہ گئے صاحب صدر"۔ بگران ہنسا۔

"کیا مطلب.... میں کیا الٹ کہہ گیا"۔

"ساری بات معلوم ہونے کے بعد اب ہم تم سب کو ختم کیے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے.... ہمارے یہ چھے ساتھی ضرور چلے جائیں گے.... ہم تم لوگوں کو ختم کرنے کے بعد بھی نہیں جائیں گے.... اور ارشاد حاتمی کو تلاش کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے.... اس بات کو لکھ لیں"۔

"اسی لیے میں اس قدر مہلت چاہتا تھا"۔ انسپکٹر جمشید بھرپور انداز میں مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"مطلب یہ کہ ارشاد حاتمی اب اس دنیا میں پیٹر ڈوئی کی شکل و صورت میں آپ کو نہیں ملے گا.... اس دوران ہم نے یہی تو کام کیا

ہے.... اب ان کا حلیہ تبدیل کر دیا گیا ہے.... ان کی حرکات و سکنات تبدیل کرائی ہیں.... ان کی آواز بھی مستقل طور پر تبدیل کرا دی ہے.... اب تک وہ ایک ایسی جگہ پہنچنے کے قریب ہوں گے کہ اس کے بارے میں آپ لوگ سوچ بھی نہیں سکیں گے.... صرف چھ گھنٹے بعد وہ وہاں پہنچ چکے ہوں گے.... ان کے ساتھ ہی وہ ماہر ہیں.... جنہوں نے یہ کام کیا ہے.... انہوں نے تو اپنے حلیے میں بھی مستقل طور پر تبدیلی کر لی ہے"۔

"اوہ.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"تب پھر انسپکٹر جمشید.... ہم اب آپ سب کو ختم کر کے ان کی تلاش میں نکل رہے ہیں.... اور ہم ان تک پہنچ جائیں گے"۔

"نہیں.... اب وہ آپ کو نہیں مل سکیں گے"۔

"دیکھا جائے گا.... ہم ان کی تلاش میں نکلیں گے ضرور.... چلو شارا شروع ہو جاؤ.... ان سب کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے"۔

"یہ کیا مشکل ہے"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ اپنی جیب کی طرف گیا.... اور بگران کا ہاتھ اپنی جیب کی طرف گیا.... لیکن پھر وہ دونوں دھک سے رہ گئے۔

"آپ لوگ شاید ان لائٹروں کو تلاش کر رہے ہیں"۔ فرزانہ کی آواز سنائی دی' اس کے اور فرحت کے ہاتھوں میں دو لائٹر نظر آئے۔

"یہ.... یہ تم دونوں نے کب نکال لیے"۔

"آپ دونوں سگریٹ نہیں پیتے.... لیکن ان لائٹروں کو آپ بار بار نکال کر دیکھتے رہے ہیں.... اس چیز نے ہمیں شک میں مبتلا کر دیا تھا اور یہ ہم نے بہت پہلے پار کر دیے تھے.... کیا ان میں سے گولیاں نکلتی ہیں؟"

"لاؤ.... بتاتے ہیں.... کیا نکلتا ہے"۔ بگران ہنسا۔

"نہیں.... یہ ہمارے پاس ہی ٹھیک ہیں.... آگے آنے کی کوشش نہ کریں.... ورنہ ہم ان کے بٹن دبا دیں گے"۔

"ارے ارے.... ایسا غضب نہ کرنا"۔ بگران گھبرا گیا۔

"تب پھر ہاتھ اٹھا دیں.... گرفتاری دے دیں.... ہم آپ کو کچھ نہیں کہیں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔ انہوں نے کہا اور ہاتھ اٹھا دیے۔

"گرفتار کر لو بھئی انہیں"۔

وہاں موجود سادہ لباس والوں سے انہوں نے کہا' دس کے قریب سادہ لباس والے آگے بڑھے اور پھر وہ دس کے دس اچھلتے ہوئے ان پر آ گرے.... وہ سب بری طرح گرے اور پھر وہاں ایک ہولناک جنگ شروع ہو گئی.... بگران اور شارا کے باقی چھے ساتھی ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے تھے.... شاید وہ لڑائی بھڑائی کے کام سے بالکل واقف نہیں تھے.... ادھر سادہ لباس والے اور دوسرے لوگ بھی ایک طرف ہو گئے.... اور اب میدان میں صرف وہ تھے یا بگران اور شارا۔

"اس سب کے باوجود انسپکٹر جمشید.... جو تم نے بتا دیا.... اس قدر خوفناک شکست کے بعد بھی آخر کار فتح ہماری ہو گی"۔ بگران نے بلند آواز میں کہا تھا۔

"لیکن کیسے؟"

"ہم تم سب کو مار کر یہاں سے نکل جائیں گے اور ارشاد حاتمی کو تلاش کر لیں گے"۔

"نہیں.... کم از کم یہ نہیں ہو گا"۔ انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں نہیں ہو گا"۔

"تم انہیں تلاش نہیں کر سکو گے.... ان کے سلسلے میں ہم نے بہت احتیاط کی ہے.... اور جس جگہ انہیں پہنچنا ہے.... وہاں وہ پہنچ جائیں گے.... ان شاء اللہ"۔

"اور میں انہیں تلاش کر کے یہاں واپس لاؤں گا.... اور تم لوگوں کے سامنے موت کے گھاٹ اتاروں گا"۔

"اچھی بات ہے.... دیکھیں گے"۔

اب انہوں نے اچھل اچھل کر ان پر حملے شروع کیے.... وہ بہت مشکل سے ان کے وار روک پا رہے تھے۔

"یوں بات نہیں بنے گی.... میں اور انسپکٹر کامران مرزا.... بگران سے نبٹیں گے.... تم لوگ شارا کو قابو میں کر لو"۔

"بہت بہتر"۔ محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

"آؤ آؤ.... ضرور کوشش کرو اور منہ کی کھاؤ"۔ شارا ہنسی۔

انہوں نے شارا کے گرد گھیرا ڈال دیا.... اب وہ ان کے درمیان میں تھی۔

"دیکھو مس شارا.... خدا کے لیے شکست کھا جاؤ"۔ مکھن نے بوکھلا کر کہا۔

"کیا کہا.... شکست کھا جاؤں"۔ شارا ہنسی۔

"ہاں! آپ کا کیا جاتا ہے.... پہلے تھوڑی شکستیں کھا چکی ہیں.... ایک اور کھا لیں گے تو کون سا آپ کی بدنامی ہو جائے گی"۔ مکھن نے شوخ آواز میں کہا۔

"تمہاری تو ایسی کی تیسی"۔ یہ کہہ کر شارا نے اس پر چھلانگ لگائی اور اسے چھاپ بیٹھی.... دونوں ہاتھوں سے اس کا گلا دبوچ لیا۔

"ارے ارے.... یہ کیا کر رہی ہیں.... میرا گلا گھٹ جائے گا"۔ مکھن نے چلا کر کہا۔

ادھر باقی سب مل کر شارا پر ٹوٹ پڑے.... لیکن وہ تو جیسے لوہے کی بنی ہوئی تھی.... ان کی لاتیں مکے.... اس پر کوئی اثر نہیں کر رہے تھے.... اور مکھن کا برا حال تھا.... اس کی آنکھیں باہر کو ابل آئی تھیں.... فرزانہ کو اور تو کچھ نہ سوجھا.... اچھل کر شارا کی گردن میں ایک ہاتھ ڈال دیا.... وہ بھلا کب اس ہاتھ کی پروا کرنے والی تھی.... لیکن جب فرزانہ نے اپنے دوسرے ہاتھ کی دو انگلیاں اس کے نتھنوں

میں گھسیٹیں تو اس نے فوراً" محسن کو چھوڑ دیا اور اپنے دونوں ہاتھ پیچھے لا کر فرزانہ کی گردن کو پکڑا اور اوپر کی طرف اچھال دیا.... فرزانہ اوپر کی طرف گئی.... ایسے میں اس کی انگلیاں بھی نتھنوں سے نکل آئیں.... وہ سر کے بل زمین کی طرف آئی.... لیکن دونوں ہاتھوں کے ذریعے بال بال بچ گئی۔

"شکریہ فرزانہ"۔ محسن نے خوش ہو کر کہا۔

"بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی"۔ شارا جھلا کر پھر اس کی طرف پلٹی.... لیکن فوراً" رفعت اس کے راستے میں آ گئی.... شارا الٹ کر گری.... کیونکہ اس کے سامنے آتے ہی رفعت سر کے بل جھک گئی تھی.... اور وہ اس کی کمر پر گرتے ہوئے دوسری طرف الٹ گئی تھی.... جونہی وہ اٹھی.... محمود نے اس پر چھلانگ لگائی.... انہوں نے شارا کی دلدوز چیخ سنی۔

"ہائیں.... یہ چیخ کس کی تھی؟" آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"شارا کی.... بہرے ہو گیا؟" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"نہیں تو.... اگر بہرہ ہوتا تو یہ باتیں کیسے سنتا"۔ آفتاب مسکرایا۔

"ارے ارے.... وہ پھر آ رہی ہے"۔ شوکی چلایا۔

فرزانہ یہ دیکھے بغیر کہ شارا کس سمت سے وار کر رہی ہے.... لوٹ لگا گئی اور اس کی یہی حرکت اسے بچا گئی.... شارا اپنی جھونک میں

آگے نکل گئی اور دیوار سے جا ٹکرائی.... اس جگہ کے بالکل نزدیک انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا دونوں اس وقت بگران کے بازوؤں میں تھے.... اس نے دونوں بازوؤں سے ان دونوں کی گردنوں کو قابو میں کر رکھا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر وہ سب بوکھلا گئے۔

"کیا ہم مدد کو آئیں ابا جان؟" فاروق چلایا۔

"ہرگز نہیں.... شارا کی طرف دھیان رکھو.... اور یہ تم نے کیا کیا"۔ انسپکٹر جمشید دھاڑے۔

"جی.... کیا مطلب.... کیا کیا ہم نے؟"

"جب شارا دیوار سے ٹکرائی تو کھڑے منہ کیوں دیکھتے رہے.... اسی وقت اس پر کیوں ٹوٹ نہیں پڑے؟"

"غ.... غلطی ہو گئی"۔ محمود ہکلایا۔

عین اس لمحے شارا نے پھر ان پر چھلانگ لگائی.... اس کی دونوں ٹانگیں فاروق کے پیٹ پر لگیں.... اور دونوں ہاتھ آصف اور فرحت کے لگے.... یہ تینوں تو فوراً" الٹ گئے.... اور بے سدھ ہو گئے.... اب وہ پھر حرکت میں آئی.... اور اس بار اس نے محمود، آفتاب اور شوکی کو لپیٹ میں لے لیا.... یہ تین بھی گرے۔

"ود.... دیکھئے محترمہ.... آپ اچھا نہیں کر رہیں"۔ اخلاق مسکرایا۔

ساتھ ہی اس کے ہاتھ چل گئے.... اخلاق اور اشفاق کے ساتھ رفعت بھی زد میں آ گئی.... اس کے بعد اب اس کے مقابلے پر صرف فرزانہ کھڑی رہ گئی تھی۔

"بس.... تم بچی ہو.... ہاہاہا"۔ شارا ہنسی۔

"ہنس بعد میں لیجیے گا.... پہلے مقابلہ کر لیں"۔ فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"تم ہو کس کھیت کی مولی"۔ یہ کہ کر اس نے اس پر چھلانگ لگائی.... فرزانہ یک دم نیچے بیٹھ کر اس کی طرف لڑھک گئی.... وہ اس کے اوپر سے ہوتی ہوئی آگے نکل گئی۔

"تمہارا یہ وار خالی گیا مس شارا"۔ فرزانہ نے طنزیہ انداز میں کہا.... ساتھ ہی اس نے بڑی پارٹی کی طرف نظریں دوڑائی.... وہاں منظر وہی تھا.... دونوں ابھی تک بگران کے شکنجے میں تھے۔

"کوئی پروا نہیں.... ایسے تو ابھی میں ان گنت وار کر سکتی ہو"۔

"تو پھر آؤ"۔

"لو سنبھلو.... اس بار تم بچ نہیں سکو گی"۔

"اللہ مالک ہے.... ہمارا بھروسہ تو اپنے اللہ پر ہے.... ہم جو کام بھی کرتے ہیں.... اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں.... لہٰذا اگر شکست کھا جائیں.... تو بھی کوئی غم نہیں"۔

"ان باتوں سے تم خود کو بچا نہیں سکو گی.... میں آ رہی ہوں"۔

"اس بار پہلے وہ اوپر اچھلی اور پھر سیدھی فرزانہ کے سر کی طرف آئی.... فرزانہ کو یوں محسوس ہوا کہ اس کے دونوں پیر اس کے سر پر آ کر لگنے والے ہیں.... وہ تڑ سے گری اور لوٹ لگا گئی.... لیکن اس وقت اسے بہت حیرت ہوئی.... جب شارا کے دونوں پیر اس کی کمر پر لگے.... اور اس کے ہوش اڑ گئے.... تاہم لوٹ لگانے سے اتنا ہوا تھا کہ اس کا سر بچ گیا تھا.... وہ چند لمحوں کے لیے ساکت ہو گئی ایسے میں شارا نے ہنس کر کہا۔

"بس.... میرا خیال ہے.... تم گئیں کام سے"۔

"ابھی نہیں"۔ فرزانہ کی آواز سن کر وہ سب چونک اٹھے.... اس لیے کہ شارا کے ساتھ ان سب کا بھی خیال تھا کہ وہ اب نہیں اٹھ سکے گی.... دونوں پیر اس کی کمر پر لگتے ان سب نے صاف دیکھے تھے.... لیکن اسے اٹھتے دیکھ کر ان کی حیرت بڑھ گئی اور خوشی میں بھی اضافہ ہو گیا۔

"کوئی بات نہیں.... ایک وار اور سہی"۔

یہ کہ کر اس نے ایک بار پھر چھلانگ لگائی۔

○☆○

اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں کامل ہیں

وہ سب فرزانہ کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گئے.... ایسے میں اچانک بگران کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی.... اس کے دونوں بازو ان کی گردنوں سے الگ ہو گئے اور وہ لڑکھڑا گیا.... اس کی اس لڑکھڑاہٹ سے دونوں نے فائدہ اٹھایا اور ایک لمبی چھلانگ کے ذریعے وہ اس سے دور فاصلے پر پہنچ گئے۔

"یہ.... یہ کیسے ہوا ابا جان؟" فرزانہ بولی۔

"بس! ہم اپنے ہاتھ ان صاحب کی پسلیوں میں مارنے کے کسی نہ کسی طرح قابل ہو گئے.... اور تم جانتی ہی ہو.... پسلیوں پر ہاتھ رسید کرنے کا ہمارا طریقہ ہی مختلف ہے"۔

"جی.... جی ہاں.... وہ تو میں جانتی ہوں"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"ارے ارے پھر"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

ان کی آواز سنتے ہی فرزانہ دھم سے گر گئی.... یہ دیکھنے کی مہلت اسے کہاں تھی کہ شارا کس رخ سے آ رہی ہے۔

جونہی وہ گری.... شارا دھم سے اس کے اوپر گری اور اسے اپنی

پسلیاں ٹوٹتی محسوس ہوئیں۔

"اب کیا کرو گی؟" شارا ہنسی۔

"آپ ذرا بگران کو دیکھیں.... میں فرزانہ کو چھڑاتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"نن نہیں ابا جان.... آپ صرف بگران کی طرف توجہ دیں"۔

"لل.... لیکن بھئی"۔ وہ کہنے لگے۔

"آپ فکر نہ کریں"۔

"اچھی بات ہے"۔ انہوں نے کہا اور دونوں بگران کی طرف متوجہ ہو گئے.... بگران اس وقت تک سنبھل چکا تھا اور ان پر پھر سے حملہ آور ہونے کی تیاری کر چکا تھا.... ادھر ان دونوں کو اور باقی ساتھیوں کو فرزانہ کے بارے میں پریشانی تھی۔

"انسپکٹر جمشید.... انسپکٹر کامران مرزا.... آپ دونوں ایک ہی وقت میں مجھ سے پنجہ لڑا لیں"۔ بگران کی آواز گونج اٹھی۔

"چلو منظور ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

دونوں نے اپنا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں کی طرف بڑھا دیا.... بگران نے ان کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال دیں.... اور وہ لگا زور لگانے.... ادھر دونوں زور لگانے لگے.... ایسے میں دونوں نے دیکھا.... فرزانہ کا حال اب بہت پتلا تھا.... لیکن عین اس لمحے.... انہوں نے محمود کو اٹھتے دیکھا.... شارا کی کمر محمود کی طرف تھی.... اس لیے وہ

اسے اٹھتے ہوئے نہ دیکھ سکی.... محمود دبے پاؤں چلتا اس کے نزدیک آ گیا اور اس کے سر کے بال مٹھی میں جکڑتے ہی پیچھے کی طرف ایک زوردار جھٹکا مارا۔

شارا کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی.... اس کے دونوں ہاتھ فرزانہ کے گلے پر سے ہٹ گئے.... اور سانپ کی طرح لہراتے ہوئے محمود کی گردن پر آ جمے.... ادھر وہ برابر اس کے بالوں کو جھٹکے مار رہا تھا.... ہر جھٹکے پر اس کے منہ سے چیخ ضرور نکلتی.... ایسے میں فرزانہ اچھل کر کھڑی ہو گئی.... پہلے تو اس نے اپنی گردن کو مسلا پھر اچانک وہ شارا کی ٹانگوں سے لپٹ گئی.... ایسا کرتے ہی شارا دھڑام سے گری.... بس پھر کیا تھا.... محمود اس کے بھال کھینچنے لگا اور فرزانہ اس کی ٹانگیں پکڑ کر چکر کاٹنے لگی۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟" انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا۔

"تب پھر.... ابا جان ہم کیا کریں؟"

"وہی کرو.... جو کرنا چاہیے"۔

"اوہ اچھا"۔ محمود نے ان الفاظ کے ساتھ ہی شارا کا سر زور سے فرش پر دے مارا.... اس کے منہ سے بھیانک چیخ نکل گئی۔

"یہ ڈرامہ کر رہی ہے.... بن رہی ہے.... بال نہ چھوڑنا"۔

"جی بہتر"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"ایک بار اور فرش سے ٹکراؤ اس کا سر"۔

"جی بہتر"۔ محمود نے کہا اور پھر زمین پر دے مارا.... دراصل وہ بالوں کی وجہ سے بے بس ہو گئی تھی.... اور پھر فرزانہ نے ٹانگیں اس طرح پکڑی تھیں کہ وہ ان دونوں کی گرفت سے کسی طرح نہیں نکل پا رہی تھی.... ایسے میں انہوں نے بگران کی ہنسی کی آواز سنی۔

"کک.... کیا ہوا.... یہ مسٹر بگران کیوں ہنس رہے ہیں"۔ محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"مم.... میرا ہاتھ.... ان کی بغل سے جا لگا تھا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بوکھلا کر کہا۔

"ارے تو وہاں سے ہاتھ ہٹانے کی کیا ضرورت ہے؟" پروفیسر داؤد نے جھلا کر کہا۔

"اوہ.... یہ تو خیال ہی نہیں رہا.... یہ لیں پھر"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے اس کی بغل میں ہاتھ دے ڈالا.... جب کہ اس کے دونوں ہاتھ ان کے ایک ایک ہاتھ میں الجھے ہوئے تھے.... اب تو وہ لگا بری طرح ہنسنے۔

"ان پر تو پڑ گیا ہنسنے کا دورہ"۔ فاروق بولا۔

"تو پڑنے دو.... ہمارا کیا جاتا ہے"۔

"تو آتا بھی تو کچھ نہیں ہمارا۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

اب وہ شارا کو بری طرح رگڑے ڈال رہے تھے اور اس کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخیں نکل رہی تھیں.... دوسری طرف بگران پر تو اب

ہنسی کا دورہ پڑ گیا تھا.... اس کے دانت مسلسل نکلے ہوئے تھے.... وہ بار بار بولنے کی کوشش کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

"بب.... بب.... بس.... بس بب بب"۔

"یہ آپ کون سی زبان میں بات کر رہے ہیں جناب ہمارے تو کچھ پلے نہیں پڑ رہا"۔

"کک.... کوئی.... نن.... نہیں.... ہاہاہا.... ہی ہی ہی"۔ اس نے پھر اوٹ پٹانگ جملے کہے۔

"آپ کا دماغ تو نہیں الٹ گیا"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"میری ایک تجویز ہے.... ایسے میں پروفیسر داؤد پکار اٹھے۔

"جلدی بتا دیں.... کیونکہ اس وقت ہمیں ایک عدد تجویز کی بہت ضرورت ہے"۔ آفتاب نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی.... تمہیں ان حالات میں بھی مذاق کی سوجھ رہی ہے.... دیکھ نہیں رہے.... بے چاری بگران اور بے چارے شارا پر کیا بیت رہی ہے"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"کیا کہا.... بے چاری بگران اور بے چارے شارا پر"۔ پروفیسر داؤد بلند آواز میں بولے اور پھر ہنسنے لگے۔

"لیجئے.... آپ بھی ہنسنے لگے.... ایک بگران کیا کم تھا"۔

"ارے.... وہ تجویز تو رہ ہی گئی"۔

"وہ.... وہ رسیاں.... ان کے والی ہمارے پاس ہیں.... اس وقت

یہ دونوں بے بس ہیں.... لہٰذا انہیں کیوں نہ باندھ لیا جائے"۔

"بہت خوب.... اچھی تجویز ہے"۔

اور پھر انہیں رسیوں سے باندھ دیا گیا۔

"اب.... وہ معاہدہ ختم.... نیا معاہدہ ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی.... نیا معاہدہ.... کیا مطلب؟" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ان لوگوں نے بدعہدی کی.... اب ہم انہیں ان کے ملک نہیں جانے دیں گے.... جیل میں ڈالیں گے اور اس طرح ہمیں مہلت بھی مل جائے گی"۔

"تو پھر اس میں معاہدہ کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی.... یہ کام تو ہم بغیر معاہدے کے بھی کر سکتے ہیں"۔

"او کے.... یونہی سہی"۔

بگران اور شارا بری طرح پیچ و تاب کھا رہے تھے.... لیکن ان رسیوں کو وہ پورا زور لگا کر بھی نہ توڑ سکے۔

"اسے کہتے ہیں.... شکاری خود جال میں آ گیا.... یہ اپنی ہی رسیوں میں پھنس گئے"۔

"آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں.... آپ کی جیلیں ہمیں اپنے اندر قید نہیں رکھ سکتیں"۔ بگران نے جل کر کہا۔

"وہ بعد کی بات ہے.... فی الحال تو ہم آپ کو اپنی قید میں رکھیں

گے"۔

"آخر آپ مہلت کیوں چاہتے ہیں؟"

"چھ گھنٹے سے پہلے نہیں بتاؤں گا.... اور چھ گھنٹے تک ہم یہیں رہیں گے.... تم لوگوں کو آنکھوں کے سامنے رکھیں گے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"تب پھر جمشید.... ہم تو ہیں.... ہمارا اب یہاں کیا کام.... ویسے تم فون پر ضرور بتا دینا.... چھ گھنٹے بعد تم کیا بتانا چاہتے ہو.... ویسے تم سب مبارک باد کے قابل ہو.... تم اس کیس میں بہت زبردست رہے"۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ"۔

صدر اور ان کے ساتھی چلے گئے.... اب انہیں چھ گھنٹے گزارنا تھے.... بگران اور شارا کا بس نہیں چل رہا تھا.... ورنہ وہ ان رسیوں کو توڑ کر نکل بھاگتے.... انہیں چھ گھنٹے گزارنے کے لیے باتوں کا سہارا لینا پڑا.... لیکن ان باتوں سے زیادہ تر باتیں دین کی باتیں تھیں.... مثلاً انسپکٹر جمشید نے ان کے سامنے ایک خطبہ دیا.... اس خطبے کو بگران' شارا اور ان کے ساتھیوں نے بھی سنا.... ان کے الفاظ بہت سادہ تھے۔

"پہلے تو میں یہ بتا دوں کہ اب جو الفاظ میں کہنے لگا ہوں' وہ میرے اپنے نہیں ہیں.... ہمارے ایک بزرگ کے ہیں.... مجھے ان کی کتاب میں نظر آئے تھے.... بہت سادہ....

دل پر فوری اثر کر جانے والے.... لہٰذا سنئے! فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں کامل ہیں.... بندہ اپنی صفات میں ناقص ہے' اللہ تعالیٰ ہر خیر کے دینے والے ہیں' بندہ ہر خیر کا لینے والا ہے.... انسان کا دیکھنا اتنا ناقص ہے کہ یہ سامنے دیکھے تو اسے پیچھے نظر نہیں آتا' دائیں دیکھے تو اسے بائیں نظر نہیں آتا' اوپر دیکھے تو نیچے نظر نہیں آتا.... دن کی روشنی میں دیکھے تو رات کی تاریکی میں اسے نظر نہیں آتا.... اور اللہ رب العزت کا دیکھنا اس قدر کامل ہے کالی رات' سیاہ چٹان ہو' اس کے اوپر ایک کالی چیونٹی چل رہی ہو' اللہ تعالیٰ اس کو بھی دیکھتے ہیں"۔

"سبحان اللہ" ان کے منہ سے نکلا۔

"انسان اتنا ناقص کہ ایک وقت میں اس سے دو چار آدمی گفتگو کریں تو یہ کسی کو نہیں سن پاتا' ٹیلیفون پر کسی سے بات کرتے ہوئے کمرے میں دو آدمی گفتگو کر رہے ہوں تو یہ معذرت کرتا ہے کہ ذرا آہستہ بولیں' بات سمجھ میں نہیں آ رہی.... اور اللہ تعالیٰ کا سننا اتنا کامل کہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والا آخری انسان' سب کے سب مرد' عورت' بچے' بوڑھے' یہ ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور ایک ہی وقت میں یہ سب دعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ اس پر

قادر ہیں کہ سب کی دعا کو علیحدہ علیحدہ سن لیں.... اور اگر اللہ تعالیٰ ان کو ان کی تمناؤں کے مطابق عطا بھی کر دیں تو اس کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آتی جتنا کہ سوئی کو سمندر میں ڈبو کر نکالیں تو سمندر کے پانی میں فرق آ جاتا ہے.... تو اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں کامل ہیں.... بندہ اپنی صفات میں ناقص ہے.... اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

اے محبوب! آپ فرما دیجئے! اگر دنیا کے سارے سمندروں کا پانی سیاہی ہوتا اور اس سیاہی سے تیرے رب کی تعریفیں لکھنا شروع کر دی جاتیں تو یہ سیاہی خشک ہو جاتی مگر تیرے رب کی تعریفیں ختم نہ ہوتیں.... اور اگر زمین کے اندر جتنے درخت ہیں.... سب کی قلمیں بنا دی جاتیں اور جتنا سمندروں کا پانی ہے' اس جیسے سات سمندر اور لائے جاتے اور یہ سیاہی بنتے' ان قلموں سے اور سیاہی سے تیرے رب کی تعریفیں لکھنا شروع کی جاتی تو یہ قلمیں ٹوٹ جاتیں' یہ سیاہی خشک ہو جاتی مگر تیرے رب کی تعریفیں ختم نہ ہوتیں.... اللہ اپنی صفات میں کامل ہے' بندہ اپنی صفات میں ناقص ہے"۔

"سبحان اللہ" ان سب کے منہ سے نکلا۔

اس طرح انہوں نے چھے گھنٹے پورے کر ڈالے.... اور پھر وہ ہگران وغیرہ سے مخاطب ہوئے۔

"مسٹر ہگران.... تم ہار گئے.... اب تم زندگی بھر بھی ارشاد حاتمی کو تلاش کرتے پھرو.... وہ تمہیں نہیں ملیں گے"۔

"آخر کیوں.... وجہ.... ہم انہیں تلاش کر کے چھوڑیں گے"۔

"وہ آپ کو نہیں ملیں گے.... ورنہ میں وقت گزارنے کی اس قدر کوششیں کیوں کرتا"۔

"سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں تلاش کر سکتے ہیں ہم انہیں"۔

"میں جانتا تھا.... آپ لوگ انہیں ہر حال میں ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے.... اور آپ میں صلاحیتیں بے پناہ ہیں.... لہٰذا آپ کسی نہ کسی طرح ان تک پہنچ جائیں گے.... لہٰذا میں نے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا کہ آپ تو کیا.... خود ہمیں بھی معلوم نہ ہو.... کہ وہ کہاں ہیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چلائے۔

"میں نے اپنے ملک کے سب سے بڑے میک اپ کے ماہر کو ان کے اور ان کے گھر کے افراد کے حلیے اس طرح تبدیل کرنے کی ہدایت کی کہ کوئی بھی انہیں پہچان نہ سکے.... اس غرض کے لیے انہیں پلاسٹک سرجری کا سہارا لینا پڑا.... خود انہوں نے اپنے اور اپنے گھر والوں کے چہرے تبدیل کر لیے.... یعنی میک اپ کرنے والے ماہر

نے.... اب یہ دونوں گھرانے ملک کے نہ جانے کس حصے میں جا چکے
ہیں.... انہیں یہی ہدایات تھیں کہ اپنے حلیوں کے بارے میں کسی
بھی نہ بتائیں.... اور نہ یہ بتائیں کہ کہاں جا رہے ہیں.... جس جگہ
انہوں نے حلیے تبدیل کیے.... اس جگہ کے بارے میں بھی وہ کسی کو نہیں
بتائیں.... انہوں نے اس سارے کام کے لیے آج تین بجے تک کا
وقت مانگا تھا.... انہوں نے کہا تھا کہ ہم ان کے دشمنوں کو تین بجے
تک ضرور مصروف رکھیں.... اس کے بعد ان کا سراغ کوئی نہیں
پائے گا.... اب خود ہمیں بھی نہیں معلوم.... کہ وہ کہاں ہیں.... کیوں
کیسی رہی"۔ یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"نن نہیں.... نہیں۔ بگران نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"کیوں.... آپ کو کیا ہوا؟"

"یہ.... یہ کیا ہوا.... نہ ہم آپ کو اپنے ملک میں پھانسی دلوا
سکے.... نہ ارشاد حاتمی کو قتل کر سکے.... اور الٹا اپنا آدمی قتل کروا بیٹھے
ہم نے.... اور پھر اب ہم زندگی بھر ارشاد حاتمی کو پا بھی نہیں سکیں گے....
افسوس"۔ اس نے ایک لمبا سانس کھینچا.... چہرے کا رنگ سیاہ پڑتا نظر
آیا۔

"اسے کہتے ہیں.... جو کسی کے لیے گڑھا کھودتا ہے.... خود اس
میں گرتا ہے.... اچھا مسٹر بگران.... اور مس شارا.... اب آپ لوگ
سرکاری مہمان خانے میں آرام کریں.... ویسے آپ دونوں کو جیل میں

کی ایک یہی ترکیب ہو سکتی ہے کہ یہ رسیاں بدستور آپ کے
ہاتھوں کے گرد کسی رہیں"۔

"کچھ بھی کر لو.... ہم جیل سے نکل جائیں گے.... کیونکہ تم
نہیں جانتے"۔ بگران نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اور ہم کیا نہیں جانتے"۔

"اس بار کی مہم میں ہم نے جاگو اور راکا کو بالکل الگ رکھا
ہے.... اب وہ حرکت میں آئیں گے.... اور ہمیں جیل سے نکال لے
جائیں گے.... نہ صرف جیل سے نکال لے جائیں گے.... بلکہ تمہارے
خلاف کوئی جال بھی لے کر آئیں گے"۔

"کوئی بات نہیں.... ان جالوں سے ڈرنے والے اے آسمان
نہیں ہم"۔

فاروق نے بلند آواز میں کہا اور سب مسکرانے لگے۔

○☆○